الصلوۃ والسلام علیک یا نور اللہ

مسئلہ ایصال ثواب

تصنیف

شیخ القرآن

ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری

عمدۃ البیان پبلشرز (رجسٹرڈ) لاہور

مسئلہ ایصالِ ثواب

مصنف:

شیخ القرآن ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری

عمدۃ البیان پبلشرز (رجسٹرڈ) لاہور

سنٹرل کمرشل مارکیٹ ماڈل ٹاؤن لاہور

0300-4826678

فون نمبر آفس: 042-8428922 0300-7991693

Marfat.com

جملہ حقوق بحق عُمدۃ البیان پبلشرز (رجسٹرڈ) محفوظ ہیں

نام کتاب : مسئلہ ایصالِ ثواب

نام مصنف : شیخ القرآن ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری

نظر ثانی و تخریج : مولانا محمد سلیمان قادری، سید محمد عاکف قادری

سن اشاعت اول : نومبر 1995ء 84294

سن اشاعت بارِ دوم : مارچ 2008ء

تعداد : 1100

ڈیزائننگ و کمپوزنگ : محمد عاصم قادری

قیمت : 170 روپے

ناشر : عُمدۃ البیان پبلشرز (رجسٹرڈ)

ہیڈ آفس جامعہ رضویہ سنٹرل کمرشل مارکیٹ

ماڈل ٹاؤن لاہور

042-8428922

☆☆☆

عمدۃ البیان پبلشرز لاہور، 25 احمد منزل داتا دربار مارکیٹ شیخ ہندی سٹریٹ لاہور

Marfat.com

فہرست

صفحہ نمبر		نمبر شمار
1	مسئلہ ایصالِ ثواب	1
1	دلائل اربعہ	2
1	بدنی اور مالی عبادت	3
2	ایصالِ ثواب کی شرعی حیثیت	4
2	منکرینِ ایصالِ ثواب	5
3	حضور ﷺ کا وسیلہ	6
7	امام عزالدین بن سلام کی قبر میں توبہ	7
8	مردوں کیلئے قرآن خوانی وفاتحہ مسئلہ اجماعی ہے	8
9	قبر پر تلاوت	9
10	ساٹھ پیغمبروں کا ثواب	10
11	علم والوں کی شان	11
12	قبر والے تلاوت سنتے ہیں	12
12	قیام میلاد شریف	13
14	ایصالِ ثواب مسلمان کا حق ہے	14
15	زیارتِ قبور عبادت ہے	15
16	ایک نکتہ	16
17	عجیب خواب	17
18	اجتماعی قرآن پڑھنا اجماعی مسئلہ ہے	18

Marfat.com

نمبر شمار		صفحہ نمبر
19	عدمِ ثبوت عدمِ جواز کی دلیل نہیں	20
20	اچھی رسم میں ساتھ دینا چاہیے	20
21	فوائد عبارت امام غزالی	22
22	اہم سبق	23
23	روز اول سے ساتویں روزہ تک صدقہ مستحب ہے	23
24	دعا و صدقہ سے میت کو نفع پہنچتا ہے	24
25	جس کی نمازِ جنازہ میں ایک سو مسلمان پڑھیں وہ بخشا گیا	25
26	مسلمان کون ہیں؟	26
27	تطبیق احادیث ثلاثہ	27
28	اعتراض اور اس کا جواب	29
29	مالی صدقہ کی فضیلت	30
30	دعا اور صدقہ	31
31	زندوں کی دعا سے مردوں کا فائدہ پہنچے کا قرآن سے ثبوت	33
32	باپ کے لیے بیٹے کی دعاء و استغفار	33
33	میت کی مثال	34
34	امام ابوقلابہ سے ایک قبر والے کی گفتگو	34
35	مالک بن دینار سے حضور ﷺ کی خواب گفتگو	36
36	نیکیوں کا نور	37
37	اطلاع اعمالِ امت	38

Marfat.com

نمبر شمار		صفحہ نمبر
38	نیک رسم کا حدیث سے ثبوت	41
39	اجتماعی دعا کی فضیلت	41
40	ماں باپ کی طرف سے صدقہ	46
41	نور کا طبق	47
42	حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا عمل	47
43	والدین کے ساتھ بھلائی	48
44	برکت درود سے سارے قبر والے بخشے گئے	49
45	امتِ مرحومہ	49
46	اچھی رسم صدقۂ جاریہ ہے	50
47	بدعقیدہ کو ثواب نہیں پہنچتا	51
48	صدقہ قبر کی گرمی کو بجھاتا ہے	52
49	صدقہ کیا ہے	52
50	فاتحہ پر منکرین کے اعتراضات اور ان کے جوابات	53
51	اللہ کا نظامِ عدل	57
52	اللہ کا نظامِ فضل	58
53	فضلِ عظیم	59
54	صاحبِ تفسیر مظہری تسامح (غلط فہمی)	61
55	ایک سوال اور اس کا جواب	62
56	کسی کا گناہ دوسرے کے ذمہ نہیں ڈالا جائے گا	63

Marfat.com

نمبر شمار		صفحہ نمبر
57	نیکوں کا وسیلہ	63
58	ایصالِ ثواب حضور ﷺ کی امت کی خصوصیت ہے	64
59	لام جارہ بائیس معنوں میں آتا ہے	65
60	منکرین کا تیسرا اعتراض	66
61	دین کو عقل کے تابع نہیں، عقل کو دین کے تابع کریں	67
62	فرمانِ حضرت علی کرم اللہ وجہہ	68
63	موت فنا کا نام نہیں	69
64	بے کار سوال	69
65	تقدیر کی قسمیں اور کون سی تقدیر ٹل جاتی ہے؟	71
66	منکرین کا چوتھا اعتراض	73
67	تشبہ	75
68	تشبہ میں قصد شرط ہے	75
69	ختم ساتواں و جمعرات	76
70	حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا ایصالِ ثواب	77
71	ایصالِ ثواب کی نیت سے کھانا جائز ہے	77
72	نیک کاموں کی رسم	79
73	رسمِ میلاد شریف	80
74	اتمامِ حجت	81
75	وصیت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	82

Marfat.com

نمبر شمار		صفحہ نمبر
76	پانچواں اعتراض تعیین ایام	83
77	رسول ﷺ نے وعظ کے لیے دن مقرر فرمایا	84
78	امام بخاری	86
79	مردے زندوں سے زیادہ ثواب کے ضرورتمند ہیں	86
80	ایصالِ ثواب کے لیے تعیین ایام کے جواز پر صحابہ کرام کا اجماع ہے	87
81	ایصالِ ثواب کیلئے تعیین یوم کے جواز کا انکار گمراہی ہے	87
82	شرع صرف حدیث ہی کا نام نہیں۔ گنگوہی صاحب	88
83	ایام کی تعیین کا اعتراض لغو اور بے بنیاد قرار پایا	88
84	کیا معترض کے اکابر اہلسنت سے ہیں؟	89
85	تعیین ایام پر اعلیٰ حضرت کا فتوی	90
86	شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا فتویٰ	91
87	مروجہ فاتحہ باجماع علماء کرام خوب ہے	92
88	فاتحہ کا کھانا تبرک ہوجاتا ہے اس سے غنی بھی لے سکتے ہیں	93
89	ضروری وضاحت بسلسلہ تعیین ایام	94
90	شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا ایک اور ایمان افروز فتویٰ	96
91	ایصالِ ثواب کیلئے اعلیٰ حضرت کی خاص ہدایات	98
92	تیجہ وغیرہ جائز و مستحب ہے	99
93	کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ کہنا جائز ہے	100
94	غوثِ اعظم کے نام کی بکری	104

Marfat.com

نمبر شمار		صفحہ نمبر
95	تیجہ مکروہ نہیں	109
96	محقق کا کام اندھی تقلید نہیں ہے	110
97	دفن کے بعد شرکاء تدفین اور مساکین وفقراء وصلحا کے لیے کھانے کی دعوت جائز ہے	110
98	بے بصیرت معترض	111
99	علمی نکتہ	112
100	خصوصی توجہ	114
101	کھانا سامنے رکھ کر کلام پڑھنا	114
102	سوم دہم وچہلم کی رسموں کا جواز اعلیٰ حضرت کے فتویٰ سے	116
103	اعلیٰ حضرت کا ایک اور فتویٰ	118
104	مسئلہ ۴۲	118
105	دو اچھے کام	120
106	دو عبادتیں	122
107	ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا	123
108	میت کی مروجہ رسومات منع نہیں	124
109	چھٹا اعتراض	124
110	اہل میت کن صورتوں میں خود کھانا پکا سکتے ہیں	129
111	اہل میت کو رضائے الٰہی کیلئے کھانا پکانا جائز ہے	131
112	سیدنا غوث اعظم کے شاگرد رشید امام ابن قدامہ کا فتویٰ	131

Marfat.com

صفحہ نمبر		نمبر شمار
132	اہلِ میت کے ہاں کھانا کھانے کا جواز	113
134	ایک عورت کا حضور ﷺ کی دعوت کرنا	114
135	ایک عظیم معجزہ مصطفیٰ ﷺ	115
135	علم ونورانیتِ مصطفیٰ ﷺ	116
136	نفسِ مسئلہ	117
136	مفتی رشید احمد صاحب دیوبندی کی جرح کا جواب	118
137	فقہ وحدیث میں تعارض	119
138	شارحین حدیث فقہاء کرام	120
140	فخر الحسن دیوبندی	130
141	غلط تاویلات کا رد	134
143	جامعہ اشرفیہ لاہور کے شیخ الحدیث کی رائے	135
143	علماء دیوبند کے امام کا فرمان	136
144	سلطان المحدثین علی بن سلطان المکی کا فتویٰ	137
147	علامہ برہان الدین حلبی کا فتویٰ	138
148	حدیث جریر سے منع طعام اہلِ میت سے استدلال غلط ہے	139
149	علامہ امام طحطاوی کا ارشادِ گرامی	140
150	مفتی یار احمد خاں علیہ الرحمۃ	141
150	امام ابن نجیم کا فرمان	142
151	پہلی رات گزرنے سے پہلے صدقہ وخیرات سنت ہے	143

Marfat.com

صفحہ نمبر		نمبر شمار
152	سات دن تک صدقہ	144
152	چنوں پر کلمہ کا ثواب عظیم	145
152	شیخ اکبر کا عجیب مشاہدہ	146
154	چنوں پر پڑھنے کا حدیث سے جواز	147
154	قبر پر قرآن خوانی	148
155	فاتحہ یا قل خوانی کیلئے تیسرے دن کی حکمت	149
157	تعزیت میں ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگنا	150
158	امام ابنِ حجر عسقلانی	151
158	شیخ الحدیث مولانا غلام رسول رضوی صاحب	152
160	حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کا فیصلہ	153
160	مسئلہ فاتحہ مروجہ کا	154
162	تھانوی صاحب کا فتویٰ	155
162	مسجدوں میں گھڑے یا مٹکے کی اصلیت	156
162	حضرت امجد الف ثانی کا فرمان	157
164	علماء دیوبند کی رسم قل	158
164	مولانا عبدالرشید محمود گنگوہی انتقال کر گئے	159
165	مولانا رومی کی نیاز	160
167	مولوی رشید احمد گنگوہی کے استاذ کا فرمان	161
168	کیا ضرورت مند غنی کو کھلانے کا ثواب ہے	162

Marfat.com

نمبر شمار		صفحہ نمبر
163	مولانا احمد علی محدث سہارنپوری کا فیصلہ	168
164	معترض کے بزرگوں کے نئے عقائد	170
165	قرآن کے بارے میں	171
166	فرشتوں اور انبیاء کے بارہ میں	171
167	کوئی جھگڑا نہیں	174
168	میت کو دفن کرنے کی دعا	175
169	دفن کرنے کے بعد	176
170	ہمارے شیخ الشیخ سیدنا و مرشدنا امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ کے	
	فتاوی رضویہ سے	177
	ادعیہ بعد تکبیر سوم	178
171	مذکورہ دعاؤں کا ترجمہ	181
172	دفن کے بعد قبر پر تلقین کا طریقہ	185
173	مسئلہ ۶۴	186
174	مسئلہ ۶۵	187
175	مسئلہ ۶۶	187
176	بریلی کے وصایا شریف	188
177	ملفوظ وصایا	190
178	اخبار ارتحال	192
179	مکتوبات وصایا	194

Marfat.com

Marfat.com

تعارف مصنف

پیر طریقت ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری صاحب تو ایسی شخصیت ہیں۔ جو کہ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ لیکن میری سوچ میں جناب کی زندگی سے متعلق کچھ اہم معلومات موجود ہیں جن پر روشنی ڈالنا ضروری سمجھتا ہوں۔ اکثر و بیشتر عام انسان کے دل میں یہ خیال آتا ہے کہ اس بین الاقوامی شہرت یافتہ شخصیت کی بنیادی تعلیم کون سی خوش نصیب درسگاہ میں ہوئی کہ جس نے ایسے عظیم انسان تخلیق کئے۔ ہر انسان کی سب سے پہلی درسگاہ اُس کی ماں کی گود ہی ہوتی ہے۔ جتنی وہ گود مقدس و مکرم ہوگی اُتنی ہی اُس کی اولاد کی تربیت اعلیٰ ہوگی آپ آج کسی بھی تاریخ کا مطالعہ کریں تو یقیناً آپ کی نظر سے بڑی بڑی شخصیات کے تذکرے ضرور گذرتے ہوں گے۔ وہاں ان شخصیات کی تربیت کی پہلی بنیادی چیز اور عظیم درسگاہ "ماں کی گود" کے ہی ثمرات ملتے ہیں جو کہ ایک عام انسان کو عظیم انسان بنانے میں مدومعاون ثابت ہوتے ہیں۔ حضرت قبلہ ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری دامت برکاتہم العالیہ کی شخصیت میں اُس پہلی درسگاہ کی تربیت کے ہی اثرات ہیں کہ آپ بہترین عالم دین باعمل، بہترین مفتی، بہترین مدرس، بہترین محقق و مصنف، بہترین شیخ الطریقت و شیخ التفسیر اور بہترین شیخ الحدیث ہیں آپ کی طبع شریف میں انتہائی نرمی، حلم بردباری برداشت اور انکساری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے آپ سابق صوبائی وزیر برائے مذہبی امور و اوقاف پنجاب اور بانی و مہتمم جامعہ رضویہ (ٹرسٹ) سنٹرل کمرشل مارکیٹ ماڈل ٹاؤن لاہور ہیں۔ کئی کتابوں کے مصنف اور قرآن مجید کے مترجم بھی ہیں اَب جناب

Marfat.com

حضرت صاحب کی بنیادی تعلیم کے متعلق تفصیلی معلومات پیش کرتا ہوں تا کہ قارئین کو علم ہو جائے کہ آپ نے تعلیم وتربیت اور روحانی تربیت کہاں سے حاصل کی۔

ولادت:۔ آپ کے آباؤ اجداد سادات وشرفاء بخارا سے ہیں جو حضرت سید جلال الدین بخاری علیہ الرحمۃ کے ہمراہ بخاری سے کشمیر آئے پھر اوچ شریف ضلع بہاولپور آ کر آباد ہوئے۔ آپ کی ولادت موضع کچی لعل نزد اُوچ شریف تحصیل علی پور ضلع مظفر گڑھ میں بروز جمعرات مورخہ ۱۲ اکتوبر ۱۹۳۹ء کو خدا بخش علیہ الرحمہ کے گھر میں ہوئی۔ آپ کے دادا بزرگوار محمد موسیٰ علیہ الرحمہ اور پردادا محمد جوہر علیہ الرحمہ تھے۔

ابتدائی تعلیم:۔ آپ نے سب سے پہلے ناظرہ قرآنِ مجید اپنے پڑوسی بزرگ عالم مولانا غلام نبی خورشیدی علیہ الرحمہ سے عرصہ تین چار ماہ میں پڑھ کر مکمل کیا۔ اس کے بعد آپ نے ابتدائی تعلیم گورنمنٹ پرائمری سکول موضع بن والا میں حاصل کی اور مڈل تک کی تعلیم کے لئے موضع لکس کے گورنمنٹ سکول میں داخلہ لیا وہاں سے مڈل کا امتحان انتہائی اعلیٰ پوزیشن میں پاس کیا بعد ازاں دیگر دینی تعلیم کے لئے مخدوم حسن محمود بن غلام میراں شاہ کے گاؤں جمال الدین والی علاقہ صادق آباد ضلع رحیم یار خان میں استاذ العلماء والفضلاء حضرت علامہ حکیم غلام رسول علیہ الرحمہ سے اکتساب فیض کیا اور اُن سے آپ نے درس نظامی کی ابتدائی کتب کے ساتھ شرح تہذیب قطبی کے اوائل شرح وقایہ اولین، اصول الشاشی، نور الانوار اور علمِ طب کی میزان طب، طب اکبر و موجز وغیرہ پڑھیں۔

1958ء میں ڈیرہ غازی خان میں استاذ العلماء علامہ مولانا غلام جہانیاںؒ صاحب سے نور الانوار، شرح جامی، مولانا عبد الغفور صاحب سے قطبی، میر قطبی، مُلا جلال، حمد اللہ شرح وقایہ اخیرین، میبذی التصریح، اقلیدس، مشکوۃ شریف،

Marfat.com

جلالین ہدایہ اولین، حسامی مقامات حریری، حماسہ، متنبی، تصوف، لوائح جامی، لوامع جامی اور مثنوی شریف پڑھیں۔

1961ء ملتان میں غزالی زماں رازی دوراں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی شاہ صاحب علیہ الرحمہ کے مدرسہ انوار العلوم میں داخلہ لیا۔ استاذ العلماء جناب مولانا عبدالکریم ” سے تفسیرات احمدیہ پڑھی اور حضرت مفتی امید علی خاں صاحب سے توضیح وتلویح، مسلم الثبوت وہدایہ اخیرین پڑھیں۔

پھر مفتی اعظم حضرت مفتی سید مسعود علی قادری سے جلالین وعلم میراث پڑھا اور فتویٰ نویسی سیکھی۔ آخر میں حضرت علامہ قبلہ کاظمی شاہ صاحب سے مناظرہ رشیدیہ، شرح عقائد، خیالی اور دورہ حدیث شریف پڑھ کر سند فراغت علم حاصل کی۔

عملی زندگی کا آغاز: ۔علوم وفنون اور فتویٰ نویسی کے علم سے فراغت کے بعد قبلہ کاظمی شاہ صاحب علیہ الرحمہ کی نظر عنایت والتفات نے بطور نائب مفتی آپ ہی کا انتخاب فرمایا۔ کچھ عرصہ کے بعد ہی حکومت پاکستان نے قبلہ کاظمی شاہ صاحب علیہ الرحمہ کو بہاولپور یونیورسٹی میں بطور پروفیسر حدیث مقرر فرمایا تو قبلہ کاظمی شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے جن قابل ترین تلامذہ کو بہاولپور ساتھ لے جانے کے لئے منتخب فرمایا اُن میں آپ بھی شامل تھے۔ حضرت قبلہ مفتی صاحب نے بہاولپور یونیورسٹی سے 1965-1966ء میں ایم اے اسلامک لاء یعنی تخصص فی الفقہ والقانون الاسلامی کی سند حاصل کی اور حضرت قبلہ کاظمی شاہ صاحب علیہ الرحمہ کے فرمان پر اپنی مادرِ علمی مدرسہ انوار العلوم واپس آکر استاذ الحدیث، مفتی وصدر شعبہ افتاء کے فرائض سنبھالے۔ 1977ء میں حضرت علامہ مفتی عبدالقیوم ہزاروی علیہ الرحمہ کی خواہش پر قبلہ مفتی صاحب جامعہ نظامیہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور شیخ الحدیث وشیخ الادب

Marfat.com

العربی مقرر ہوئے اِسی دوران صدر انجمن تہذیب الاسلام مین مارکیٹ گلبرگ آپ کو جامعہ مسجد غوثیہ گلبرگ لے آئے۔ جہاں عرصہ 12 سال تک جامع مسجد غوثیہ کے خطیب رہے اور یہاں جامعہ غوثیہ کے نام سے مدرسہ قائم کیا اور 1990ء تک اِسی درسگاہ کے ناظم اعلیٰ و شیخ الحدیث رہے اور انتہائی خوش اسلوبی محنت خلوص اور لگن سے کامیابیوں اور کامرانیوں سے ہم کنار ہوئے۔ بعد ازاں جناب پروفیسر ظہیر الدین احمد بابر نقشبندی قادری نے ماڈل ٹاؤن سوسائٹی سے چار کنال کا رقبہ حاصل کر کے قبلہ مفتی صاحب کے سپرد کیا اور اُن کے پُر خلوص تعاون کے ساتھ آپ نے ماڈل ٹاؤن سنٹرل کمرشل مارکیٹ میں اپنی ذاتی دینی درسگاہ کا آغاز فرمایا جو کہ تقریباً عرصہ 17 سال سے انتہائی کامیابی کے ساتھ اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہیں۔ جامعہ رضویہ ٹرسٹ سنٹرل کمرشل مارکیٹ ماڈل ٹاؤن میں درج ذیل شعبہ جات کی انتہائی کامیابی کے ساتھ سرپرستی فرما رہے ہیں۔ یہ جامعہ رضویہ ایک ٹرسٹ کے زیر اہتمام چل رہا ہے جس کے مینجنگ ٹرسٹی حضرت قبلہ ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری صاحب آپکے بڑے بیٹے ڈاکٹر احمد سعید قادری ڈپٹی مینجنگ ٹرسٹی اور جناب پروفیسر ظہیر الدین احمدؔ بابر سیکرٹری جنرل ہیں حضرت قبلہ مفتی صاحب کے دوسرے صاحبزادے جناب علامہ محمد وحید قادری جامعہ کے ناظم اعلیٰ، تعلیمات و مالیات ہیں۔ **شعبہ جات**:۔ شعبۂ تحفیظ القرآن، شعبۂ تجوید وقراءت، شعبۂ درس نظامی، شعبۂ کمپیوٹر لیب، شعبۂ تخصص فی الفقہ والحدیث والقانون الاسلامی اور شعبۂ نشر واشاعت شامل ہیں حضرت قبلہ مفتی ڈاکٹر غلام سرور قادری کی جتنی بھی تصانیف ہونگی ان کی اشاعت کے لیے مستقلاً عمدہ البیان پبلشرز (رجسٹرڈ) لاہور کے نام سے ادارہ معرض وجود میں لایا گیا ہے جس کے زیر اہتمام آپ کی تمام تصانیف اشاعت

Marfat.com

ہونگی اور وہی ادارہ آپ کی تمام مطبوعات کے حقوق کا تحفظ کرے گا۔ آپ کی تصانیف تقریباً 55 کے قریب ہیں جن میں خاص اہمیت کا حامل ترجمۂ قرآن مجید، عمدۃ البیان فی ترجمۃ القرآن'' ہے جو کہ اس صدی کا ایک عظیم الشان تجدیدی کارنامہ ہے جلد چھپ کر منظر عام پر آرہا ہے۔ انشاء اللہ ایمان افروز اور تحقیقی شاہکار د تصانیف خود مطالعہ کریں اور عزیز و اقارب میں تحفۂ پیش کریں یہ آپ کی سعادت ہو گی اور اس سے خیر و برکت کا وافر حصہ نصیب میں آئے گا انشاء اللہ۔

آپ کی تصانیف درج ذیل ہیں!

(1)۔درود وسلام وشانِ خیر الانام ﷺ (2)۔ردِ امکان کذب باری تعالیٰ

(3)۔مقام علم وعلماء (4)۔شرح ''الفضل الموھبیہ''

(5)۔خلافت اسلامیہ اور مغربی جمہوریت (6)۔معجزۂ شق القمر

(7)۔قاضی اور سربراہ مملکت (8)۔بیعت کی اہمیت وضرورت

(9)۔مسئلہ ایصالِ ثواب (10)۔مسئلۂ تصویر (تصویر کا جواز)

(11)۔ندائے یا محمد یا رسول اللہ ﷺ (12)۔نماز سے متعلق تین اہم مسئلے

(13)۔پروفیسر طاہر القادری کا علمی وتحقیقی جائزہ (14)۔تفسیر اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

(15)۔شدید غصہ میں دی گئی طلاق کا شرعی حکم (16)۔تفسیر بسم اللہ الرحمن الرحیم

(17)۔مسئلہ صلوٰۃ وسلام قبل اذان (18)۔اسلام میں ٹیکسوں کی شرعی حیثیت

(19)۔سورۂ یٰسٓ مع اردو ترجمہ وتفسیر (20)۔حج اور قربانی

(21)۔عیدِ اسلام (22)۔نجاۃ الوالدین الکریمین

Marfat.com

(23)۔معرفتِ خداوندی
(24)۔پردہ کی شرعی حیثیت
(25)۔سورۂ ملک مع ترجمہ وتفسیر
(26)۔ذکر ووسیلہ
(27)۔الشاہ احمد رضا بریلوی
(28)۔عالم برزخ
(29)۔مسئلہ علم غیب ووسیلہ
(30)۔الوظائف القادریہ
(31)۔قرآن کیسے جمع ہوا؟
(32)۔فضائلِ اہلِ بیت
(33)۔مجموعہ حیات اولیاء
(34)۔عمدۃ البیان فی ترجمۃ القرآن
(35)۔شرح جامی کا اردو ترجمہ
(36)۔حالات امام بخاری علیہ الرحمۃ
(37)۔مسئلہ رفع یدین
(38)۔جہاد اسلامی (اردو۔انگلش)
(39)۔معجزات مصطفیٰ ﷺ
(40)۔مسائل وفضائل زکوٰۃ وصدقات (اردو۔انگلش)
(41)۔افضلیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(42)۔اسلام کا قانون شہادت
(43)۔معاشیات نظامِ مصطفیٰ ﷺ
(44)۔لباس مسنون
(45)۔الیکشن یا سلیکشن
(46)۔علماء اور حکمرانوں کے درمیان تعلق کی اہمیت
(47)۔اسلام میں داڑھی کی شرعی حیثیت
(48)۔تحفہ مکیہ
(49)۔تہتر اسلامی فرقے اور ان کی تاریخ وعقائد
(50)۔تین اہم مسئلے (حی علی الفلاح پر کھڑا ہونا مازی کے آگے سے گزرنا۔نماز کے بعد دعا)
(51)۔تحفۂ مومن
(52)۔شدید غصہ کی طلاق
(53) قیامِ تعظیم
(54)۔تنزیہ الغفار عن تکذیب الاشرار" (رد امکان کذب)
(55) شہادت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

Marfat.com

اِن درج بالا کُتب کے علاوہ حضرت کا ماہانہ مجلّہ ماہنامہ البرلاہور کے نام سے عرصہ ۱۷ سال مکمل اور اُٹھارویں سال کا آغاز ہو چکا ہے جو کہ اُمت مسلمہ کے لئے بالخصوص شائع ہورہا ہے انتہائی اہم موضوعات پر مضامین، تبصرے اور حالات حاضرہ پر اداریے اور لوگوں کے بزنس کی تشہیر اس کے حسن وقدر میں اضافے کا باعث ہورہی ہے آج ہی اخبار ہاکر یا بک اسٹالز سے نام لے کر ماہنامہ البرلاہور طلب فرمائیں تاکہ آپ اپنے گھریلو ماحول کو دینی، روحانی اور اصلاحی پہلو میں خود کفیل بنائیں۔ یوں تو آپ کی ہر کتاب علم کا ایک خزانہ ہے مگر وہ کتابیں جو آپ نے کسی کے جواب میں ''علمی وتحقیقی جائزہ'' کے نام سے لکھیں یا کسی کی علمی وتحقیقی اغلاط کی نشاندہی میں لکھیں خصوصی طور پر قابل ذکر ہیں مثلاً'' درود وسلام شان خیر الانام'' جناب جسٹس تقی عثمانی دیوبندی عالم کے جواب میں لکھی گئی اور'' ڈاکٹر غلام مرتضیٰ ملک کی کتاب توحید اور وجود باری تعالیٰ کا علمی وتحقیقی جائزہ'' بھی خاص طور پر قابل ذکر ہے آپکی کتب ایک بحرِ بے کراں ہیں دینی روحانی اصلاحی علم حق کے متلاشی اِن کتب کا ضرور مطالعہ فرمائیں۔ ۱۹۹۸ء میں آپ نے علم نحو کی مشہور کتاب الکافیہ کی عربی شرح الوافیہ پر چار جلدوں پر مشتمل عربی میں تحقیق وتخریج لکھی الکافیہ جو کہ پورے عالم اسلام کے دینی مدارس میں پڑھائی جاتی ہے۔ اس کی عربی زبان میں شرح فرما کر پنجاب یونیورسٹی سے پی۔ ایچ۔ ڈی (دکتورہ) کی ڈگری حاصل کی

Marfat.com

۔ نیز طبیہ کالج لاہور میں چار سالہ طب کا کورس کر کے گورنمنٹ سے طبیب کی ڈگری بھی حاصل کی۔

علمی ودینی ذوق:۔ آپ کے علمی ودینی ذوق کا یہ حال ہے کہ اپنی آبائی زمینیں اور مکانات جو آپ کے ورثے میں آئی تھیں سب بیچ کر مدرسہ اور لائبریری پر خرچ کر دیا اور سارا دن لائبریری میں بیٹھ کر مطالعہ اور تحریر وتدریس میں مصروف رہتے ہیں اور اپنے صاحبزادوں کو بھی اسی لائن پر چلایا آپ کے بڑے صاحبزادے احمد سعید قادری ہومیوڈاکٹر اور بہترین عالم ہیں جامعہ کے وائس پرنسپل اور درس نظامی پڑھاتے ہیں اور دوسرے صاحبزادے علامہ محمد وحید قادری درس نظامی کے فاضل اور یونیورسٹی سے ایم۔اے ہیں وہ بھی جامعہ کے استاذ وناظم اعلیٰ وتعلیمات ہیں اور تیسرے صاحبزادے علامہ محمود عبید قادری درس نظامی سے فارغ وانٹرنیشنل یونیورسٹی اسلام آباد سے ایل ایل بی لاء اینڈ شریعہ ہیں چوتھے بیٹے محمد حماد قادری نے ایف۔اے کے بعد درس نظامی شروع کیا جو درس نظامی کے دوسرے سال میں زیرتعلیم ہیں اور پانچویں سب سے چھوٹے بیٹے محمد باذل قادری قرآن پاک حفظ کر رہے ہیں۔

تفصیل غیر ملکی تبلیغی دورے، مناظرے:۔ قبلہ ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری صاحب مصنف کتب کثیرہ، دینی خدمات کے جذبے سے اکثر تبلیغی دورے فرماتے رہتے ہیں۔ صدر جنرل ضیاء الحق شہید کے زمانہ میں آپ نے چین کا انتہائی کامیاب سرکاری دورہ کیا۔ جنوبی افریقہ کے مسلمانوں کی درخواست پر آپ جنوبی افریقہ کے

Marfat.com

کئی دورے کر چکے ہیں بلکہ ۱۹۸۶ء میں جنوبی افریقہ کے دورے کے دوران (شہر کیپ ٹاؤن) مرزائیوں کے ساتھ تین دن تک مناظرہ ہوتا رہا آخر میں مرزائی لیڈر سلیمان ابراہیم لاجواب ہوکر مرزائیت سے تائب ہوکر مسلمان ہوگیااور اس نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔اس طرح کے کئی مناظروں میں حضرت کاظمی علیہ الرحمۃ نے آپ کو بھیجا تو اُن کی دعا سے ہمیشہ آپ کامیاب وفتحیاب رہے۔

(لیڈی سمتھ) میں دیوبندی مولانا عبدالرزاق سے علماء دیوبند کی گستاخانہ عبارات پر مناظرہ ہوا جس پر اُنہوں نے اقرار کیا کہ واقعی یہ عبارات گستاخانہ وکفریہ ہیں اس مناظرہ کی بھی کیسٹ موجود ہے آپ برطانیہ کا بھی چار دفعہ تبلیغی دورہ کر چکے ہیں ایک موقع پر آپ سلطان باہوٹرسٹ یو۔کے ٹھہرے ہوئے تھے کہ مرزا طاہر احمد نے (جنگ) لندن میں ختم نبوت کے حوالے سے ایک بیان دیا جس پر گرفت کرتے ہوئے حضرت مفتی صاحب نے اِسے بھی مناظرہ کا چیلنج کیا جو کہ برطانیہ (جنگ) اخبار کی شہ سُرخی سے یہ خبر شائع ہوئی جس پر مرزا طاہر احمد نے مناظرہ کرنے اور گفتگو کرنے سے انکار کر دیا اسی طرح آپ متحدہ عرب امارات کئی مرتبہ تبلیغی دورے فرما چکے ہیں۔ یورپین ممالک جرمنی ، بالجیم ، ہالینڈ ، انگلینڈ ، ساؤتھ افریقہ اور متحدہ عرب امارات کے بھی دورے کر چکے ہیں اُن ممالک کے علاوہ تقریباً اکثر ممالک میں آپ کے کثیر تعداد میں مریدین ہیں علاوہ ازیں پاکستان میں بھی ارادتمندوں کا ایک وسیع حلقہ موجود ہے چونکہ کویت میں حلقہ ارادت ہے وہاں ایک مرتبہ تشریف لے گئے تو دورۂ کویت کے دوران کویت کے سابق وزیر برائے مذہبی امور شیخ

Marfat.com

طریقت علامہ سید یوسف ہاشم الرفاعی جو دین اسلام اور خصوصاً مسلک اہل سنت کی مثالی خدمات سرانجام دے رہے ہیں اُن کی موجودگی میں قبلہ مفتی صاحب نے عربی میں خطاب فرمایا اور اعلیحضرت کے کچھ نعتیہ کلام حدائق بخشش کا بھی عربی میں ترجمہ کر کے اس کی تشریح فرمائی۔ جس پر قبلہ رفاعی صاحب بے حد متاثر ہوئے اور فرمایا کہ اعلیٰ حضرت کے نعتیہ کلام حدائق بخشش کا عربی ترجمہ فرمادیں۔ جو کہ مسلک حق اہل سنت کی بہت بڑی خدمت ہوگی اور اہل عرب اس سے خوب استفادہ کرسکیں گے آپ نے پاکستان میں بھی کئی مناظرے کئے جبکہ چیچہ وطنی میں ایک مشہور عیسائی پادری سعید المسیح سے ۳ دن مناظرہ کیا آخر میں وہ بھی آپ کے علمی دلائل کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہوگیا اور توبہ کر کے مشرف با اسلام ہوگیا جو عیسائی پادری تائب ہوا اُس کا نام احمد سعید رکھا گیا آج کل وہ کراچی میں ایک مبلغ اسلام کی حیثیت سے خدمات سرانجام دے رہا ہے علاوہ ازیں موضع کمیر میں دربار شریف حضرت پناہ سے ملحقہ مسجد میں ایک قابض دیوبندی خطیب نے مناظرے کا چیلنج کیا جب حضرت مفتی صاحب علماء اہل سنت کی معیت میں وہاں پہنچے تو مذکورہ مولوی صاحب میدان سے بھاگ گئے۔ آخر میں ۱۲ ان بزرگوں کے اسماء گرامی جن سے آپکو خلافت ملی ہے۔

Marfat.com

شریعت و طریقت کی سندیں وخلافتیں

۱۔حضرت قبلہ سید احمد سعید کاظمی ملتانی رحمۃ اللہ علیہ سے علوم شریعت کی سند کے ساتھ سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ وقادریہ ونقشبندیہ وسہروردیہ کی خلافت۔

۲۔استاذ العلماء وشیخ طریقت حضرت غلام جہانیاں علیہ الرحمہ (ڈیروی) سے علوم شریعت کے ساتھ سلسلہ چشتیہ معینیہ،فریدیہ کی خلافت۔

۳۔مفتی اعظم ہند شاہ مصطفےٰ رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ سے علوم شریعت کی سند کے ساتھ سلسلہ عالیہ قادریہ نوریہ کی خلافت۔

۴۔شاہ ابوالحسن زید فاروقی دہلوی علیہ الرحمہ سے علوم شریعت کی سند کے ساتھ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مظہریہ مجددیہ کی خلافت۔

۵۔مفتی عرب وعجم قطب مدینہ منورہ ضیاء الامۃ حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمہ سے علوم شریعت کے ساتھ سلسلہ عالیہ قادریہ کی وسلسلہ اشرفیہ کچھوچھہ شریف وسلسلہ نبہانیہ کی اور حضرت قطب مدینہ کو حضرت سیدنا علی حسین اشرفی کچھوچھہ شریف علیہ الرحمہ اور امام یوسف بن اسماعیل نبہانی علیہ الرحمہ سے براہ راست خلافت حاصل تھی۔

۶۔استاذ العلماء فقیہ امت حضرت مفتی محمد اعجاز ولی خاں علیہ الرحمہ (لاہوری) سے علوم شریعت کے ساتھ سلسلہ عالیہ قادریہ وحنفیہ (شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ) کی خلافت۔

۷۔حضرت سیدنا طاہر علاؤ الدین بغدادی علیہ الرحمہ سے سلسلہ عالیہ قادریہ کی خلافت۔

Marfat.com

۸۔ شیخ الاسلام حضرت امام محمد بن زکریا مدنی انصاری (مدینہ منورہ) سے علوم شریعت کے ساتھ چاروں سلسلوں کی خلافت۔

۹۔ شیخ الاسلام حضرت امام سید محمد بن سید علوی مالکی مکی (مکہ مکرمہ) سے چاروں سلسلوں کے علاوہ جملہ بلاد عرب وعجم کے مشائخ کبار کے جملہ سلاسل شریفہ کی اجازت وخلافت۔

۱۰۔ محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا سردار احمد علیہ الرحمہ (فیصل آبادی) سے خلافت۔

۱۱۔ حضرت مفتی اعظم پاکستان سیدی ابو برکات سید احمد الوری رحمتہ اللہ علیہ لاہور سے خلافت۔

۱۲۔ سلطان الفقراء والصوفیہ حضرت غلام رسول ریاض آبادی (ملتانی) خلیفہ حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی علیہ الرحمہ سے خلافت۔ یہ تھیں آپ سے متعلق معلوماتی گزارشات جو کہ ضبط تحریر میں لائی گئی ہیں۔

اللہ رب العزت ایسے پاکان امت کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق ارزانی فرمائے امین

دعا گو

عبدہ العاصی حافظ احسان احمد قاضی

مینجنگ ایڈیٹر "البر" لاہور

مینجر عمدۃ البیان پبلشرز (رجسٹرڈ) لاہور

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

مسئلہ ایصال ثواب

مسئلہ ایصال ثواب اور وصول ثواب بلاشبہ برحق ہے۔ ایصال ثواب کا معنی ہے بدنی یا مالی عبادت کا یا دونوں عبادتوں کا ثواب کسی دوسرے شخص کو خواہ وہ اس دنیا میں ہو یا اس دنیا سے چلا گیا ہو ہدیہ کر دینا یا بخش دینا۔ اور وصول ثواب کا مطلب ہے ثواب کا اس دوسرے شخص کو پہنچ جانا۔ یہ بلاشبہ اہل سنت کے ہاں جائز بلکہ سنت وحدیث سے ثابت ہے۔ تفصیل ملاحظہ ہو۔

دلائل اربعہ

کسی بھی مسئلہ کے ثبوت کیلئے جو دلائل پیش کئے جاتے ہیں، ان کی چار قسمیں ہیں۔ (۱) قرآن کریم (۲) حدیث مصطفیٰ ﷺ (۳) اجماع (۴) قیاس

بدنی اور مالی عبادت

عبادت کی تین قسمیں ہیں ایک بدنی عبادت ہے اور دوسری مالی اور تیسری بدنی و مالی عبادت کا مجموعہ۔

بدنی عبادت سے مراد وہ عبادت ہے جو جسم یا جسم کے کسی عضو کے ذریعے ادا کی جائے جیسے تلات قرآن، کلمات طیبات، درود، نماز، روزہ، ذکر و اذکار وغیرہ۔ اور مالی

Marfat.com

عبادت سے مراد اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اپنا مال خرچ کرنا، مالی صدقہ وخیرات اور عطیات دینا۔اور بدنی ومالی دونوں عبادتوں کا مجموعہ جیسے حج۔

ایصالِ ثواب کی شرعی حیثیت

بلاشبہ ان تینوں عبادتوں کا ثواب کسی بھی مسلمان کو ہدیہ کیا جا سکتا ہے خواہ وہ دنیا میں زندہ ہو یا وفات پا گیا ہو۔ کیونکہ ایصال ثواب کی شرعی حیثیت ایک دعا کی ہے، جس میں بندہ اللہ تعالیٰ سے دوسرے بندے کے حق میں دعا کرتا ہے کہ اے اللہ! میں نے اپنی اس بدنی یا مالی عبادت یا دونوں عبادتوں کا ثواب فلاں شخص یا فلاں کی روح کو ہدیہ کیا یا بخشا۔ یا اللہ تو یہ ثواب اسے پہنچا دے خواہ یہ الفاظ زبان سے کہے یا لکھے یا دل میں اس کی نیت کرے تو اس کے یہ کہتے یا لکھتے یا نیت کرتے ہی وہ ثواب اسے پہنچ جائے گا بشرطیکہ ثواب ہدیہ کرنے والا اور جسے ثواب ہدیہ کیا جا رہا ہے دونوں صحیح العقیدہ مسلمان ہوں۔

منکرینِ ایصال ثواب

کچھ لوگ کم علمی یا تعصب کی بناء پر ایصالِ ثواب کے منکر ہیں۔ کچھ تو اعلانیہ اور کھلا انکار کرتے ہیں اور بعض اعلانیہ یا کھلا انکار تو نہیں کرتے مگر طرح طرح کے حیلوں اور بہانوں سے اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ ہم انشاء اللہ ایسے دلائل پیش کریں گے جنہیں ایک سلیم القلب اور غیر متعصب انسان پڑھے گا تو امید ہے کہ وہ اصلاح قبول کئے بغیر نہیں رہے گا۔

Marfat.com

حضور ﷺ کا وسیلہ

ہم نے اپنے ایک دوست کی صاحبزادی کے انتقال کے بعد ان سے اس کی قل خوانی کرائی جس پر دوسرے خیال کے ایک مولانا صاحب نے تنقید کی اور مجھے لکھا کہ ''آپ نے عزیزہ مرحومہ کے ایصالِ ثواب کیلئے جس طرح محبت اور اہتمام کے ساتھ قرآن کریم کی تلاوت کی اور دیگر اذکار کے ساتھ ساتھ صدقات و خیرات پر زور دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب پاک ﷺ کی ''محبت کے وسیلۂ جلیلہ'' کے سبب اسے قبول و منظور فرمائے'' (آمین)

میں نے ان سے عرض کی کہ جناب والا نے جو مجھے خط لکھا ہے اس خط میں مندرجہ عبارت جو ایک خط (لائن) کے تحت نظر آتی ہے یہ بھی دراصل آپ کی ایک مخصوص فکر کا مظاہرہ ہے کیونکہ اس میں حضور اکرم ﷺ کی ذات کے وسیلہ جلیلہ سے دعا کرنے کی بجائے آپ ﷺ کی ''محبت کے وسیلہ جلیلہ'' سے دعا مانگی گئی ہے کیونکہ غیر سنی مذہب میں رسول اللہ ﷺ وصال فرما جانے کے بعد وسیلہ و واسطہ نہیں رہے اس لیے ان کے نزدیک اب آپ کی ذات اقدس کے وسیلہ سے دعا کرنا منع و ناجائز ہے۔ ہاں عمل کا وسیلہ بنانا جائز ہے۔ یعنی ان کے نزدیک انسان اپنے عمل کے وسیلہ سے دعا کرے۔ اس بناء پر مولوی صاحب نے ''محبت'' کو وسیلہ بنایا ہے کیونکہ محبت انسان کا اپنا فعل و عمل ہے جو حضور ﷺ کی ذات اقدس سے مختلف ہے اور وہابی حضرات (ہداہم اللہ) کا یہ عقیدہ یعنی رسول اللہ ﷺ کے وسیلہ سے انکار قرآن و سنت

Marfat.com

اوراجماع امت سے اعراض وانحراف اور کھلی گمراہی ہے۔

اوپر کی مذکورہ عبارت میں مولوی صاحب نے آپ کے عمل کو بشمول قل خوانی کے عمل کے سراہا ہے، اور حضور ﷺ کی محبت کے وسیلہ جلیلہ سے اس کے قبول ومنظور ہونے کی دعا کی ہے، اس میں ان کے نزدیک کوئی خلاف شرع بات نہ تھی ورنہ اس کی قبولیت کی دعا نہ کرتے، کیونکہ خلاف شرع بات تو اللہ تعالیٰ کے ہاں مردود ہے لہٰذا اس کی قبولیت کی دعا کرنا بھی غلط ہوگا جب یہ عمل درست تھا اور اس کی قبولیت کی بھی مولوی صاحب دعا فرمارہے ہیں تو آپ کو خط لکھنے کی ضرورت کیونکر پیش آئی؟ معلوم ہوتا ہے کہ اندر اندر سے انہوں نے آپ کے عمل (تلاوت، اذکار اور قل خوانی وغیرہ) کو درست نہیں سمجھا اور ان کے غیرسنی جذبات کو ٹھیس پہنچی، وہاں مسجد میں جو کچھ ہوا اس سے ان کی غیرسنی عقائد پر مبنی فکر کی خلاف ورزی ہے جس سے ان کو تکلیف پہنچی۔ مسجد میں ''الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ'' پڑھا گیا، غیرسنی عقیدہ لوگ اس درود کے منکر ہیں بلکہ وہ اسے شرک سمجھتے ہیں، بلکہ جہاں ''یارسول اللہ ﷺ'' لکھا ہوا سے مٹائے بغیر نہیں رہتے۔ لہٰذا خط میں جو دعائیہ کلمات لکھے ہیں وہ بھی مولانا صاحب کا منافقانہ طرز عمل ہے، اگر خلوص ہوتا تو اس عمل پر اعتراض کیسا جس کی قبولیت کی خود بھی دعا مانگ رہے ہیں۔

ان حضرات کے بڑے بھی سنیوں کو گمراہ کرنے کے لیے اوپر سے ان کے خیرخواہ بن جاتے ہیں اور اندر اندر سے ان کے عقائد بدلنے کی کوشش میں لگے رہتے تھے، مثال کے طور پر ان کے مذہب کے مجدد اور حکیم الامتہ کہلانے والے صاحب کانپور (انڈیا) کے سنیوں کے مدرسہ میں سنی بن کر چودہ سال تک پڑھاتے رہے، میلاد

Marfat.com

شریف کے محفلوں میں شریک رہے، جناب گنگوہی صاحب کو پتہ چلا تو انہوں نے ان کو سخت الفاظ میں خط لکھا اور کہا کہ تم میلاد کی محفلوں میں شریک ہوتے ہو ہم تمہیں اپنی جماعت و فرقہ سے خارج کر دیں گے تو ان صاحب نے جواب میں لکھا کہ خدا کیلئے مجھے اپنے فرقہ سے خارج نہ کریں میں مصلحت کی وجہ سے محفلوں میں جاتا ہوں اور اپنے مذہب کو چھپائے ہوئے ہوں اگر ظاہر کر دوں تو مجھے نہ صرف مدرسہ سے نکال دیا جائے گا، بلکہ یہاں کے سنی بڑے سخت ہیں وہ مجھے جسمانی ایذاء پہنچانے سے بھی باز نہیں آئیں گے، پھر میرا روزگار بھی بنا ہوا ہے وہ بھی ختم ہو جائے گا۔ یہ مجبوریاں ہیں جن کی وجہ سے میں نے اپنے عقیدہ کو چھپایا ہوا ہے اور سنیوں کو یہی کہتا ہوں کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں، ہمدرد ہوں، محفل میلاد میں شریک ہوتا ہوں، پھر وہ مجھ پر شک نہیں کرتے۔ (ملاحظہ ہو تذکرہ الرشید ص ۱۱۴، ۱۱۵)

اس سے معلوم ہوا کہ یہ مولوی صاحب جو سنی گھروں میں بچوں کو پڑھانے جاتے ہیں یا اہل سنت کے اداروں میں ملازمت کرتے اور ان کو بڑے تپاک سے ملتے ہیں اور دعائیں دیتے ہیں، ان کا یہ سارا عمل ان کے پیر و مرشد والا منافقانہ طرز کا ہوتا ہے اور یہ منافقانہ طرز عمل مولوی صاحب کے خط سے ظاہر ہو رہا ہے کہ ایک طرف تو آپ کے عمل کو جو بچی مرحومہ کے ایصال ثواب کیلئے آپ نے کیا، سراہ رہے ہیں اور اس کی تعریف کر رہے ہیں، مگر دوسری طرف اعتراضات کی بوچھاڑ بھی کر رہے ہیں۔ اس سے بڑی منافقت اور کیا ہوگی، سیدھی بات کرتے کہ جناب ملک صاحب ہم تو نمازِ جنازہ کے بعد میت کیلئے دعا کرنے کا خیر خواہانہ جذبہ تک نہیں رکھتے، اس لیے ہم میت کیلئے دو منٹ کی دعا تک کرنے کے روادار نہیں ہیں تو بعد کی قرآن

Marfat.com

خوانیاں، اذکار وکلمہ وتسبیحات اورقل خوانیاں ہم کیسے برداشت کر سکتے ہیں۔ یہ سب کام جوآپ نے کیے، ہمارے نزدیک تو غلط ہی کیے، مگراس طرح کھل کر اپنا عقیدہ بیان کرنا بھی ان کے مفاد کے خلاف تھا اس لیے اس معترض نے ایک طرف تواوپراوپر سے آپ کے اس عمل کی تعریف کردی اوردوسری طرف گمراہ کرنے کیلئے آپ کو چھ صفحات کا خط لکھ مارا۔

ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے

چنانچہ امام حافظ ابن کثیر علیہ الرحمۃ نے اس آیت ''**وأن ليس للانسان الا ماسعى**'' کے تحت اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ ''**ان القراة لايصل اهداء ثوابها الى الموتىٰ لانه ليس من عملهم ولا كسبهم**'' (تفسیر ابن کثیر: ۴/۲۵۸) یعنی بے شک قرأۃ قرآن کو ثواب جو مُردوں کو ہدیہ کیا جائے ان تک نہیں پہنچتا کیونکہ یہ ان کا اپنا عمل اور کسب نہیں ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حافظ ابن کثیر الدمشقی چونکہ شافعی (م ۷۷۴ھ) المذہب ہیں اورامام شافعی علیہ الرحمۃ اس کے قائل نہ تھے لیکن امام شافعی علیہ الرحمۃ کے پیروکاروں میں سے بہت سے فقہاء کرام نے حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ کے اس خیال سے اتفاق نہیں کیا وروہ جمہور کے ہم خیال ہوگئے۔ خود امام شافعی علیہ الرحمۃ کے شاگرد رشید حضرت امام احمد بن حنبل جو امام شافعی علیہ الرحمۃ سے پڑھتے رہے، پہلے ان سے متاثر ہو کر قرأۃ کے ثواب کا میت تک پہنچے کا انکار فرماتے تھے، لیکن جب اس مسئلہ کی اجتہادی تحقیق فرمائی تو اس مسئلہ میں ان پر اپنے استاد امام شافعی علیہ الرحمۃ کا تسامح منکشف ہوا تو انہوں نے اپنے انکاری موقف سے رجوع فرمالیا چنانچہ علامہ

Marfat.com

احمد بن عبدالرحمٰن بن محمد المصری (م ۱۳۷۸ھ المعروف "الساعاتی") بلوغ الامانی شرح مسند امام احمد علیہ الرحمۃ میں لکھتے ہیں "وکان رضی اللہ عنہ ینکر قبل ذلک وصول الثواب من الاحیاء للموتی فلما حدثہ بعض الثقات ان عمربن الخطاب رضی اللہ عنہ اوصی اذا دفن ان یقرء عند رأسہ فاتحۃ الکتاب وخاتمۃ سورۃ البقرۃ رجع عن ذلک" (بلوغ الامانی: ۴/۱۰۵) یعنی اس سے قبل امام احمد بن حنبل قرأت کے ثواب کا مُردوں تک پہنچے کا انکار فرماتے تھے تو جب انہیں بعض ثقہ راویوں سے حدیث بتائی کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے وصیت فرمائی تھی کہ جب انہیں دفن کر دیا جائے تو ان کے سرہانے سورہ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں (آخری رکوع) پڑھا جائے تو امام صاحب نے اپنے پہلے موقف سے رجوع کر لیا۔

یعنی پھر اس بات کے قائل ہو گئے کہ قرأۃ قرآن کا ثواب میت کو پہنچتا ہے۔

امام عزالدین بن سلام کی قبر میں توبہ

علامہ ساعاتی مصری سیوطی علیہ الرحمۃ بحوالہ امام قرطبی لکھتے ہیں "امام عزالدین عبدالسلام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فتویٰ دیا کرتے تھے، میت کے لیے جو قرآن پڑھا جاتا ہے اسے اس کا ثواب نہیں ملتا۔ تو جب ان کا انتقال ہو گیا تو ان کے بعض احباب نے انہیں خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ آپ دنیا کی زندگی میں فرماتے تھے کہ کوئی کسی کو قرأۃ قرآن کا ثواب ہدیہ کرے تو اسے نہیں ملتا، اب کیا خیال ہے؟ فرمایا میں دنیا میں تو یہی کہتا تھا، لیکن اب اس معاملہ میں جب میں نے اللہ کا کرم دیکھا کہ قرأۃ

Marfat.com

قرآن کا ثواب جو زندوں کی طرف سے مردوں کیلئے ہدیہ کیا جاتا ہے، انہیں پہنچ جاتا ہے تو میں نے اس خیال سے توبہ کرلی۔"فقد رجعت عنه" (یہ توبہ یا رجوع معروف معنوں میں نہیں بلکہ لغوی معنوں میں ہے) (تذکرۃ القرطبی ص ۹۳، بلوغ الامانی ج ۷ ص ۱۰۵، شرح الصدور ص ۱۲۸)

مردوں کیلئے قرآن خوانی وفاتحہ مسئلہ اجماعی ہے

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ (م ۹۱۱ھ) فرماتے ہیں کہ "جمہور سلف اور آئمہ ثلاثہ کا یہی موقف ہے کہ قرأۃ قرآن کا جو ثواب میت کو ہدیہ کیا جائے وہ اسے پہنچتا ہے مگر ہمارے امام شافعی آیتِ کریمہ وأن ليس للانسان الا ماسعى کی رو سے اس کو نہیں مانتے (جب کہ دوسرے آئمہ جمہور کی طرف سے تسلی بخش جوابات دیے جا چکے ہیں) نیز جمہور آئمہ قرأۃ قرآن کے ثواب کو دعا واستغفار نماز (نفلی)، روزہ، حج، صدقہ اور غلام آزاد کرنے پر قیاس کرتے ہیں جب ان تمام چیزوں کا ثواب اسے پہنچتا ہے تو قرأۃ کا بھی پہنچتا ہے، اس سلسلے میں بے شمار احادیث ہیں جن کا مجموعہ اس موقف کو بنیادی طور پر قوت پہنچاتا اور اس کی اصل بنیاد بنتا ہے اور یہ کہ "ان المسلمين مازالوافي كل عصر يجتمعون ويقرؤن لموتاهم من غير نكير فكان ذلك اجماعا" (شرح الصدور ص ۱۳۰) مسلمان ہر زمانہ میں اکٹھے ہو کر اپنے مُردوں کے لیے بغیر کسی منکر کے انکار کے پڑھتے چلے آئے ہیں لہٰذا یہ اجماعی مسئلہ ہوا۔

معترض کو غور کرنا چاہیے کہ امام سیوطی کیا فرما گئے ہیں۔

۱۔ایک یہ کہ مسلمان ہر زمانہ میں صحابہ کرام سے لے کر امام سیوطی کے زمانہ یعنی دسویں

Marfat.com

صدی کے اوائل تک ہمیشہ اکٹھے ہوکراورمل کراپنے مُردوں کے لیے قرآن خوانی کرتے اوران کوثواب پہنچاتے چلے آرہے ہیں۔

۲۔اس پرکسی نے کبھی اعتراض نہ کیا۔

۳۔لہٰذا مُردوں کے لیے دن معین کرکے اور جمع ہوکر فاتحہ وقرآن خوانی کے جواز پر تمام علماء کا اجماع ہوا اور ثابت ہوا کہ مسلمانوں کا اکٹھے ہوکر میت کے لیے قرآن خوانی کرنا اوراس کا ثواب اسے ہدیہ کرنا صحیح ہے۔

معترض سے سوال ہے کہ کیا وہ مسلمان دن اوروقت کی تعیین کیے بغیر جمع ہوجاتے تھے؟

قبر پرتلاوت

امام سیوطی علیہ الرحمۃ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ اگر کوئی قبر پر قرآن کریم کی تلاوت کرے اوراس کا ثواب صاحبِ قبر کو بخشے تو اس کا ثواب امام شافعی اوران کے جملہ پیروکاروں کے نزدیک بھی صاحبِ قبر کو پہنچ جاتا ہے جیسا کہ جمہور کا مذہب ہے، چنانچہ امام نووی علیہ الرحمۃ نے شرح مہذب میں لکھا ہے کہ اگر لوگ قبر پر جاکر قرآن پڑھیں تو افضل ہے۔جیسا کہ امام خلال نے جامع میں امام شعبی سے روایت کیا کہ

"**كانت الانصار اذا مات لهم الميت اختلفوا الى قبره يقرؤن له القرآن**" (شرح الصدور ص ۱۳۰) جب انصار کے ہاں کسی کا انتقال ہوتا تو وہ اس کے لیے اس کی قبر پر جاکر قرآن پڑھتے تھے۔

امام ابوالقاسم سعد بن علی زنجانی اپنے فوائد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے

Marfat.com

روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جو شخص قبرستان میں گیا پھر سورۃ فاتحہ وسورۂ اخلاص (قل ھو اللہ احد) اور سورۂ ''الھٰکم التکاثر'' پڑھی، پھر کہا کہ میں نے جو پڑھا اس کا ثواب اس قبرستان کے مسلمان مردوں اور عورتوں کو ہدیہ کیا تو وہ سب روز قیامت اس کی شفاعت کریں گے۔

ایک روایت میں ہے کہ جس نے گیارہ بار سورۂ اخلاص پڑھ کر اس کا ثواب قبرستان والے مسلمانوں کو بخشا تو ان سب کی تعداد کے برابر اسے ثواب ملے گا۔

قاضی ابوبکر بن عبدالباقی انصاری اپنی کتاب ''المشیخۃ'' میں سلمہ بن عبید سے راوی ہیں کہ حماد مکی نے فرمایا کہ میں ایک رات مکہ کے قبرستان کی طرف گیا تو میں ایک قبر پر سر رکھ کر لیٹ گیا مجھے نیند آ گئی تو میں نے خواب میں قبرستان والوں کو الگ الگ حلقوں میں دیکھا اور ان سے پوچھا کہ آپ لوگ جو قبروں سے باہر نکل آئے ہو کیا قیامت قائم ہو گئی؟ انہوں نے کہا نہیں، لیکن ہمارا ایک مسلمان بھائی قبرستان سے گذرا اور اس نے سورۂ اخلاص (قل ھو اللہ احد تا آخر) پڑھ کر اس کا ثواب ہمارے لیے ہدیہ کیا تو ایک سال سے اس کا ثواب ہم آپس میں بانٹ رہے ہیں۔ (شرح الصدور ص ۱۳۰)

ساٹھ پیغمبروں کا ثواب

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی مسلمان آیت الکرسی پڑھے اور اس کا ثواب اہل قبور کو بخش دے تو اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کی قبر میں مشرق سے مغرب تک چالیس نُور داخل فرماتا ہے اور سب کی قبروں میں وسعت فرماتا ہے اور پڑھنے والے کو ساٹھ پیغمبروں جتنا ثواب دیتا ہے۔

Marfat.com

اور ہر میت کے عوض اس کا درجہ بلند کرتا ہے اور اسے ہر میت کے عوض دس نیکیاں دیتا ہے۔(تذکرہ قرطبی ص ۸۵)

علم والوں کی شان

امام ثعلبی نے سیدنا ابن عباس ﷺ سے روایت کی ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ روئے زمین پر چلنے والوں میں سب سے اونچے درجے والے وہ ہیں جو لوگوں کو قرآن وسنت اور احکام شریعت کی تعلیم دیتے ہیں اور جونہی دین کمزور ہوتا ہے وہ اس میں اپنے علم سے تازگی لاتے ہیں۔(جدّ دوہ) اس کی تجدید کرتے ہیں تم لوگ (دین کو قائم ودائم رکھنے کے لیے) ان کو دیا کرو اور ان سے کوئی دنیاوی معاوضہ نہ لیا کرو کہ اس سے ان کو حرج میں ڈالو گے۔ وہ جب ایک عالم دین بچے سے کہتا ہے کہو ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' اور وہ پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ بچے کے لیے عالم دین اور اس کے ماں باپ کیلئے دوزخ سے برأت لکھ دیتا ہے۔(تذکرہ امام قرطبی ۸۵)

اس کے بعد امام قرطبی فرماتے ہیں کہ ان تمام حقائق سے معلوم ہوتا ہے کہ نیک اعمال خواہ کلام اللہ یا صدقہ وخیرات ہو یا دعا واستغفار ہو سب کا ثواب میت کو پہنچتا ہے۔(تذکرہ قرطبی ۸۵)

اس قسم کے احادیث کی روشنی میں امام شافعی علیہ الرحمۃ اوران کے جمہور مقلدین علماء کہتے ہیں کہ قبر پر تلاوت کا ثواب میت کو پہنچتا ہے مگر دور سے نہیں لیکن جمہور آئمہ وفقہاء کے نزدیک بہر صورت پہنچتا ہے جس کے دلائل بہت ہیں بعض ہم نے اپنی اس کتاب میں بیان کردیئے ہیں۔

Marfat.com

قبر والے تلاوت سنتے ہیں

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ شرح الصدور میں امام قرطبی کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا "ان ثواب القرأۃ للقاری وللمیت ثواب الاستماع ولذلک تلحقه الرحمة قال تعالیٰ "واذا قرئی القرآن فاستمعواله وانصتو العلکم ترحمون. (الاعراف ۲۰۴) ولا یبعد فی کرم الله تعالیٰ ان یلحقه ثواب القرأۃ والاستماع معاالخ" بلاشبہ قبر پر پڑھنے والے کو جب اونچی آواز سے پڑھے قرأت کا ثواب ملتا ہے اور سننے والے صاحبِ قبر کو قرأت کے سننے کا اور اسی لیے اسے اللہ کی رحمت پہنچتی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے سنو اور چپ رہو تا کہ تم پر رحمت کی جائے" (اور اللہ کے کرم سے دور نہیں کہ وہ صاحبِ قبر کو دوگنا ثواب دے قاری کی قرأت کا ثواب اس نے اس کو بخشا اور اس کے قرآن سننے کو دو ثواب اکٹھے عطا فرمائے۔)

الحمدللہ اس عبارت سے جہاں قبر پر قرآن پڑھنے اور ایصالِ ثواب کرنے کے جواز واستحباب کا مسئلہ واضح ہوا وہاں یہ بھی واضح ہوا کہ اہلِ قبور سنتے ہیں۔

قیام میلاد شریف

چنانچہ امام علی بن برہان الدین الحلبی (م ۱۰۴۴ء) علیہ الرحمۃ اپنی مشہور سیرت کی کتاب "سیرت حلبیہ" میں لکھتے ہیں " جرت عادة کثیر من الناس اذا سمعوا بذکر و ضعه صلی الله علیه وسلم ان یقوموا تعظیما له صلی

Marfat.com

الله علیه وسلم وهذا القیام بدعة لااصل لها ای لکن هی بدعة حسنة لانه لیس کل بدعة مذمومة وقد قال سیدنا عمررضی الله عنه فی اجتماع الناس لصلوٰة التراویح نعمت البدعة الخ" (ج ا ص ۱۳۶) کہ بہت سے لوگوں کی رسم و عادت ہوگئی ہے کہ محفل میلاد شریف مصطفیٰ ﷺ کا ذکر سنتے ہیں تو آپ کی تعظیم کیلئے کھڑے ہوجاتے ہیں اور یہ کھڑا ہونا بدعت ہے اس کی کوئی اصل نہیں لیکن یہ بدعت حسنہ (اچھی بدعت) ہے کیونکہ ہر بدعت بری نہیں اور سدنا عمر فاروق ﷺ نے لوگوں کے نماز تراویح کیلئے جمع ہونے کے سلسلے میں فرمایا کہ یہ کیا ہی اچھی بدعت ہے۔

اس کے بعد فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کی محفل میلاد شریف میں ذکر ولادت شریفہ کے وقت قیام کرنا امت کے عالم اور دین و پرہیزگاری میں اماموں کے پیشوا امام تقی الدین السبکی علیہ الرحمۃ (م ۷۵۶ھ) سے پایا گیا اور ان کے زمانہ میں مشائخ الاسلام نے اس قیام میلاد میں ان کی پیروی کی۔ معترض صاحب غور فرمائیں کہ یہ بھی ایک رسم ہے کہ ہر سال محفلِ میلاد شریف کرنا اور یہ بھی رسم ہوگئی کہ محفلِ میلاد شریف میں جونہی رسول اللہ ﷺ کی ولادت شریفہ کا ذکر چلے آپ کی تعظیم کیلئے سامعین کھڑے ہوجاتے ہیں، اس طریقہ کو آئمہ کرام عادت اور رسم سے تعبیر کرکے اسے مستحب بتارہے ہیں۔ امام حلبی اس کے بعد لکھتے ہیں "**وقد قال ابن حجر الهیتمی الحاصل ان البدعة الحسنة متفق علی ندبها**" (سیرت حلبیہ: ۱/ ۱۳۷) کہ امام محدث ابن حجر ہیتمی مکی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ بدعت حسنہ کے مستحب ہونے پر سب اہلِ سنت کا اتفاق ہے۔

Marfat.com

جب بدعت حسنہ کے جواز واستحباب پر علماء اہلِ سنت کا اتفاق ہوا تو ان کی مخالفت کرنے والا اہلِ سنت سے نہ رہا کیونکہ اہلِ سنت کے اتفاق کو کسی غرض وہوا پرست کی مخالفت متاثر نہیں کرسکتی چنانچہ امام عبدالشکور سالمی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب تمہید شریف میں فرماتے ہیں "اما خلاف الذین خالفوا لغرضھم لایعد خلافا" (التمہید ص ۱۸۶، طبع دہلی) جو لوگ اپنی ذاتی غرض کی وجہ سے اہلِ سنت کی مخالفت کریں ان کی مخالفت، مخالفت قرار نہیں پائے گی۔

یعنی اس سے اہلِ سنت کے اجماع میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔

ایصالِ ثواب مسلمان کا حق ہے

جیسا کہ ہم پہلے عرض کرچکے ہیں کہ انسان زبان یا اعضائے بدنیہ سے جو نیک کام کرے اسے عبادت بدنیہ کہتے ہیں اور اپنا مال خرچ کر کے جو کام کرے اسے عبادت مالیہ کہتے ہیں جیسے اللہ کی راہ میں کھانا کھلانا، روپیہ دینا، کپڑا دینا وغیرہ۔ اس میں اہلِ سنت کا مذہب ملاحظہ فرمائیں جیسا کہ حضرت امام برہان الدین المرغینانی (م ۵۹۳ھ) اپنی مشہور کتاب ہدایہ میں فرماتے ہیں " الاصل فی ھذا الباب ان الانسان له ان یجعل ثواب عمله لغیره صلوٰة او صوما او صدقة او غیرھا عند اھل السنة والجماعة لماروی عن النبی صلی اللہ علیه وسلم انه ضحی بکبشین املحین احدھما عن نفسه والاخر عن امته ممن اقر بوحدانیة اللہ تعالیٰ وشھدله بالبلاغ " (الہدایہ ص ۲۷۶) اس باب (حج عن الغیر) میں یہ قاعدہ ہے کہ (شریعت کی طرف سے) اہلِ سنت

Marfat.com

وجماعت کے نزدیک انسان کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے نیک عمل کا ثواب کسی اور کے لیے کردے، نماز ہو یا روزہ یا صدقہ وغیرہ اس حدیث کی رو سے جو نبی ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے دو سیاہ و سفید رنگ والے مینڈھے قربانی کیے ایک اپنی طرف سے اور دوسرا اپنی امت کے ہر اس شخص کی طرف جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور آپ ﷺ کی رسالت کا اقرار کرتا ہے۔

الحمدللہ واضح ہوگیا ہے کہ اہلِ سنت وجماعت کا مذہب ہے کہ انسان اپنے عملوں اور اپنی نیکیوں کا ثواب دوسروں کو دے سکتا ہے خواہ بدنی نیکی ہو یا مالی ہو بشرطیکہ جسے ثواب بھیجا یا بخشا یا ہدیہ کیا جائے وہ مسلمان ہو۔ اس میں امام برہان الدین مریغینانی نے ایسی کوئی قید یا شرط عائد نہیں فرمائی جو معترض صاحب عائد فرما رہے ہیں کہ ''اسے رسم (عادت اور طریقہ) نہ بنایا جائے'' جبکہ کسی بھی نیک کام کی رسم و عادت بری بات نہیں بلکہ اچھی بات ہے۔

زیارتِ قبور عبادت ہے

ہدایہ شریف کی مذکورہ بالا عبارت کی شرح میں شارح بخاری امام بدرالدین محمود عینی (م ۸۵۵ھ) اپنی مشہور کتاب ''البنایہ فی شرح الھدایہ'' میں لکھتے ہیں'' **اوغیرها كالحج وقرأة القرآن و الاذكار وزيارة قبور الانبياء والشهداء والصالحين وتكفين الموتىٰ وجميع انواع البر و العبادة الخ** (البنایہ فی شرح الھدایہ: ۴/۴۲۲) (وغیرھا) جیسے حج اور قرأۃ قرآن اور اذکار اور پیغمبروں، شہیدوں اور نیکوں والاولیاء کی قبروں کی زیارت اور وفات پانے والوں کو کفن دینا اور ان کے

Marfat.com

علاوہ تمام قسم کی نیکی اور عبادت کا ثواب کسی بھی مسلمان کو ہدیہ کیا جاسکتا ہے۔

عام مسلمانوں کی قبروں کی زیارت عام عبادت اور صالحین کی خاص، شہیدوں کی اس سے خاص، علماء کی قبروں کی زیارت اس سے بھی خاص اور انبیاء علیہم السلام کی قبروں کی زیارت اخص الخاص خاص ترین عبادت ہے کیونکہ صالحین وشہداء وعلماء وانبیاء کے مزارات شریفہ قبولیت دعا کا ذریعہ بھی ہیں۔

ایک نکتہ

ہدایہ کی عبارت "غیرہ" میں مردہ اور زندہ دونوں داخل ہیں یعنی اپنا ثواب کسی بھی مسلمان کو دے سکتے ہیں خواہ وہ زندہ ہو یا وفات پا گیا ہو چنانچہ اس کے بعد امام عینی لکھتے ہیں "**فاذا عمل شخص ثواب ماعملهٔ من ذلک الی اخرہ یصل الیه وینتفع به حیا کان المهدی الیه اومیتا**" (البنایہ:۴/۴۲۲) یعنی جب کسی نے اپنے عمل کا ثواب دوسرے کو ہدیہ کر دیا تو وہ ثواب دوسرے تک پہنچ جاتا ہے اور وہ اس سے فائدہ پاتا ہے جسے ثواب ہدیہ کیا گیا خواہ وہ زندہ ہو یا وفات پا گیا ہو۔

اس کے علاوہ امام بدرالدین عینی نے حج وقرأۃ قرآن اور تمام اذکار کے علاوہ یہ بھی واضح فرمادیا کہ اہلِ سنت کے نزدیک پیغمبروں کی اور شہیدوں اور نیکوں کی قبروں کی زیارت بھی ثواب اور نیکی ہے۔ اس کا ثواب بھی دوسروں کو بخش سکتے ہیں اور نیکی کے لیے چونکہ سفر کیا جاسکتا ہے لہٰذا زیارت قبور صالحین کے لیے بھی سفر کیا جاسکتا ہے نیکی کے حصول کا ذریعہ بھی نیکی میں داخل ہے لہٰذا زیارت قبور انبیاء وشہداء وصالحین کے لیے سفر بھی عبادت میں شمار ہوگا۔

Marfat.com

عجیب خواب

شارح بخاری امام بدرالدین عینی لکھتے ہیں کہ "یصاد بن غالب" رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے بی بی رابعہ بصریہ عدویہ عابدہ زاہدہ کو خواب میں دیکھا اور میں ان کے لیے بہت دعائیں کرتا تھا تو حضرت بی بی صاحبہ نے مجھ سے فرمایا "ھدیتک تاتینا فی اطباق من نور علیھا منادیل الحریر وھکذا یاتینا دعاء الاحیاء اذا دعوا لاخوانھم الموتی فاستجیب لھم یقال ھذہ ھدیۃ فلان الیک مما یدل علی ھذا ان المسلمین یجتمعون فی کل عصروزمان ویقرؤن القرآن ویھدون ثوابہ لموتاھم وعلی ھذا اھل الصلاح والدیانۃ من کل مذھب من المالکیۃ والشافعیۃ وغیر ھم ولا ینکر ذلک منکرفکان اجماعا" (البنایہ فی شرح الہدایہ: ۴/۴۲۳) تمہاری دعاؤں کا ہدیہ ہمارے پاس نور کے تھالوں میں آتا ہے اس پر ریشمی رومال ہوتے ہیں اور زندوں کی دعائیں جو وہ اپنے وفات یافتہ بھائیوں کے لیے کرتے ہیں اور وہ قبول ہو جائیں ہمارے پاس اسی طرح آتی ہیں۔ کہا جاتا ہے یہ تیری طرف فلاں کا ہدیہ ہے اور ان امور میں سے جو اس پر دلالت کرتے ہیں یہ ہے کہ مسلمان ہر عصر و ہر زمانہ میں جمع ہوئے ہیں اور اکٹھے ہو کر قرآن پڑھتے ہیں اور اس کا ثواب اپنے وفات پانے والوں کو ہدیہ کرتے ہیں اور مالکیہ و شافعیہ وغیرھم ہر مذہب کے نیک و دین دار اسی مسلک پر چلے آرہے ہیں اور کسی زمانہ میں کسی مذہب کا کوئی نیک و دین دار اس سے انکاری نہیں ہوتا تو اس پر اہلِ سنت و جماعت کا اجماع ہوا۔

Marfat.com

اجتماعی قرآن پڑھنا اجماعی مسئلہ ہے

امام بدرالدین نے جو بی بی رابعہ سے متعلق ایک بزرگ کا خواب بیان فرمایا اور اس کے بعد جو ارشاد فرمایا اس سے درج ذیل حقائق واضح ہو گئے۔

ا۔ بزرگوں کا خواب حق ہے۔ (جب کہ وہ شرع کے خلاف نہ ہو)

۲۔ بزرگوں کیلئے خواہ مرد ہوں یا عورتیں دعائیں کرنا ان سے عقیدت و محبت کا تقاضا ہے۔

۳۔ دعائیں کرنے والوں کی دعائیں بصورت قبول، اہلِ قبور کو بڑے اعزاز کے ساتھ پیش کی جاتی ہیں۔

۴۔ وہ دعائیں مجسم صورت میں نور کے تھالوں میں پیش کی جاتی ہیں۔

۵۔ معلوم ہوا کہ اوصاف و معانی کا عالم مثال میں جسم ہے۔ اس مسئلہ کی پوری تحقیق ہماری سورۃ ملک کی تفسیر میں ملاحظہ فرمائیں۔

۶۔ انہیں نام لے کر بتایا جاتا ہے کہ یہ دعا یا ثواب فلاں کی طرف سے آپ کیلئے ہدیہ ہے۔

۷۔ ہر زمانہ کے مسلمان ہمیشہ اکٹھے ہو کر وفات یافتہ لوگوں کے ایصالِ ثواب کے لیے ختمِ قرآن کراتے چلے آرہے ہیں گویا یہ ان کی رسم ہو گئی۔

۸۔ تمام آئمہ اہلِ سنت بالخصوص آئمہ اربعہ کے نیک و دیانت دار لوگ وفات پانے والوں کے ایصالِ ثواب کے لیے اکٹھے ہونے کی رسم پر ہمیشہ عمل کرتے چلے آرہے ہیں۔

Marfat.com

۹۔ان میں سے کسی نے آج تک ایصالِ ثواب کے لیے اکٹھے ہونے کی رسم کا انکار نہیں کیا۔

۱۰۔لہٰذا وفات پانے والے مسلمانوں کے ایصالِ ثواب کے لیے اکٹھے ہو کر قرآن پڑھنے کی رسم پر اہلِ سنت کا اجماع چلا آ رہا ہے۔

۱۱۔اس کو محض بدعت و گناہ سمجھنے والا اہلِ سنت سے خارج بدعتی اور گمراہ ہے۔

۱۲۔چنانچہ اس سے آگے لکھتے ہیں کہ ''خلافا للمعتزلة'' (۱۲۳/۴) معتزلہ یعنی مخالفین اہلِ سنت جو اہلِ حدیثوں کی طرح اپنے آپ کو اہلِ توحید کہتے تھے، وہ اس نیک رسم کے منکر تھے جیسے آج ان کے نقشِ قدم پر چل کر وہابیوں کے دونوں گروہ دیوبندی اور اہلِ حدیث کہلانے والے اس نیک رسم کا انکار کر رہے ہیں۔

امام احمد رضا محدث وفقیہ اعظم اسلام رضی اللہ عنہ واضح فرما رہے ہیں کہ مرنے والوں کے لیے تیجہ، دسواں، چالیسواں، چھ ماہ اور سالانہ ختم دلوانا صدقات اور خیرات کرنا سارے کام شریعت کی رو سے جائز ہیں۔آپ نے اس قسم کی کوئی بات نہیں فرمائی کہ یہ کام رضائے الٰہی کے لیے کئے جائیں اور بطور رسومات کی ادائیگی کے نہ کیے جائیں کیونکہ امام علامہ جانتے تھے کہ حدیث مذکورہ کی رو سے ہر اچھے کام کی رسم کا ثواب اس کے جاری کرنے والے کو ملتا ہے اور اسے مزید ان کے برابر بھی ثواب ملتا ہے جو اس اچھی رسم پر عمل کریں گے۔ بلکہ اعلیٰ حضرت تو یہ فرما رہے ہیں کہ ''اجتماع قرآن وطعام مقبول و مسلم است'' (فتاوی رضویہ:۱۸۶/۴) یعنی میت کے ایصالِ ثواب کے لیے قرآن خوانی اور طعام پکانا دونوں کا جمع ہونا مقبول و مسلم ہے۔

Marfat.com

عدمِ ثبوت عدمِ جواز کی دلیل نہیں

اس کے بعد اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ" ومجرد عدم ورود خصوصیات را مطلقا مستلزم منع دانستن غلطی است واضح وجهلے است فاضح" (فتاویٰ رضویہ:۴/۱۸۷) محض دلیل کے نہ ملنے سے خصوصیات (خاص خاص کام مثلاً تیجہ ودسواں، چالیسواں وغیرہ) کے لیے مطلقاً مستلزم منع جاننا واضح غلطی اور شرم ناک جہل ہے۔

اعلیٰ حضرت کا مطلب یہ ہے کہ یہ جو خاص نیک کام جیسے تیجہ وغیرہ بعض مسلمانوں میں رائج ہیں یا اسی طرح کے دوسرے نیک کام ہیں بالفرض اگر ان میں سے کسی خاص کام کی کوئی دلیل نہ بھی ہو تو ان کو مطلقاً ممنوع جاننا واضح غلطی اور شرم ناک جہالت ہے کیونکہ عدمِ ثبوت اور عدمِ دلیل عدمِ جواز کی دلیل نہیں ہے یعنی کسی کام کے جائز ہونے کی دلیل نہ ہونے سے لازم نہیں آتا کہ وہ کام جائز ہی نہیں یا یہ کہنا کہ اس کام کی کوئی دلیل نہیں ملتی نہ اسے حضور اکرم ﷺ نے کیا نہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اور نہ تابعین نے کیا لہٰذا یہ کام جائز نہیں سراسر غلط اور جہالت ہے۔

اچھی رسم میں ساتھ دینا چاہیے

ہر جائز کام کے لیے منقول ہونا ضروری نہیں نیز ہر اچھی رسم و روایت میں لوگوں کا ساتھ دینا چاہیے چنانچہ حجۃ الاسلام امام محمد غزالی علیہ الرحمۃ (م ۵۰۵ھ) فرماتے ہیں بعض اوقات قرآن کی تلاوت یا کسی اچھی بات کے سننے پر بعض اہل اللہ وجد میں آجاتے ہیں اور کھڑے ہوجاتے ہیں اسے دیکھ کر مجمع کے لوگ بھی کھڑے ہوجاتے

Marfat.com

ہیں پھر اگر صاحب وجد وجدانی حالت میں سر سے پگڑی اتارتے ہیں تو اس کے اس نیک حال و ذوق میں شرکت کے لیے حاضرین بھی اپنے سروں سے پگڑیاں اتار دیتے ہیں ایسی حالت میں کسی شخص کو ان کی مخالفت نہیں کرنا چاہیے بلکہ ان کا ساتھ دینا چاہیے اس کے بعد ان کے الفاظ یہ ہیں انہیں دیوبندی وغیرہ وہابی حضرات غور سے ملاحظہ فرمائیں۔

ولكل قوم رسم ولا بدمن مخالقة الناس باخلاقهم كماورد فى الخبرلا سيما اذا كانت اخلاقا فيها حسن العشرة والمجاملة وتطيب القلب باالمساعدة وقول القائل ان ذلك بدعة لم يكن فى الصحابة فليس كل مايحكم بباحته منقولا عن الصحابة رضى الله عنهم وانما المحذورارتكاب بدعة تراغم سنة ماثورة ولم ينقل النهى عن شئى من هذا" (احیاء العلوم:۲/۳۰۱) اور ہر قوم کی ایک رسم ہوتی ہے اور لوگوں کی جائز رسومات وعادات اور طریقوں میں شرکت ضروری ہے جیسا کہ حدیث میں ہے خصوصاً ان رسومات وعادات میں جن میں ایک دوسرے کے ساتھ تعلقات اچھے ہوتے ہوں اور باہمی نیکی ورواداری میں اضافہ ہوتا ہو اور ایک دوسرے کی مدد سے ہی دلجوئی ہوتی ہے اور کسی کا یہ کہنا کہ یہ کام بدعت ہے یہ صحابہ کے زمانہ میں نہ تھا درست نہیں کیونکہ ہر وہ کام جس کو جائز کہا جائے ضروری نہیں کہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ومروی ہو ممنوع تو وہی بدعت ہے جو حضور ﷺ سے منقولہ سنت کو مٹا دے اور یہ بات جو میں نے کی اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے کوئی ممانعت منقول نہیں ہے لہٰذا یہ جائز ہے۔

Marfat.com

فوائد عبارت امام غزالی

حجۃ الاسلام امام محمد غزالی (م ۵۰۵ھ) رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ بالا عبارت سے درج ذیل مسائل اور فوائد حاصل ہوئے۔

۱۔ ہر قوم کی ایک اپنی رسم و عادت ہوتی ہے یا رواج ہوتا ہے۔

۲۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں کے رسم و رواج اور طور و طریقوں میں شامل ہوا کرو۔ (رواہ الحاکم من حدیث ذاری)

۳۔ کسی رسم و رواج کو محض اس لیے ممنوع ٹھہرانا کہ وہ حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرام سے منقول نہیں یا ان سے اس کا ثبوت نہیں، درست نہیں (امام صاحب نے لفظ رسم لکھا ہے) معترض صاحب اس پر غور فرمائیں جو اپنے اعتراض میں لکھ رہے ہیں کہ کسی نیک کام کو اخلاص سے کیا جائے بطور رسم کے نہ کیا جائے۔ امام غزالی کے لفظ "رسم" سے معترض صاحب کے خیال کا باطل ہونا واضح ہو گیا۔

۴۔ ہر جائز کام کے لیے اس کا صحابہ سے منقول ہونا یا ان سے اس کا ثابت ہونا ضروری نہیں۔

۵۔ بدعت وہ ممنوع ہے جو سنت ماثورہ سے متصادم ہو وہ بدعت ممنوع نہیں جس کا ثبوت نہ ہو۔

۶۔ اس کے بعد امام غزالی فرماتے ہیں "اذالم یثبت فیه نهی عام فلاتری به باسا" (احیاء العلوم: ۲/ ۳۰۱) جب تک کسی کام کے بارے میں عام ممانعت نہ ہو، ہم اس کے کرنے میں کوئی حرج نہیں جانتے۔

84299

Marfat.com

امام صاحب اس کے بعد فرماتے ہیں کہ نہی (ممانعت) بھی ایسی ہو کہ اس میں تاویل کی بھی گنجائش نہ ہو۔ "ورد فیه نهی لایقبل التاویل" (احیاء العلوم:۲/۳۰۱) یعنی اس میں ایسی ممانعت وارد ہو جو تاویل کو قبول نہ کرے (جسے صریح ممانعت کہتے ہیں اور صریح قابلِ تاویل نہیں ہوتا)۔

اہم سبق

حجۃ الاسلام امام غزالی علیہ الرحمۃ کے اس فرمان میں علماء کے لیے اور مبلغین کے لیے دو اہم سبق ہیں ایک یہ کہ جب تک کسی کام سے شریعت منع نہ کرے اس سے نہ روکا جائے دوسرا یہ کہ شریعت نے جس لفظ یا صیغہ سے اس کام سے منع کیا ہو ضروری ہے کہ وہ لفظ یا صیغہ صریح ہو اور صریح اس کو کہتے ہیں جس میں کسی طرح کی تاویل یا توجیہہ کا کوئی احتمال یا پہلو نہ نکلتا ہو۔

اس سے ثابت ہوا کہ تیسرے، دسویں، چالیسویں، چھ ماہ یا سال بعد ختمِ قرآن کرانا صدقہ وخیرات کرنا اس پر فاتحہ شریف پڑھ کر اسے حاضرین میں تقسیم کرنا اس طریقہ ایصالِ ثواب کے خلاف جناب معترض مولوی صاحب کو شریعت میں ممانعت کا ایسا کوئی صیغہ ملے تو براہ کرم اس کی نشاندہی فرمائیں ورنہ اپنی بدعقیدگی سے تائب ہو کر صحیح العقیدہ اہلِ سنت میں سے ہو جائیں۔

روز اول سے ساتویں روزہ تک صدقہ مستحب ہے

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ (م ۱۰۵۲ھ) اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں "مستحب است که تصدق کرده شوداز میت بعد

Marfat.com

رفتن اواز عالم تاهفت روزو تصدق از میت نفع میکند اورابے خلاف میان اهل علم(اشعۃ اللمعات :۱/۷۱۷، باب زیارۃ القبور) یہ ثواب کا کام ہے کہ کسی کے اس دنیا سے روانگی کے بعد اس کی طرف سے صدقہ وخیرات کی بجائے روز اول سے لے کر سات روز تک صدقہ (وخیرات) کیا جائے اور صدقہ میت کو نفع پہنچا تا ہے اور اس میں اہلِ علم کا کوئی اختلاف نہیں پھر فرماتے ہیں کہ اس سلسلے میں خصوصاً بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔

دعا وصدقہ سے میت کو نفع پہنچتا ہے

بلا شبہ زندوں کی دعا سے مردوں کو نفع پہنچتا ہے یہ اہلسنّت کا اجماعی مسئلہ ہے۔ جیسا کہ امام علامہ عمر بن محمد النسفی ابو حفص (م ۵۳۷ھ) عقائد نسفیہ پھر امام علامہ سعد الدین تفتازانی (م ۷۹۲ھ) اس کی شرح میں فرماتے ہیں "(وفی دعاء الاحیاء للاموات وتصدقهم) ای تصدق الأحياء (عنهم) ای عن الاموات (نفع لهم) ای للاموات خلافا للمعتزلة (الی ان قال) ولنا ماورد فی الاحادیث الصحاح من الدعاء للاموات خصوصا فی صلوٰة الجنازة وقد توارثه السلف فلولم یکن للاموات نفع فیه لما كان له معنی" (شرح عقائد:۱۵۰) زندہ لوگ جو مردوں کے لیے دعا کرتے اور انکے ایصالِ ثواب کے لیے صدقہ وخیرات کرتے ہیں اس سے مردوں کو نفع ہوتا ہے۔ معتزلہ اس کے منکر ہیں اور ہماری دلیل وہ حدیثیں ہیں جو صحاح ستہ میں زندوں کی مردوں کے لیے دعا کے سلسلے میں مروی ہیں خصوصاً نمازِ جنازہ میں اور یہ سلف سے تواتر سے چلی آرہی ہے اگر

Marfat.com

زندہ کی دعا سے میت کو نفع نہ ہوتا تو نمازِ جنازہ بے معنی ہوتی ہے۔

اس سے ایک تو یہ واضح ہوا کہ زندہ لوگ جو مردوں کے لیے دعائیں کرتے ہیں اوران کے لیے صدقات وخیرات کرتے ہیں اہلِ سنت کے نزدیک ان کی یہ رسم بلاشبہ صحیح ہے اور درست ہے اس کے منکر معتزلہ اور آج کے وہابی، یعنی دیوبندی اور اہلِ حدیث کہلاتے ہیں۔ دوسرا یہ کہ نمازِ جنازہ میں بھی تو دعا ہے اگر زندوں کی دعاؤں سے میت کو نفع نہ پہنچتا تو نماز جنازہ بے معنی ہو کر رہ جاتی۔

جس کی نمازِ جنازہ ایک سو مسلمان پڑھیں وہ بخشا گیا

صحیح مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "**مامن میت تصلی علیه امة من المسلمین یبلغون مائة کلهم یشفعون له الا شفعوا فیه** "(صحیح مسلم:۱/۳۰۸) جس مسلمان میت پر مسلمانوں کا یک گروہ نمازِ جنازہ پڑھے جن کی تعداد ایک سو کو پہنچتی ہو سب کے سب اس کی بخشش کی دعا کریں تو اس کے بارے میں انکی دعا قبول ہی کی جائے گی۔

اس کے بعد ہی دوسری حدیث میں ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا صاجزادہ قدیہ یا عسفان کے مقام پر فوت ہو گیا تو آپ نے حضرت کریب سے فرمایا کہ دیکھو کتنے لوگ جمع ہو چکے ہیں۔ کریب کہتے ہیں میں نے نکل کر دیکھا تو کچھ لوگ جمع ہو چکے تھے تو میں نے آپ کو ان کے جمع ہونے کی خبر دی۔ آپ نے فرمایا کہ تمہارے سمیت ان کی تعداد چالیس ہوگی؟ میں نے عرض کی ہاں۔ فرمایا اب اسے لے چلو کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ ﷺ فرماتے تھے "مامن رجل

Marfat.com

مسلم یموت فیقوم علی جنازته اربعون رجلا لا یشرکون با للہ شیئا الا شفعهم الله فیه'' کوئی بھی مسلمان مرے اور اس کی نمازِ جنازہ چالیس صحیح العقیدہ مسلمان پڑھیں تو ضرور اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں ان کی دعائے بخشش قبول فرماتا ہے۔

مسلمان کون ہیں؟

اوپر کی حدیث میں لفظ ''مسلمین'' اور اس کے بعد والی حدیث میں لفظ ''لا یشرکون باللہ'' سے صحیح العقیدہ مسلمان مراد ہیں وہ کلمہ گو نہیں جن کے عقائد اللہ تعالیٰ ورسول اللہ ﷺ اور آپ کے جملہ صحابہ کرام اور اہلِ بیت عظام کی شان میں بے ادبی اور توہین آمیز ہیں۔ ایسے لوگوں کی دعائے بخشش کہاں قبول ہوگی بلکہ ایک صحیح العقیدہ سنی مسلمان کی نمازِ جنازہ میں ایسے لوگوں کی شمولیت ہی درست نہیں ہے۔

صحیح ترمذی کی حدیث میں ہے کہ حضرت مالک بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ جب کسی کی نمازِ جنازہ پڑھاتے اور لوگوں کی تعداد تھوڑی محسوس کرتے تو ان کی تین صفیں بناتے پھر فرماتے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''من صلی علیه ثلاثة صفوف فقد وجب'' (صحیح الترمذی:۱/۱۲۲) جس کی نمازِ جنازہ تین صفیں پڑھیں اس کی بخشش ہوگی۔

یہ حدیث سنن ابوداؤد میں بھی ہے اس میں ثلاثہ صفوف من المسلمین کا لفظ ہے یعنی جس کی نمازِ جنازہ مسلمانوں کی تین صفیں پڑھیں۔ لفظ اوجب، ایجاب مصدر سے ماضی معروف ہے اس کا فاعل ذل الفعل مقدر ہے یعنی مسلمان میت پر مسلمانوں کی تین صفوں کے نمازِ جنازہ پڑھنے کے فعل نے اللہ پر اس کی بخشش واجب کردی یعنی

Marfat.com

اس کی بخشش اس کے ذمہ کرم میں ہوگئی ورنہ اللہ تعالیٰ پر تو کوئی چیز واجب نہیں ہے۔
امام بدرالدین عینی اس حدیث کی شرح میں امام طبری کے حوالے سے لکھتے ہیں انہوں نے فرمایا "ینبغی لاھل المیت اذالم یخشوا علیه التغیر ان ینتظروا به اجتماع قوم حتی یقوم منهم ثلاثة صفوف لهذا الحدیث" (عمدۃ القاری:۸/۱۱۵) اگر میت کے وارث اگر اس کے تغیر کا اندیشہ نہ کریں تو مستحب ہے کہ لوگوں کے جمع ہونے کا انتظار کریں تا کہ (بڑی) تین صفیں ہو جائیں اس حدیث کی وجہ سے

تطبیق احادیث ثلاثہ

ان تینوں حدیثوں میں جو اختلاف آیا ہے کہ ایک میں سو کا ذکر ہے ایک میں چالیس کا اور ایک میں تین صفوں کا جبکہ ایک صف دو شخصوں سے بھی بن جاتی ہے۔
"واقل الصف ان یکون اثنین" (مرقاۃ:۲/۳۶۹)
یہی وجہ ہے کہ جب کوئی نمازی آدمی اکیلا ہو تو اگلی صف میں سے ایک کو پیچھے کر کے اپنے ساتھ کھڑا کرلے تا کہ صف بن جائے۔ اس صورت میں چھ آدمیوں میں سے تین صفیں بن جائیں گی۔ اس اختلاف کو امام نووی علیہ الرحمۃ نے یوں رفع کیا ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی امت کے مرنے والوں کی بخشش کیلئے اس کی نمازِ جنازہ پڑھنے والوں کی تعداد ایک سو بیان فرمائی پھر حضور ﷺ کے وسیلہ مبارک سے ان کی تعداد کم فرما کر چالیس کردی پھر حضور ﷺ کے وسیلۂ جلیلہ سے مزید کرم کرتے ہوئے تین صفوں کا ارشاد فرمایا (گویا جس کی نمازِ جنازہ چھ صحیح العقیدہ مسلمان بھی ادا کریں

Marfat.com

اس کی بخشش ہوگئی)''۔ (صحیح مسلم شرح امام نووی:۱/۳۰۸)

ایک حدیث میں تو یہاں تک فرمایا کہ اگر کسی مرنے والے کے حق میں صحیح العقیدہ مسلمان اچھے تاثرات کا اظہار کریں اور اس کی اچھائی بیان کریں تو اس کی بھی بخشش ہو جاتی ہے۔

ایک حدیث میں حضرت انس بن مالک ﷺ فرماتے ہیں کہ ایک جنازہ گذرا تو صحابہ نے اس کی تعریف کی تو نبی ﷺ نے فرمایا ''وجبت وجبت وجبت'' کہ اس کے لیے جنت واجب ہوگئی واجب ہوگئی واجب ہوگئی پھر دوسرا جنازہ گذرا تو صحابہ نے اس کی برائی بیان کی (مرنے کے بعد کافر اور فاسق ملعون اور بدعقیدہ کی برائی بیان کرنا جائز ہے تاکہ لوگ اس کے چھوڑے ہوئے برے اثرات سے بچیں) تو آپ ﷺ نے فرمایا اس کے لیے دوزخ واجب ہوگئی۔ پھر صحابہ کرام کے سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا ''انتم شهداء الله في الارض انتم شهداء الله في الارض انتم شهداء الله في الارض'' (صحیح مسلم ج ا ص ۳۰۸) تم زمین میں اللہ کے گواہ ہو تم زمین میں اللہ کے گواہ ہو تم زمین میں اللہ کے گواہ ہو۔

امام نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ یہ فضیلت صحابہ کرام ہی سے مخصوص نہیں بلکہ ہر صحیح العقیدہ مومن صالح کے لیے ہے۔ ''المختار انه على عمومه واطلاقه الخ'' کہ مذہب مختار یہی ہے کہ یہ حکم ہر مومن صالح کے لیے عام ہے پھر فرماتے ہیں۔

''کسی مسلمان کی وفات ہوئی پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں یا ان کے بزرگوں کے دل میں اس مرنے والے کی تعریف وتوصیف ڈال دی جسے وہ اس کے حق میں اپنی

Marfat.com

زبانوں پر لائے تو یہ چیز اس بات کی دلیل ہوگئی کہ وہ شخص جنت والوں میں سے ہے "سواء کانت افعاله تقتضی ذلک ام لا" خواہ مرنے والے کے اعمال اس کے جنتی ہونے کا تقاضا کرتے ہوں یا نہ کیونکہ اگر کسی کے عمل اس کے جنتی ہونے کے متقاضی نہ ہوں تو وہ تو ویسے ہی مومن ہونے کی وجہ سے قابل بخشش ہے ضروری نہیں کہ اللہ اسے عذاب دے۔ تو جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کے دل میں اس کے حق میں نیک خیال ڈالا یا جس کا انہوں نے اپنی زبانوں سے اظہار کیا تو اس سے ہمیں اس بات کی دلیل مل گئی کہ اللہ تعالیٰ اسے بخشنا چاہتا ہے جبھی تو اس نے اپنے صالح بندوں سے اس کی تعریف کرائی اور اس کے قابل بخشش ہونے کی گواہی دلوائی اس سے اس کے حق میں صالحین کے اچھے کلمات کہنے کا فائدہ ظاہر ہوگیا۔ اور نبی کریم ﷺ کا فرمان کہ اس کے لیے جنت واجب ہوگئی اور تم زمین میں اللہ کے گواہ ہو اگر اسے اس صورت میں ہی مفید ہو کہ اس کے اعمال اچھے ہوں اور اس کے جنتی ہونے کے متقاضی ہوں پھر تو اس کے حق میں صالحین کی گواہی دینے اور اس کی تعریف کرنے کا کوئی فائدہ ہی نہ ہوا جب نبی ﷺ اس کا فائدہ بتا چکے ہیں"۔ (شرح مسلم ۱/ ۳۰۸)

اعتراض اور اس کا جواب

اعتراض یہ ہے کہ صحیح بخاری وغیرہ میں آیا ہے کہ مرنے والوں کو برا نہ کہو لیکن صحابہ کرام نے برا کہا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ نے ان مرنے والوں کو برا کہنے سے منع فرمایا جو کافر نہ ہوں منافق نہ ہوں مرتد نہ ہوں، شریعت کی علانیہ خلاف ورزی کرنے والے نہ ہوں، بدمذہب اور غلط عقیدہ رکھنے والے نہ ہوں، اگر ایسے ہوں تو

Marfat.com

ان لوگوں کی برائی بیان کرنا حرام نہیں۔ چنانچہ امام نووی فرماتے ہیں " فلا یحرم ذکر هم بالشر للتحذیر من طریقتهم و من الاقتداء باثارهم والتخلق باخلاقهم " (۳۰۸/۱) ایسے لوگوں کی برائی بیان کرنا حرام وناجائز نہیں ہے تاکہ ان کی برائی بیان کر کے لوگوں کو ان کے طریقہ اور اعمال وعقائد اور ان کی عادات کو اختیار کرنے سے ڈرایا جائے۔

غرضیکہ اللہ کے نیک بندوں کی دعائیں تو کجا ان کی مبارک زبان پر میت کے حق میں نکلنے والے کلمات بھی اس کی بخشش کا ذریعہ ہیں۔ تو کسی کے مرنے کے بعد ایسے نیک لوگوں کا اس کے ہاں جمع ہونا، پھر قرآن وکلمات طیبات کا پڑھنا اور سورۂ اخلاص تین بار پڑھنا جس سے پورے قرآن کے ختم کا ثواب ملے اور فاتحہ کا پڑھنا جسے ام القرآن کہا گیا ہے اور مالی صدقات کھانا وغیرہ جیسے ہدایہ وعینی کے حوالہ سے گزرا ہے اس کے ساتھ شامل کر لیا گیا تا کہ میت کو ہر قسم کی عبادت کا ثواب ملے نور علی نور یا سونے پر سہاگہ ہی قرار پائے گی جیسا کہ امام غزالی کے حوالے سے گذرا کہ جو چیزیں الگ الگ جائز ہیں ان کا مجموعہ بھی جائز ہے۔

مالی صدقہ کی فضیلت

مالی صدقہ کی فضیلت اس حدیث سے ظاہر ہے جسے امام ابوداؤد اور امام نسائی نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ ان کی والدہ کا انتقال ہو گیا ہے اس کے لیے کونسا صدقہ افضل ہے؟ فرمایا " پانی " تو انہوں نے کنواں کھودا اور کہا کہ یہ کنواں " ام سعد (سعد کی ماں)

Marfat.com

کے (ایصالِ ثواب کے) لیے ہے۔ اس لیے ختم فاتحہ میں پانی کو بھی شامل کیا جاتا ہے۔ حضور ﷺ نے ان کو پانی کا اس لیے مشورہ دیا کہ مدینہ منورہ میں ان دنوں پانی کی قلت تھی۔ یہاں سے معلوم ہوا صدقات وخیرات کرنے والوں کو علماء دین کے مشورے سے ہی صدقہ وخیرات کی جنس کا تعین کرنا چاہیے۔

دعا اور صدقہ

بزرگوں کی دعا اور مالی صدقہ جمع کرنا دفع بلاء کا سبب ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے ''الدعاء یرد البلاء والصدقة تطفئی غضب الرب'' (شرح عقائد مصری ۱۵۰) کہ صدقہ بلاء کو دفع کرتا ہے اور صدقہ اللہ کی ناراضگی کو بجھاتا ہے۔

لہٰذا صالحین سے دعا کرانا اور فقراء وغرباء و مستحقین کو صدقہ دینا یا دونوں عبادتوں کو جمع کرنا سب سے بہتر ایصالِ ثواب ہے۔ صالحین کی دعا سے مصیبت کا دفع ہونا بخاری ومسلم کی حدیثوں سے ثابت ہے اور اسے امام ابوالشیخ وامام ابن حبان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے انہی مذکورہ بالا الفاظ کے ساتھ روایت کیا اور امام حاکم نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ اور امام بزار وطبرانی نے اوسط میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً روایت کیا کہ دعا سے ہر اس مصیبت میں نفع ہوتا ہے جو نازل ہوچکی یا نازل نہیں ہوئی ایک حدیث میں ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے ہی قضاء ٹلتی ہے اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنا بری موت کو دفع کرتا ہے یعنی اللہ کی راہ میں خرچ کرنا آخرت کے عذاب سے بچاتا ہے اور صدقہ کرنے والے کو دنیا میں پاکیزہ حیات نصیب ہوتی ہے (تعلیقات النبر ا س ۵۸۱)

Marfat.com

صحیح مسلم کی حدیث شریف میں ہے کہ جب انسان کا دنیا میں انتقال ہوتا ہے تو اس کے عمل جو وہ کرتا تھا رک جاتے ہیں مگر اسے تین کا ثواب پہنچتا رہتا ہے ایک صدقہ جاریہ (جیسے مسجد، مدرسہ، کنواں، نلکا، درخت کا سایہ اور سڑک وغیرہ، مگر دینی مدرسہ پر خرچ کا سب سے زیادہ ثواب ہے کیونکہ اس سے امت میں دین کا شعور بیدار ہوتا ہے جس سے انہیں نیکی اور بدی کی تمیز آجاتی ہے اور یہ رسول اللہ ﷺ کا مشن تھا جیسا کہ حدیث میں انما انا بعثت معلما (کہ مجھے تو قرآن وسنت اور دین کے علم کو فروغ دینے کے لیے بھیجا گیا ہے) اور علم جس سے لوگ فائدہ اٹھائیں جیسے اپنے علم سے یا وسائل سے علماء پیدا کرنا دینی کتابیں چھاپنا اور چھپوانا یعنی قرآن وحدیث اور اسلامی کتابیں تصنیف کر جانا یا اپنے وسائل سے تصنیف کرا جانا جیسے پہلے زمانہ کے امراء و بادشاہ علماء سے کتابیں تصنیف کراتے اور انہیں تمام وسائل فراہم کر کے دنیا کے افکار سے بے نیاز کر دیتے اور علماء اپنی تصانیف میں ان کا ذکر کرتے۔ فتاویٰ عالمگیری، اورنگ زیب عالمگیر نے تو نہیں لکھا یہ علماء ہی نے لکھا ہے جنہیں عالمگیر نے ہر سہولت و آرام پہنچا کر ان سے وہ دینی خدمت لی کہ علماء نے از راہ تشکر فتاویٰ کا نام ہی عالمگیر کے نام پر ''فتاویٰ عالمگیری'' رکھ دیا، صدیاں گزرنے کے باوجود بادشاہ عالمگیر کا نام اس فتاویٰ کی برکت سے زندہ ہے اور قیامت تک زندہ رہے گا اور اس کو پڑھنے والے بے ساختہ اس مرحوم بادشاہ کے لیے دعائیں کرتے ہیں اس نے یہ کام نمائش یا شہرت کے لیے نہیں کرایا بلکہ آنے والی نسلوں سے دعائیں لینے کے لیے کرایا حدیث میں ہے کہ ''انما الاعمال بالنیات'' کہ ہر شخص کو اس کی نیت کا پھل ملے گا ۔شہرت کی نیت کی تو شہرت ملے گی ثواب نہ ملے گا اور ثواب ودعاؤں کے حصول کی

Marfat.com

نیت کی تو ثواب و دعائیں ملیں گی مگر شہرت تو خود ہی ہو جائے گی اس سے اس کے ثواب میں فرق نہ آئے گا کیونکہ اس نے شہرت کی نیت تو کی ہی نہ تھی) یا اپنے پیچھے نیک صالح اولاد چھوڑ جانا (صحیح مسلم)

زندوں کی دعا سے مردوں کو فائدہ پہنچنے کا قرآن سے ثبوت

امام جلال الدین سیوطی (م ۹۱۱ ھ) فرماتے ہیں کہ "**وقد نقل غیر واحد الاجماع علی ان الدعاء ینفع المیت**" (شرح الصدور ص ۱۲۷) متعدد علماء نے اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ زندہ کی دعا سے میت کو فائدہ پہنچتا ہے۔

اور اس کی قرآن کریم سے دلیل سورۂ حشر کی یہ آیت ہے "**والذین جآ ؤا من بعدھم یقولون ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان**" (آیت: ۵۹، ۱۰) اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ زندہ لوگوں کا مرنے والے کے لیے استغفار کرنا دعا کرنا (دونوں کے لیے) نفع بخش ہے اور **قول معروف صدقة** فرمان پاک کی رو سے کلمات، طیبات، تلاوتیں، تسبیحات وغیرہ سب صدقہ کی تعریف میں داخل ہیں لہٰذا سب کا ثواب یقیناً پہنچتا ہے۔

باپ کے لیے بیٹے کی دعاء و استغفار

امام بیہقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م ۴۵۸ ھ) اپنی سنن میں اور امام طبرانی اوسط میں سندوں کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ

Marfat.com

تعالیٰ جنت میں اپنے صالح بندے کے درجے بلند کرتا ہے بندہ پوچھتا ہے یا اللہ میرے درجے کس کے عمل سے بلند ہو رہے ہیں؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "باستغفار ولدک لک وبدعاء ولدک لک" کہ تیرے بچے (لڑکے یا لڑکی) کی تمہارے لیے بخشش کی دعا کرنے کی وجہ سے (شرح الصدور ص ۱۲۷)

ایک حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن پہاڑوں کی طرح نیکیاں آدمی کے پیچھے پیچھے ہوں گی وہ حیران ہو کر عرض کرے گا اے اللہ میرے اس قدر نیکیاں کہاں سے آئی ہیں؟ فرمائے گا تیرے بچے کی تیرے لیے دعاء واستغفار کی وجہ سے (ص ۱۲۷)

میت کی مثال

امام بیہقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شعب الایمان اور امام دیلمی رحمۃ اللہ علیہ (م ۵۰۹ ھ) کی فردوس الاخبار میں حضرت عبداللہ بن عباس ﷺ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قبر میں میت کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی پانی میں ڈوبنے والا کسی کو مدد کے لیے پکارے وہ قبر میں انتظار میں ہوتا ہے کہ اس کا باپ یا ماں یا بچہ یا کوئی مخلص دوست اس کے لیے بخشش کی دعا کرے تو جب کوئی اس کے لیے بخشش کی دعا مانگتا ہے اور وہ دعا اسے پہنچتی ہے تو وہ دعا اسے دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے سے بڑھ کر عزیز ہوتی ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ زمین پر بسنے والوں کی دعا سے اہلِ قبور کو پہاڑوں کی طرح اجر بھیجتا ہے۔ اور بلاشبہ مردوں کے لیے زندوں کی طرف سے ہدیہ ان کے لیے دعائے بخشش ہے (شرح الصدور ۱۲۷)

امام ابو قلابہ سے ایک قبر والے کی گفتگو

امام ابن ابی الدنیا جلیل القدر تابعی حضرت امام ابو قلابہ عبداللہ بن زید بصری

Marfat.com

علیہ الرحمۃ (م ۱۰۷ھ) سے باسند روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ شام سے بصرہ آرہا تھا تو میں رات بسر کرنے کے لیے ایک کھائی میں اترا میں نے وضو کیا اور دو رکعت نفل پڑھے وہاں ایک قبر تھی میں اس پر سر رکھ کر سو گیا پھر بیدار ہوا تو اچانک قبر والے صاحب کو دیکھا جو مجھ سے شکوہ کرنے اور کہنے لگے کہ تم نے میری قبر پر سر رکھ کر سونے سے رات بھر مجھے تکلیف دی۔ پھر فرمایا کہ تم لوگ (عمل کی قدر) نہیں جانتے اور ہم جانتے ہیں لیکن عمل نہیں کر سکتے پھر فرمایا کہ یقین کیجئے کہ آپ نے دو رکعت نفل پڑھے وہ دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے اس سے بہتر ہیں۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ دنیا والوں کو (جو ہمارے لیے دعا کرتے ہیں) بہتر جزا دے ان کی دعاؤں سے ہمارے پاس پہاڑوں کی طرح نور آتا ہے (شرح الصدور ص ۱۲۸)

اس مستند واقعہ سے کئی ایک مسائل معلوم ہوئے ایک یہ کہ اہلِ قبور میں سے اللہ کے مقبول بندے اپنی مثالی صورت میں قبروں سے باہر بھی تشریف لاتے ہیں۔

دوسرا یہ کہ اگر چاہیں تو زندوں سے باتیں بھی کر سکتے ہیں۔

تیسرا یہ کہ قبروں پر پاؤں رکھنا یا ان پر سر رکھنا یا ٹیک لگانا منع ہے۔

چوتھا یہ کہ زندوں کو اہلِ قبور کے لیے عمل کرتے رہنا چاہیے۔

پانچواں یہ کہ دو رکعت نفل دنیا و مافیہا سے بہتر ہیں۔

چھٹا یہ کہ اہلِ قبور اپنی قبروں میں زندہ ہیں کیونکہ روح کو موت نہیں اور سب کرشمے روح ہی کے ہیں۔ اس لیے حدیث میں ہے کہ قبر والے اپنی قبر میں دفنا کر واپس آنے والوں کے جوتوں کی آواز تک کو سن رہا ہوتا ہے۔ بلاشبہ وہ سنتے، جانتے، پہچانتے اور سلام کا جواب دیتے ہیں۔

Marfat.com

مالک بن دینار سے حضور ﷺ کی خواب گفتگو

امام ابن النجار نے اپنی تاریخ میں حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہ سے روایت کی فرمایا کہ میں جمعہ کی رات کو ایک قبرستان میں داخل ہوا تو میں نے اس میں ایک عظیم نور جگمگاتا دیکھا تو بے ساختہ میری زبان سے نکلا، لا الہ الا اللہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اس قبرستان والوں کو بخش دیا، تو اچانک غیب سے دور سے آواز آئی کوئی کہنے والا کہہ رہا تھا۔ ''اے مالک بن دینار! یہ زندوں کی طرف سے اپنے قبرستان والے مردہ بھائیوں کے لیے تحفہ آیا ہے، میں نے کہا تجھے اس ذات کی قسم جس نے تجھے بولنے کی توفیق دی، مجھے یہ بتاؤ کہ یہ کیسا تحفہ ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ایک مسلمان بھائی آج رات کو اٹھا اور اچھی طرح وضو کیا اور دو رکعت نفل پڑھے، جن میں اس نے سورۂ فاتحہ کے بعد ایک رکعت میں قل یا ایھا الکافرون اور دوسری میں قل ھو اللہ احد پڑھیں اور کہا کہ اے اللہ بے شک میں نے ان دو رکعتوں کا ثواب قبر والے مسلمانوں کو بخش دیا تو اس سے اللہ تعالیٰ نے مشرق و مغرب میں ہمیں یہ روشنی، نور، وسعت اور خوشی عطا فرمائی (یعنی مشرق سے مغرب تک کے تمام اہلِ قبور مسلمانوں کو اجر عطاء کیا یہ اس کی روشنی ہے)۔ امام مالک بن دینار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں ہر جمعہ کی رات کو اسی طرح دو رکعت پڑھتا اور ان کا ثواب تمام اہلِ قبور کو بخش دیتا ہوں، پھر میں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ اے مالک بن دینار اللہ تعالیٰ نے تجھے اس نور کی تعداد کے برابر اپنی بخششوں سے نواز، جو تم نے میری امت کو ہدیہ کیا اور ان سب کے برابر تمہارے لیے بھی ثواب فرمایا، فرمایا کہ اللہ

Marfat.com

تعالیٰ نے جنت کے ایک محل میں جس کا نام منیف ہے، تیرے لیے گھر بنایا، میں عرض کی یارسول اللہ ﷺ ''منیف'' کا کیا معنی ہے؟ فرمایا ''المطل علی اھل الجنه'' وہ ایک بلندوبالا محل ہے، جہاں سے نیچے اہلِ جنت کی طرف جھانکا کرو گے (شرح الصدور ص ۱۲۸)

فوائد

اس واقعہ صادقہ سے درج ذیل فوائد معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ یوں تو ہر وقت قبرستان جاسکتے ہیں، مگر جمعہ کی رات کو قبرستان جا کر فاتحہ خوانی کرنا زیادہ ثواب ہے۔

دوسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ کے وہ مقبول بندے جنہیں اس نے نورِ بصیرت بخشا ہے، قبرستان کی باطنی یا معنوی (روحانی) کیفیت کو دیکھ لیتے ہیں۔

تیسرا یہ کہ حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہ نورِ بصیرت رکھنے والے بزرگوں میں سے ایک بزرگ تھے۔

چوتھا یہ کہ اہلِ قبور کو بھیجا جانے والا ثواب انہیں نور کی شکل میں پہنچتا ہے۔

پانچواں یہ کہ نیکیوں کی اپنی ایک خاص شکل ہے اور وہ نورانی شکل ہے، جس قدر کسی کی نیکی میں اخلاص زیادہ ہوگا، اسی قدر اس کا نور بھی زیادہ ہوگا۔

نیکیوں کا نور

پانچواں یہ جو قرآن میں ہے کہ روزِ قیامت مسلمانوں کے آگے اور ان کے دائیں بائیں ان کا نور دوڑتا ہوگا (التحریم ۶ آیت ۸) یہ ان کے نیک اعمال کا ہی نور ہوگا۔

چھٹا یہ کہ اللہ والوں سے ہاتف غیبی (غیب سے باتیں کرنے والے ملائکہ)

Marfat.com

باتیں کرتے ہیں، جوانہی کوسنائی دیتی ہیں۔

ساتواں یہ کہ کسی کواللہ تعالیٰ کی قسم دے کربات پوچھنا جائز ہے۔

آٹھواں نماز کے لیے وضوکرتے وقت خواب اچھی طرح مکمل طور پرخیال کرتے ہوئے وضوکرنا چاہیے، بڑی خوب صورتی سے اور سنت کے مطابق کیونکہ وضوکا ایک اپنا نور ہے، وضو جس قدر مکمل اور خوب صورت طریقہ سے کیا جائے گا، اس کا نوراسی قدر زیادہ ہوگا۔

نواں یہ کہ ہر جمعرات کوسب اہلِ قبور مسلمانوں کونفلی نماز کم ازکم دورکعت کا ثوا ب ہدیہ کرنا بہترین نیکی ہے۔

دسواں یہ کہ خواب میں رسول ﷺ کی زیارت شریعہ برحق ہےاور بزرگوںؒ (یعنی صحیح العقیدہ باعمل مسلمانوں) کوہوتی رہتی ہے، بلکہ بعض کوتو بیداری میں بھی ہوتی ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا، عنقریب وہ مجھے بیداری میں دیکھے گا (الجامع الصغیر:۲/۱۷۰،بحوالہ بیہقی وابی داؤد) **اللهم ارزقنا زيارته صلى الله عليه وسلم في المنام وفي اليقظه . آمین**

اور جن کوحضور ﷺ کی زیارت ہوتی ہے، وہ واقعی حضور ﷺ ہی کی زیارت ہوتی ہے۔

گیارہواں حضرت امام مالک بن دینار خواب میں حضور ﷺ کی زیارت کی سعادت حاصل کرنے والے بزرگوں میں سے تھے۔

اطلاع اعمال امت

بارھواں یہ کہ حضور ﷺ کوامام مالک بن دینار کے اس نیک عمل کی خبرتھی اورآپ

Marfat.com

ﷺ کو اپنی امت کے اعمال کے خبر ہوتی ہے، بلکہ ان کے ظاہر اور باطن کی بھی، چنانچہ امام اہلِ سنت محبوب المومنین شیخ المحققین حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۵۲ھ) اپنے مکتوبات شریف میں سے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں۔

''وبا چندیں اختلاف وکثرت مذاهب که در علماء امت است یک کس را دریں مسئله خلافے نیست که آں حضرت صلی الله علیه وسلم بحقیقت حیات بے شائبه مجاز وتوهم تاویل دائم وباقی ست وبراعمال امت حاضر وناظرومرطالبان حقیقت راو متو جهان آنحضرت رامفیض و مربی است'' ان اختلافات اور کثرت مذاہب کے بوجود جو علماءامت میں ہیں اس مسئلہ میں کسی کو کوئی اختلاف نہیں کہ آنحضرت ﷺ کسی شائبہ مجاز اور توہم تاویل کے بغیر حیات حقیقیہ کے ساتھ زندہ اور باقی ہیں اور اپنی امت کے اعمال پر حاضر وناظر ہیں اور طالبان حقیقت اور متوجہان بارگاہِ اقدس کو فیض عطاء فرماتے اور ان کی تربیت فرماتے ہیں۔

اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر عزیزی میں ''ویکون الرسول علیکم شهیداً'' (البقرہ س۲) کے تحت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے نورِ نبوت سے اپنی امت کے ہر شخص کے بارے میں جانتے ہیں کہ میرے دین میں وہ کس درجہ پر پہنچا ہوا ہے اور اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے اور وہ کون سا حجاب ہے، جس کی وجہ سے اس کی روحانی ترقی نہیں ہو رہی، پس آپ ﷺ تمہارے گناہوں کو اور تمہارے ایمان کے درجوں کو اور تمہارے اچھے برے عمل کو اور تمہارے اخلاص ونفاق کو جانتے ہیں۔ (تفسیر عزیزی فارسی طبع دہلی ص ۵۱۸)

Marfat.com

تیرہواں یہ کہ سورۂ فاتحہ وقل یاایھا الکافرون اور سورۂ اخلاص کی بڑی برکتیں ہیں، اسی لیے مروجہ فاتحہ شریف میں ان کو بھی پڑھا جاتا ہے۔

چودھواں یہ کہ رسول اللہ ﷺ کو اپنی امت کے ہر فرد کی بخشش اور اس کے اجر وثواب کا جو اللہ تعالیٰ سے ملتا ہے علم ہوتا ہے۔

پندرہواں یہ کہ رسول اللہ ﷺ کو اپنے ہر امتی کے مقامِ جنت کا بھی علم ہے، جس پر وہ روزِ قیامت فائز ہوگا۔

سولہواں یہ کہ رسول اللہ ﷺ اس مسلمان پر خاص نظرِ کرم فرماتے ہیں، جو آپ ﷺ کی امت سے ہمدردی رکھتا ہو اور ان کی آخرت کی نجات کی فکر رکھتا ہو اور خصوصاً اہلِ قبور کے لیے بھی نیک کام کر کے اس کا ثواب ان کو بخشتا ہو۔

سترہواں یہ کہ مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ جلیل القدر تابعی ہیں، ان کی وفات ۱۲۳ یا ۱۲۷ھ میں ہوئی، انہوں نے وفات پاجانے والوں کے لیے نفلی نماز میں قل خوانی اور فاتحہ خوانی فرمائی۔ معلوم ہوا کہ قل خوانی اور فاتحہ خوانی کے لیے کسی دن کی تخصیص ضروری نہیں، خواہ پہلے دن کریں یا دوسرے یا تیسرے یا ساتویں یا چالیسویں یا سال بعد وغیرہ کسی بھی وقت اور خواہ نفلی نماز کے ساتھ کریں یا اس کے بغیر، جب محض استغفار کے ثواب کا وہ حال ہے، جو اوپر گذرا تو سورۂ فاتحہ جوام القرآن ہے اور سورۂ کافرون اور سورۂ اخلاص کے مجموعہ کے اجر وثواب کا کیا حال اور کیا شان ہوگی۔

اٹھارہواں یہ کہ حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمان "**فلم ازل اقراء هما فی کل لیلة الجمعة**" (شرح الصدور ص ۱۲۸) پس میں ہمیشہ ہر جمعرات کو یہ دو رکعت پڑھتا ہوں۔

Marfat.com

زیرِ بحث مسئلہ میں اس بات کا واضح ثبوت فراہم کرتا ہے کہ کسی بھی نیک کام کو ہمیشہ کے لیے اپنی رسم و عادت بنالینا نہ صرف جائز بلکہ ثواب ہے۔

نیک رسم کا حدیث سے ثبوت

پھر ایک حدیث میں ہے۔ "ان احب الاعمال الی اللہ ادومھا وان قل" (صحیح بخاری ونسائی ومسلم وغیرھم) کہ اللہ کے ہاں محبوب ترین وہ عمل ہے، جسے ہمیشہ کیا جائے، اگرچہ تھوڑا ہو۔ یہ حدیث نفلی کام کے بارے میں ہے، کیونکہ فرض وواجب کو تو تھوڑا یا زیادہ نہیں کیا جاسکتا، وہ تو جتنا ہے، اتنا ہی رہے گا۔ اور ہمیشہ کرنا رسم کہلاتا ہے اور دوسرے لفظوں میں اسے عادت بھی کہا جاتا ہے، اس حدیث سے واضح ہوا کہ کسی بھی نیک کام کی رسم ڈالنا اور اسے ہمیشہ کرنا، اگرچہ تھوڑا ہو ثواب ہے، لہٰذا معترض صاحب کو اپنی طرف سے یہ شرط لگانا کہ "قرآن پڑھانا اور صدقہ وخیرات درست ہے، مگر اسے رسم نہ بنایا جائے"۔ اپنی شریعت گھڑنا ہے۔

اجتماعی دعا کی فضیلت

دیوبندی حضرات سنیوں کی نیک رسومات پر تنقید کرتے ہیں، مگر اپنی رسومات کو نہ صرف جائز بلکہ انہیں بڑا درجہ دیتے ہیں، مثلاً رائے ونڈ میں ہر سال اجتماع اور اجتماعی دعا کی رسم کی ان کے ہاں بڑی فضیلت ہے، جہاں اجتماع کی کوئی شرعی وجہ بھی نہیں ہے، بلاوجہ وبلاسبب شرعی ہر سال اندرون اور بیرون ملک سے قافلے چلے آتے ہیں اور رائے ونڈ میں اکٹھے ہوتے ہیں اور وہاں قرآن وسنت کی بجائے جناب زکریا صاحب کی تصنیف فضائل اعمال یا تبلیغی نصاب کی تلاوت میں چلّے کاٹتے ہیں،

Marfat.com

پھر اجتماعی دعا کرتے ہیں، حالانکہ اس کا بظاہر کوئی شرعی سبب نہیں، مگر اہلِ سنت بزرگوں کے عرس (سالانہ ختم و فاتحہ خوانی) کے لیے یا کسی کے انتقال پر تعزیت کے لیے اکٹھے ہو کر قرآن خوانی کریں، پھر اجتماعی دعا کریں تو یہ رسم انہیں گناہ نظر آتی ہے، حالانکہ یہاں اجتماع کا ایک شرعی سبب بھی موجود ہے اور حضور اکرم ﷺ کی سنت بھی ہے کہ کسی کی وفات پر اس کے لیے فرداً فرداً دعا کرنے کے علاوہ اجتماعی طور پر بھی دعا کی جائے۔

(ا) اس سلسلے میں ایک حوالہ تو وہ ہے، جو امام واقدی علیہ الرحمۃ (م ۲۰۷ھ) نے اپنی کتاب مغازی میں روایت کیا کہ

''جنگِ موتہ جو ملک شام میں لڑی جا رہی تھی، وہاں صحابہ کرام معروفِ جہاد تھے۔ رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ (نورہا اللہ) میں تھے۔ آپ ﷺ منبر پر جلوہ فرما ہوئے، آپ ﷺ کے اور شام کے درمیان حجاب اٹھا ہوا تھا اور آپ ﷺ ان کے معرکہ جنگ کو ملاحظہ فرما رہے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اب مجاہدین اسلام کا جھنڈا حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ نے پکڑ رکھا ہے تو اس کے پاس شیطان آیا اور اس کے دل میں دنیا کی زندگی کی محبت اور موت سے نفرت، ناپسندیدگی ڈالی اور دنیا کی محبت ڈالی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے شیطان کو فرمایا کہ تو اب میرے دل میں دنیا کی محبت ڈال رہا ہے جبکہ ایمان والوں کے دلوں میں ایمان مستحکم ہو چکا ہے تو وہ آگے بڑھتے گئے حتیٰ کہ شہید ہو گئے ہیں۔ آپ ﷺ نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھی اور صحابہ سے فرمایا تم سب اس کے لیے دعائے استغفار کرو بلاشبہ وہ جنت میں داخل ہو گیا۔ وہ دوڑا جا رہا ہے۔ (اس کے بعد فرمایا) پھر اسلام کا جھنڈا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے پکڑ لیا۔ اس کے

Marfat.com

پاس بھی شیطان آیا اوراس کے دل میں بھی دنیا کی زندگی کی آرزو دلائی اور موت کی ناپسندیدگی کا خیال ڈالا اور دنیا کی آرزو۔ انہوں نے بھی شیطان کو وہی جواب دیا کہ تو اب یہ دنیا کے خیالات ڈال رہا ہے۔ جبکہ ایمان والوں کے دلوں میں ایمان مستحکم ہو چکا ہے، پھر وہ آگے بڑھے حتیٰ کہ وہ بھی شہید ہو گئے پھر حضور ﷺ نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور ان کے لیے دعا فرمائی اور صحابہ کرام سے فرمایا تم سب اپنے بھائی کے لیے دعا کرو وہ شہید ہے، وہ جنت میں داخل ہو گیا تو وہ اپنے یاقوتی بازوؤں سے جہاں چاہتا ہے جنت میں اُڑتا پھر رہا ہے''۔ (کتاب المغازی للامام محمد بن عمر الواقدی: ۷۶۲،۷۶۱/۲)

فوائد

اس حدیث سے درج ذیل فوائد حاصل ہوئے۔

۱۔ایک یہ کہ نظرِ نبوت کے آگے قریب وبعید برابر ہیں، لہٰذا دور والوں کو ایسے ملاحظہ فرماتے ہیں جیسے قریب والوں کو

۲۔کسی امتی کے دل میں جو شیطان وسوسے ڈالتا ہے حضور اکرم ﷺ ان سے بھی باخبر ہیں۔

۳۔شیطان صحابہ کرام کو بھی بہکانے پھسلانے کی کوشش کرتا تھا۔

۴۔صحابہ کرام کا ایمان مستحکم، مضبوط تھا۔

۵۔جس کا ایمان پختہ اور مستحکم ومضبوط ہو گا وہ شیطان کے بہکائے میں نہیں آئے گا۔

۶۔آخر وقت شیطان انسان کو بہکانے کی پوری کوشش کرتا ہے۔ صحابہ کرام کے براہِ راست شیخ و پیرومرشد چونکہ خود رسول اللہ ﷺ تھے اور آپ سب کچھ ملاحظہ فرما رہے

Marfat.com

تھے اور آپ کی ان کی طرف پوری توجہ تھی اس لیے وہ شیطان کے بہکانے میں نہ آسکے اس لیے ہر انسان کو خواہ مرد ہو یا عورت اپنے ایمان و دین کے تحفظ اور روحانی ترقی وحصول عرفان خداوندی (جو انسان کا مقصد ہے) کے لیے صحیح العقیدہ اہلِ سنت عالم دین جس کا ظاہر شریعت کے مطابق ہو، کا بیعت ہونا ضروری ہے جو خود بھی بیعت ہو اور اس کا سلسلہ طریقت و بیعت حضور ﷺ سے ملتا ہو اور درمیان میں کہیں کٹتا نہ ہو اور معتبر و مشاہیر اکابر نے اسے سندِ خلافت بھی عطا کی ہو۔ ایسے بزرگوں کی بیعت کے بعد سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت ہونے والے کو ایمان کی حفاظت کی ضمانت وگارنٹی دی گئی ہے۔ سیدنا غوثِ اعظم ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ نے میرے ساتھ وعدہ فرمایا کہ قادری نسبت رکھنے والوں کو دنیا سے ایمان کے ساتھ اٹھاؤں گا اگرچہ گنہگار ہی کیوں نہ ہو اسے آخر توبہ کی توفیق دوں گا۔ (بہجۃ الاسرار شریف ص ۹۹)

لہٰذا راقم الحروف اپنے تمام صحیح العقیدہ بھائیوں اور بہنوں سے جو بیعت نہیں ہوئے، ان کی بھلائی اور نجات کے لیے گذارش کرتا ہے کہ سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت ہوں تا کہ ایمان کی سلامتی کے ساتھ ہی دنیا سے رحلت کی ضمانت پائیں۔

۷۔ ساتواں یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے نمازِ جنازہ پڑھا کر دعا فرمائی اور صحابہ کرام کو بھی فرمایا کہ تم بھی اپنے بھائیوں کے لیے دعائے استغفار کرو تو اس سے نمازِ جنازہ کے بعد دعا مانگنے کا ثبوت بھی مل گیا جو لوگ اسے بدعت یا ناجائز کہتے ہیں وہ اپنی غلط فہمی دور کر لیں۔

۷۔ آٹھواں یہ کہ کسی کے مرنے کے بعد اجتماعی استغفار و دعا صحیح و مسنون ہے اور یہ کہ حضور ﷺ نے دونوں صحابیوں کی نمازِ جنازہ پڑھانے کے بعد ہی دعا مانگی تو یہ بھی رسم

Marfat.com

ہوگئی کیونکہ رسم کا یہی معنی ہے کہ ایک کام حسبِ موقع بار بار کیا جائے۔ معترض صاحب جو سوئم کی فاتحہ کو محض رسم کہہ کر ممنوع قرار دے رہے ہیں بالکل غلط ہے۔

۹۔ نواں یہ کہ رسول اللہ ﷺ کی وسعتِ نظر کا یہ عالم ہے کہ یہاں دنیا میں جلوہ گر ہوتے ہوئے جنت کو ملاحظہ فرما رہے ہوتے تھے۔

۱۰۔ دسواں یہ کہ شہید مرنے کے بعد جنت میں چلا جاتا ہے (مگر اپنے جسم عنصری وخاکی کے ساتھ قیامت کے دن ہی جنت میں داخل ہوگا)۔

(۲) مرنے کے بعد اجتماعی دعا کی اہمیت اس حدیث شریف سے بھی ظاہر ہے جسے شمس الآئمہ امام محمد بن احمد الشیبانی (م ۴۹۰ھ) رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور تصنیف ''المبسوط'' میں حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نمازِ جنازہ میں شمولیت سے رہ گئے تو جب اجتماع میں پہنچے تو لوگوں سے فرمایا کہ ''**ان سبقتمونی بالصلوٰۃ علیه فلا تسبقونی بالدعاء له**'' (المبسوط: ۲/ ۶۷ الجنائز) اگر تم نے مجھ سے پہلے ان کی نمازِ جنازہ پڑھ لی ہے تو ان کے لیے مجھ سے پہلے دعا نہ مانگنا۔

فوائد

اس حدیث سے درج ذیل فوائد حاصل ہوئے

۱۔ ایک یہ کہ جب ولی اقرب کی موجودگی میں اس کی اجازت سے ایک بار نمازِ جنازہ پڑھی جائے تو دوبارہ نہیں پڑھی جا سکتی ، ورنہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ جب پہلے شامل نہ ہو سکے تو بعد میں دوبارہ پڑھ سکتے تھے۔

Marfat.com

۲۔دوسرا یہ کہ نمازِ جنازہ کے بعد دعا مانگنا صحابہ کا معمول تھا اور یہ معمول جب ہی ہو سکتا ہے جب انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو نمازِ جنازہ کے بعد دعا مانگتے دیکھا ہو اور آپ ﷺ دعا مانگتے تھے جیسا کہ ہم اوپر واقدی کے حوالہ سے لکھ چکے ہیں۔

۳۔تیسرا یہ کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے اکیلے بھی دعا کر سکتے تھے مگر وہ جانتے تھے اکٹھے ہو کر دعا مانگنے کی زیادہ فضیلت ہے۔خدا جانے بیچ میں کون سی ایسی شخصیت ہو کہ اس کی برکت سے سب کی دعا قبول ہو اور اس سے میت کا فائدہ ہی فائدہ ہو۔

ماں باپ کی طرف سے صدقہ

قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ تذکرہ میں طبرانی کے حوالہ سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث روایت فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا "وقتیکه تصدق کندیکے از شما صدقه نفل باید که،کند آں صدقه را از پدر وما درپس باشد ثواب آں صدقه پدر ومادرش راو کم نشود از اجر او چیزے" (تذکرہ الموتی والقبور ص۴۲) جب تم میں سے کوئی صدقہ نفلی کرے چاہیے کہ اسے اپنے ماں باپ کی طرف سے کرے تو اس کے صدقہ کا ثواب اس کے ماں باپ کو پہنچے گا جبکہ خود اس کو بھی اتنا ہی ثواب ہوگا اس کے ثواب میں کوئی کمی نہ ہوگی۔

اس میں صدقہ کرنے کا ذکر عام ہے خواہ کوئی اپنے لیے کرے یا اپنے کسی وفات پا جانے والے شخص کے لیے مگر نیت صدقہ اس طرح والدین کے حق میں کرے گویا اس کے والدین صدقہ کر رہے ہیں۔پھر اس بات کی بھی کوئی شرط نہیں کسی کی وفات

Marfat.com

کے پہلے روز کرے یا دوسرے روز یا تیسرے روز وغیرہ اور یہ بھی نہیں کہ اس کے لیے کوئی دن معین نہ کرے تاکہ رسم نہ بن جائے۔ یہ تو دین وہابیہ ہے جو خود ساختہ ہے کہ نیکی کے لیے کوئی دن مقرر نہ کیا جائے ورنہ رسم بن جائے گی اور رسم منع ہے۔ وہابیوں کی اس سمجھ پر جس قدر افسوس کیا جائے کم ہے۔

نور کا طبق

حضرت قاضی صاحب تذکرہ میں اور امام جلال الدین سیوطی شرح الصدور میں طبرانی کی اوسط کے حوالہ سے حضرت انس ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ کسی بھی گھرانے میں کسی کا انتقال ہو جائے وہ اس کے مرنے کے بعد صدقہ وخیرات کریں، حضرت جبرائیل اسے نور کے ایک طبق (تھال) میں رکھ کر اس کی قبر کے کنارہ پر کھڑے ہو کر کہتے ہیں اے گہری قبر والے یہ ہدیہ تیرے لیے تیرے گھر والوں نے بھیجا ہے۔ تو تم اسے مجھ سے وصول کر لو تو وہ ہدیہ اسے مل جاتا ہے تو وہ بہت خوش ہوتا ہے اور اس کے آس پاس کے جن قبر والوں کو ان کے وارثوں کی طرف سے کوئی صدقہ وخیرات نہیں آتا وہ غمگین ہو جاتے ہیں۔ (تذکرۃ الموتی والقبور ص ۴۴، شرح الصدور ص ۱۲۹)

اس حدیث میں اس بات کا کوئی ذکر نہیں کہ بشرطیکہ وہ میت کے لیے ایسا کرنے کی رسم نہ بنالیں یا کسی ایک دن کو مخصوص ومعین نہ کریں، معترض کا اس قسم کی شرط عائد کرنا محض وہابیانہ خیال باطل ہے جس کی کوئی شرعی حیثیت نہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا عمل

امام ابن سعد حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ

Marfat.com

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی عبدالرحمٰن کے ایصالِ ثواب کے لیے ایک غلام آزاد کیا اور فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ اس کا ثواب میرے بھائی کو پہنچے گا۔ (تذکرہ ص ۴۳، شرح الصدور ص ۱۲۹)

والدین کے ساتھ بھلائی

امام بیہقی و امام اصبہانی اپنی سندوں سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اپنے ماں باپ کے انتقال کے بعد ان کی طرف سے حج کر لے (یا کسی سے کرائے) اللہ تعالیٰ اس کے صلہ میں اس کے لیے دوزخ سے آزادی لکھ دے گا اور اس کے ماں باپ کو حج کا ثواب دے گا۔ اس حدیث میں بھی ایسی کوئی قید و شرط نہیں جو معترض لگا رہے ہیں کہ وہ بار بار ایسا کر کے اسے رسم نہ بنا لیں۔ لہٰذا معترض کی یہ بات بے بنیاد ہے۔

امام ابن ابی شیبہ اپنی سند کے ساتھ حجاج بن دینار سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ماں باپ کے ساتھ بہترین نیکی یہ ہے کہ تم اپنی ہر نماز کے ساتھ ان کے لیے بھی نماز پڑھو اور اپنے روزہ (نفلی) کے ساتھ ان کے لیے بھی روزہ رکھو اور اپنے لیے صدقہ وخیرات کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے لیے بھی صدقہ وخیرات کرو۔ (التذکرۃ القاضی ص ۴۳)

اس کے بعد امام قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں

"چوں ثابت شد که ثواب عبادتی بدنی مانند نماز و روزه و حج وعبادات مالیه از صدقه و عتق و کندن چاه بمیت می رسد لهذا جمهور فقهاء حکم کرده اند که ثواب قراة قرآن و اعتکاف وغیره

Marfat.com

ہر عبادت بمیت میرسد'' جب ثابت ہوگیا کہ بدنی عبادت جیسے نماز، روزہ وحج وعبادت مالیہ مثلاً صدقہ وغلام آزاد کرنا اور کنواں کھودنا ان سب عبادتوں کا ثواب میت کو پہنچتا ہے لہٰذا جمہور فقہاء نے حکم کیا ہے کہ قرآن کی قرأۃ واعتکاف وغیرہ ہر عبادت کا ثواب میت کو پہنچتا ہے۔

اس سے واضح ہوگیا کہ جملہ عبادات کا ثواب میت کو پہنچتا ہے پھر اس میں فقہاء و علماء کرام نے ایسی کوئی شرط عائد نہیں فرمائی کہ جس سے رسم وعادت یا طریقہ نہ بنایا جائے معترض صاحب کی خود ساختہ شرط ہے بلکہ میت کو جس قدر زیادہ سے زیادہ اور بار بار ثواب پہنچایا جائے زندوں اور مردوں کے لیے حصول اجر وثواب کا عبادت ہے۔

برکت درود سے سارے قبر والے بخشے گئے

حضرت حسن بصری ﷺ سے مروی ہے کہ ایک عورت کو اس کی قبر میں عذاب ہو رہا تھا اس جگہ کے سب لوگ خواب میں اس کے عذاب کو دیکھتے تھے کچھ عرصہ بعد سب نے اسے جنت میں دیکھا تو اس نے اس کا سبب بتایا کہ ہمارے قبرستان سے ایک شخص گزرا تو اس نے فاتحہ پڑھی اور نبی ﷺ پر درود پڑھا اس کا ثواب ہم سب کو ہدیہ کردیا اور قبرستان میں پانچ سو ستر آدمی عذاب میں مبتلا تھے تو ندا آئی کہ اس شخص کے نبی ﷺ پر درود شریف پڑھنے اور اس کا ثواب قبرستان والوں کو ہدیہ کرنے کی برکت سے سب سے عذاب اٹھالو تو ہم سے عذاب اٹھالیا گیا۔ (بلوغ الامانی من اسرار الفتح الربانی: ۱۰۵/۷)

امتِ مرحومہ

امام طبرانی نے اوسط میں اپنی سند کے ساتھ حضرت انس ﷺ سے مرفوعاً حدیث

Marfat.com

روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "**امتی امة مرحومة تدخل قبورها بذنوبها وتخرج من قبور ها لاذنوب علیها تمحص عنها باستغار المؤمنین لها**" (شرح الصدور ص ۱۲۸) میری امت امتِ مرحومہ ہے اپنی قبروں میں اپنے گناہوں کے ساتھ داخل ہوگی اور زندہ مسلمانوں کے ان کے لیے دعائے استغفار کی وجہ سے وہ اپنی قبروں سے یوں نکلے گی کہ اس پر کوئی گناہ نہ ہوگا۔

الحمدللہ ثابت ہوا کہ سنی مسلمان اپنے وفات یافتہ عزیزوں کے لیے صدقے دیتے، خیراتیں کرتے، قرآن ختم کراتے، فاتحہ دلواتے اور آخر میں ایصالِ ثواب کرتے، ان کے لیے دعائے استغفار کرتے اور کراتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کے نزدیک پسندیدہ طریقہ اور اہلِ قبور کی گناہوں سے تطہیر یا ترقی کا سبب ہے۔

اچھی رسم صدقۂ جاریہ ہے

معترض صاحب تو فرماتے ہیں کہ فاتحہ کو رسم نہ بنایا جائے لیکن رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اچھی رسم صدقۂ جاریہ بن جاتی ہے۔ چنانچہ مسند امام دارمی (ج ۱، ص ۱۰۸) میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

"**اربع یعطاها الرجل بعد موته ثلث ماله اذا کان فیه قبل ذلک مطیعا لله والولد الصالح یدعوله من بعد موته وا لسنة الحسنة یسنها الرجل فیعمل بها بعد موته و المائة اذا شفعوا للرجل شفعوا فیه**" (شرح الصدور ص ۱۲۸) چار کام ہیں جن کا ثواب انسان کو اس کے مرنے کے بعد بھی دیا جاتا ہے ایک یہ کہ اس نے اپنے بعد اپنے مال کا تہائی راہِ خدا میں خرچ کرنے کی وصیت کی ہو

Marfat.com

جب کہ اس سے قبل زندگی میں وہ مال کے معاملہ میں اللہ کا فرمانبردار رہا ہو، (یعنی زکوٰۃ دیتا رہا ہو) اور نیک بچہ جو اس کے بعد اس کے لیے دعا کرتا رہے اور اچھی رسم جسے آدمی جاری کر جائے پھر اس کی موت کے بعد اس پر عمل کیا جائے اور ایک سو آدمی جب انسان کے لیے دعائے مغفرت کریں تو اس کے حق میں ان کی دعائے مغفرت قبول کی جاتی ہے۔

معترض صاحب! ذرا غور فرمائیں کہ اس حدیث میں اچھی رسم کے جاری کرنے کو صدقہ جاریہ قرار دیا گیا ہے اور اس کے بعد جو اس پر عمل کریں گے ان کو جو ثواب ملے گا ان سب کے برابر اس اچھی رسم کے جاری کرنے والے کو ملتا رہے گا۔ اس لحاظ سے بتائیں فاتحہ خوانی اچھی رسم ہے یا نہ اس میں کون سی برائی ہے۔ پھر فرمایا سو آدمی اکٹھے ہو کر دعا کریں تو ان کی دعا قبول ہو جاتی ہے، فاتحہ خوانی یا قل خوانی میں یہی تو ہوتا ہے کہ ایصالِ ثواب کے ساتھ سب سو دو سو کی تعداد میں لوگ مل کر وفات یافتہ انسان کے لیے دعائے استغفار کرتے ہیں، حدیث مذکورہ کی رو سے وہ بخشا گیا یا نہ؟ ضرور، اس لیے سنی یہ عمل اور یہ رسم کرتے ہیں، کراتے ہیں اور کراتے رہیں گے۔ البتہ دیوبندی صاحبان کو تو ضرورت ہی نہیں کہ گستاخانِ رسول کی بخشش نہیں ہو سکتی اس لیے ان کے لیے فاتحہ خوانی کرانا ان کے نزدیک کوئی فائدہ نہیں رکھتا مگر سنیوں کو چونکہ بہ وسیلہ مصطفیٰ ﷺ اللہ تعالیٰ سے امید بخشش ہے، اس لیے وہ یہ نیک رسم کرتے ہیں۔

بدعقیدہ کو ثواب نہیں پہنچتا

شرح الصدور میں ہے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ ان کے باپ عاص نے جو مشرک تھے، وصیت کی تھی کہ ان کے بعد ان کی طرف

Marfat.com

سے غلام آزاد کیے جائیں تو ہشام (میرے بھائی) نے ان کی طرف سے پچاس غلام آزاد کردیئے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا۔ اس کا ثواب اسے نہیں ملے گا۔ ''انما یتصدق و یحج ویعتق عن المسلم لو کان مسلما بلغه'' (شرح الصدور ص ۱۲۹) فرمایا کہ صدقہ کرنا، حج کرنا اور غلام آزاد کرنا یہ نیک کام تو مسلمانوں کی طرف سے کیے جاتے ہیں اگر وہ مسلمان ہوتا تو اس کا ثواب اسے پہنچتا، اب نہیں پہنچے گا اس سے واضح ہوگیا کہ نیکیوں کا ثواب ان کو ملتا ہے جو مسلمان ہوں یعنی صحیح العقیدہ ہوں، دوسروں کے لیے نہیں ہے۔

صدقہ قبر کی گرمی کو بجھاتا ہے

امام طبرانی بسند خود حضرت عقبہ بن عامر سے راوی ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''ان الصدقة لتطفى عن اهلها حر القبور'' (شرح الصدور ص ۱۲۸) یقیناً اہلِ قبور کی طرف سے اللہ کی راہ میں دینا ان کی قبر کی گرمی کو بجھاتا ہے۔

صدقہ کیا ہے؟

صدقہ کا لفظ عربی زبان کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنا، سخاوت کرنا، بعض ان پڑھ لوگوں نے صدقہ کا مطلب سمجھ لیا ہے کہ بکری کی کالی سری کسی غریب کو دے دی جائے تو اس سے مصیبت ٹل جاتی ہے۔ ان لوگوں نے صدقہ کا یہ مفہوم یا مطلب غلط سمجھا ہے صدقہ کا صحیح مطلب زکوٰۃ کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں حسب توفیق مال دینا ہے۔ صحابہ کرام اللہ کی راہ میں ہر طرح کا صدقہ دیتے تھے، جانور، غلہ، چاندی، سونا، درہم و دینار ہر شخص اپنی ہمت و توفیق کے مطابق صدقہ

Marfat.com

دے۔ بلکہ بعض صحابہ کرام نے اپنی زمینیں اور بعض نے اپنے باغ اصحاب صفہ (حضور ﷺ کے مدرسہ کے طالب علموں) کے لیے وقف کردیئے تھے تاکہ ان زمینوں اور باغوں کی آمدنی سے رسول اللہ ﷺ کے مدرسہ کی کسی طرح سے مستقل آمدنی کا ذریعہ بنا رہے اور ان کو تا قیامت اس صدقۂ جاریہ کا ثواب پہنچتا رہے اور بلاشبہ (صحیح العقیدہ اہلِ سنت وجماعت کی) دینی درسگاہیں دین کا سرچشمہ ہیں۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو ان کی فکر کرتے اور ان کے لیے مستقل آمدنی کا سوچتے اور اپنی پراپرٹی (جائیداد) یا اس میں سے معقول حصہ ضرورت مند دینی درسگاہ کے لیے ہمیشہ کے لیے وقف کردیتے ہیں، جس کا ثواب انہیں یہاں اور وہاں یعنی قبر میں تا حشر برابر پہنچتا رہے گا۔

فاتحہ پر منکرین کے اعتراضات اور ان کے جوابات

مروجہ فاتحہ پر منکرین کے اعتراضات اور ان کے جوابات عرض کیے جاتے ہیں۔

پہلا اعتراض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''کل نفس بما کسبت رهينة الاأصحاب اليمين'' (المدثر: ۳۸، ۳۹) ہر جان اپنے اعمال میں گروی ہے مگر دائیں طرف والے۔

یعنی ہر ایک شخص اپنے کیے کا پھل پائے گا صالحین کے سوا سب اپنے اعمال کی سزا بھگتیں گے کوئی کسی دوسرے کے سہارے نہیں چھوٹ پائے گا۔ کسی کی نیکی دوسرے کے کام نہیں آئے گی بلکہ اس کے اپنے ہی کام آئے گی لہٰذا کسی کو اپنی نیکیوں کا

Marfat.com

ثواب دینا یا اپنی نیکی سے دوسرے کو فائدہ پہنچانا قرآن کی اس آیت کے خلاف ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ کل نفس سے مراد نفس کافرہ ہے اور بما کسبت سے مراد اس کا کفر ہے اور اصحاب الیمین سے مراد اہلِ ایمان ہیں جیسا کہ مفسرین فرماتے ہیں مثلاً تفسیر مظہری میں ہے "یعنی الا المؤمنین فانهم غیر محبوسین فی النار ابدا بل ینجون اما بالمغفرة بعد العذاب بقدر ذنوبهم اوبلا تعذیب بالشفاعة او بمحض فضل(الله تعالیٰ) " (التفسیر المظہری: ۱۰/۱۳۱) یعنی ایمان والوں کے سوا بلاشبہ ایمان والے دوزخ میں ہمیشہ کے لیے نہیں روکے جائیں گے بلکہ وہ نجات پائیں گے یا تو بخشش کے سبب بعد اس کے کہ اپنے گناہوں کے بقدر عذاب اٹھائیں یا شفاعت کے سبب عذاب کے بغیر نجات پائیں گے یا محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے نجات پائیں گے۔

اس سے واضح ہو گیا کہ یہ آیت منکرین دعاء و فاتحہ کے لیے دلیل نہیں بنتی کیونکہ آیت سے مراد یہ ہے کہ کفار اپنے کفر کی وجہ سے ہمیشہ کے لیے دوزخ میں گروی ہوں گے جبکہ ایمان والے جنت میں ہوں گے خواہ ابتداءً یا شفاعت سے یا فضلِ خداوندی سے یا گناہوں کا عذاب بھگت کر ایمان والے کسی صورت میں بھی جہنم میں گروی نہیں ہوں گے۔ اگر کوئی جہنم میں گیا تو وہ وہاں گروی نہ ہوگا بلکہ بالآخر جہنم سے نکالا اور جنت میں داخل کیا جائے گا۔

۲۔ دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔" وان لیس للانسان الا ماسعی " (النجم: ۵۳،۳۹) نہیں انسان کے لیے مگر وہ جس کی اس نے کوشش کی۔

Marfat.com

اس سے صاف ظاہر ہے کہ انسان کو کسی اور کے عمل سے فائدہ نہیں پہنچے گا بلکہ اسے اس عمل سے فائدہ پہنچے گا جس کی اس نے خود کوشش کی اور وہ عمل اس نے خود کیا لہٰذا یہ کہنا کہ کسی کی دعا یا فاتحہ یا صدقہ وخیرات سے کسی اور کو فائدہ پہنچتا ہے قرآن کی اس آیت کے خلاف ہے اور جو چیز قرآن کے خلاف ہو وہ غلط اور ناجائز ہوتی ہے لہٰذا کسی کے مرنے کے بعد کسی کا عمل مرنے والے کے لیے مفید نہیں ہوسکتا ایسا سمجھنا کہ مفید ہوسکتا ہے ناجائز ہے۔

اس کے کئی ایک جوابات ہیں جو کئی ایک بزرگوں نے ارشاد فرمائے ہیں۔

ا۔علامہ حسین بن فضل علیہ الرحمۃ جو بڑے محدث ومفسر وفقیہ مجتہد ہوئے ہیں ان کو حسن بن فضل بن عمیر البجلی بھی کہتے ہیں معانی قرآن میں زبردست مہارت رکھتے تھے کوفی الاصل ہیں پھر نیشاپور منتقل ہو گئے ۶۵ سال تک قرآن وحدیث کا درس دیا ۲۸۲ھ میں وصال فرمایا (الاعلام للزرکلی ۲۔۲۵۱، ۲۵۲ والعبر ۲، ۶۸ ولسان المیزان ۲۔۳۰۷) فرماتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے عدل کا بیان ہے یعنی عدل یہ ہے کہ ہر شخص کو اس ہی کی نیکی کا صلہ ملے اور اسے اپنی ہی نیکی کا فائدہ پہنچے۔رہا اس کے فضل کا معاملہ تو وہ تو بہت ہی وسیع ہے وہ عدل سے نہیں بلکہ فضل سے کام لیتے ہوئے دوسروں کے عمل سے بھی مسلمان کو نفع پہنچاتا ہے۔جس قدر آیات اور احادیث ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک مومن کے صدقہ وخیرات اور دعا وغیرہ ایسی عبادات سے دوسرے مسلمان کو نفع پہنچایا پہنچتا ہے یا پہنچے گا وہ اللہ تعالیٰ کے عدل سے نہیں بلکہ اس کے فضل سے ہی ہے۔راقم کے نزدیک اس کی مثال ایسے ہے جیسے ایک شخص کچھ لوگوں کو نوکر رکھتا ہے اور اپنے دفتر میں ایک تختی لٹکا دیتا ہے جس پر لکھتا ہے کہ ہر شخص کو اس کی ہی مزدوری ملے گی۔کوئی

Marfat.com

کسی دوسرے مزدور کی مزدوری کا حق دار نہ ہوگا۔ اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ کوئی مزدور از راہ فضل وتطوع واحسان اپنی مزدوری میں سے کسی دوسرے مزدور کو کچھ دے ہی نہیں سکتا۔ البتہ اس آیت میں نفی استحقاق ہے کہ کوئی دوسرے کے عمل کا حقدار نہ ہوگا۔ اس میں نفی فضل وتطوع یا نفی احسان نہیں۔ استحقاق اور احسان دو مختلف چیزیں ہیں۔ ایک سے دوسری کی نفی لازم نہیں آتی۔ لہٰذا کہنا چاہیے کہ مالک کی طرف سے بلاشبہ یہ تحریر یا یہ اطلاع یا نوٹس اس کا عین عدل اور حق ہے۔ وہ اس پر عمل بھی کرے گا مثلاً اگر کوئی مزدور اس مالک سے کہے کہ جناب عالی! میری مزدوری جو مجھے ملے گی وہ تو ملے گی ہی مگر فلاں شخص جو میرا دوست یا رشتہ دار یا قریبی عزیز ہے اس کی مزدوری کل کی کل یا اس کا کچھ حصہ مجھے عنایت فرمادیجئے تو مالک اسے کہے گا کہ تم نے میرے دفتر کا یہ نوٹس بورڈ نہیں دیکھا اس پر کیا لکھا ہوا ہے۔ کہ ہر شخص کو اس کی ہی مزدوری ملے گی کسی دوسرے کی مزدوری پر اپنا حق نہ جتائے۔ مگر اس کے برعکس مزدوروں میں سے کوئی مزدور اگر اپنی خوشی سے اور مرضی سے اپنی کل مزدوری یا کچھ حصہ دوسرے مزدور کو یا غیر مزدور یا فلاں شخص پر احسان وکرم کرتے ہوئے اپنی یہ کل مزدوری یا اس کا اس قدر حصہ اسے دیتا ہوں براہِ کرم اسے عنایت فرمادیجئے۔ اب عقل سے کام لیتے ہوئے سوچئے کہ اگر مالک عام مالکوں کی طرح نہ ہو بلکہ ایسا کریم مالک ہو کہ اس کے کرم کی کوئی انتہا ہی نہ ہو وہ اس سے یہ نہیں کہے گا کہ ہاں میں تمہاری مزدوری اسے دے دیتا ہوں اور تم میرے ہاں سے خالی چلے جاؤ۔ بلکہ وہ کریم اور انتہائی کریم اس شخص سے یہی کہے گا کہ اے بندے تو نے اس قدر ایثار و جذبہ سے جو کام لیا ہے اس پر میں تمہیں شاباش دیتا ہوں مگر یاد رکھو کہ مجھ سے زیادہ سخی نہیں ہو۔ بلکہ میں ہی تم سے بڑھ کر سخی

Marfat.com

ہوں میں تمہارے جذبہ کی قدر کرتے ہوئے تمہاری یہ مزدوری اس کو دے دیتا ہوں مگر میں اس بات کو بھی پسند نہیں کرتا کہ تمہارا اپنا ہاتھ خالی ہو جائے۔ آخر تم بھی تو ضرورتمند ہو اور مجھے تمہاری بھی ضرورت اور احتیاج کا علم ہے لہٰذا اسی قدر مزدوری میں تمہیں اپنی طرف سے عنایت فرماتا ہوں جس قدر اپنی مزدوری تم نے اپنے بھائی کو دی ہے۔

اللہ کا نظامِ عدل

گویا **لیس للانسان الا ما سعی** کا تعلق اُس کے نظامِ عدل سے ہے کہ وہ کسی کے گناہ کا بوجھ کسی دوسرے پر نہیں ڈالتا۔ جیسا کہ اس کا فرمان ہے۔

"**ولاتکسب کل نفس الا علیھا ولا تزروازرۃ وزراخرٰی**" (الانعام:۱۶۴)

اور جو کوئی کچھ (گناہ) کمائے وہ اسی کے ذمہ ہے اور کوئی بوجھ اُٹھانے والی جان دوسری جان کا بوجھ نہیں اُٹھائے گی۔

اور نہ ہی وہ کسی کا حق اس کی مرضی اور خواہش کے بغیر کسی دوسرے کو دیتا ہے۔ کیونکہ کوئی کسی دوسرے کی مرضی کے بغیر اس کے عمل سے کچھ لینے کا کوئی حق نہیں رکھتا۔ لیکن اگر کوئی مسلمان اپنی خوشی سے اس کی بارگاہ میں دعا کرے کہ وہ اپنی فلاں نیکی، بدنی ہو یا مالی، یا دونوں کے مجموعہ کا ثواب بطور تطوع واحسان فلاں مسلمان کو ہدیہ کرتا ہے لہٰذا براہِ کرم وہ اسے پہنچادے تو یقیناً وہ اسے پہنچادیتا ہے بلکہ وہ اپنی طرف سے اتنا ہی ثواب اس کو بھی عطا کرتا ہے۔

یہ اس کا نظامِ فضل ہے۔ قرآن کریم میں اس کے ان دونوں نظاموں یا اس کی اس دونوں شانوں کا بیان موجود ہے۔ جیسا کہ ایک جگہ فرمایا "**وتمت کلمۃ**

Marfat.com

ربک صدقا وعدلا لا مبدل لکلمٰته وھو السمیع العلیم" (الانعام:۱۱۵)
تیرے رب کی بات سچ اور عدل وانصاف میں پوری وکامل ہے اس کی باتوں کا بدلنے والا کوئی نہیں اور وہی سنتا جانتا ہے۔

چنانچہ اس کے اسماء حسنیٰ میں سے ایک اسم مبارک العدل بھی ہے یعنی انتہائی عدل وانصاف کرنے والا۔

اللہ کا نظامِ فضل

اللہ تعالیٰ کے نظامِ فضل یا اس کی شانِ فضل کا بھی قرآن میں ذکر ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

۱۔واللہ ذوالفضل العظیم (آل عمران ۷۴) اللہ بڑے فضل والا ہے۔

۲۔واللہ ذو فضل علی المؤ منین (آل عمران ۱۵۲) اللہ ایمان والوں پر فضل کرنے والا ہے۔

۳۔ویؤت کل ذی فضل فضله (ھود ۳) اور وہ ہر فضل والے کو اس کا فضل دے گا۔

اوپر کی دونوں آیتوں میں اس کے فضل کا بیان ہے اور تیسری آیت کے کئی معانی ہوتے ہیں جن میں سے متعدد معانی تو تفسیروں میں گذرے ہیں جو سارے کے سارے برحق ہیں لیکن ایک معنی ایسا بھی ہے جس کی طرف مفسرین کی توجہ نہیں ہوئی یا کم از کم کسی تفسیر میں یہ معنی اس ناچیز کی نظر سے نہیں گذرا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے اور اپنے حبیب پاک ﷺ کے وسیلہ جلیلہ سے راقم کے دل میں یہ معنی القاء فرمایا ہے وہ یہ کہ جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی پر فضل واحسان کرتے ہوئے اس کے

Marfat.com

لیے نیک عمل کرے یا اپنے کسی نیک عمل کا ثواب اسے ہدیہ کرے اور اللہ تعالیٰ سے عرض کرے کہ اے اللہ میرے اس عمل کا ثواب اپنے فضل وکرم سے فلاں بندے کو عنایت فرمادے تو وہ اپنے فضل وکرم سے اسے عطا فرما دیتا ہے جبکہ اس کے برابر خود اسے بھی عطا فرما دیتا ہے۔

فضلِ عظیم

اللہ تعالیٰ کے اس کلام کا جو معنی راقم کے دل میں القاء ہوا ہے اسے گرامر کی رو سے غلط نہیں کہا جاسکتا۔ بلکہ اس معنی کی تائید حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے اس فرمان سے ہوتی ہے جو مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے اور وہاں سے امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے شرح الصدور میں نقل فرمایا ہے۔ (ملاحظہ ہو) سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ "**بلغني ان في كتاب الله، يابن آدم ثنتان جعلتهما لک ولم يكونا لک وصية في مالک بالمعروف وقد صا ر الملک لغيرک ودعوة المسلمين لک وانت في منزل لا تستعتب فيه من شئی ولا تزيد في حسن**" (شرح الصدور:۱۰۴، باب ماينفع الميت الخ) مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ (آسمانی کتابوں میں) اللہ کی ایک کتاب میں لکھا ہے اے آدم کے بیٹے میں نے اپنے فضل سے تجھے ایسی دو چیزیں دی ہیں جن کا تو مستحق نہ تھا ایک یہ کہ میں نے تیرے مال میں معروف کے مطابق تیری وصیت کو جائز کیا حالانکہ تیرے بعد وہ مال دوسروں کا ہو چکا اور تیرے حق میں مسلمانوں کی دعا کو قبول کیا حالانکہ تو ایک ایسے گھر میں ہے جہاں تو نہ تو گناہوں سے توبہ کر سکتا اور نہ نیکی کر سکتا ہے۔

Marfat.com

مطلب یہ کہ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو یہ حدیث پہنچی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں پر اتاری ہوئی کسی کتاب میں انسان کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے انسان میں نے تجھ پر جو احسانات کیے ہیں ان میں سے دو یہ بھی ہیں حالانکہ تو ان کا حقدار نہ تھا میں نے محض اپنے فضل سے تیرے لیے کیے ہیں ایک یہ کہ جب تو اپنی زندگی میں وصیت کرے کہ تیرے مرنے کے بعد تیرے مال کا اس قدر (ہماری شریعت میں وصیت تیسرے حصے سے زیادہ نہ ہو یعنی زیادہ سے زیادہ تیسرا حصہ) فلاں کو (بشرطیکہ وہ وارثوں میں سے نہ ہو) دیا جائے یا اللہ کی راہ میں خرچ کیا جائے اب جب تو مرے گا تو اس مال سے تیرا تعلق ختم ہو جائے گا وہ غیروں کی ملکیت ہو جائے گی لیکن میں نے تجھ پر اپنا فضل کرتے ہوئے حکم دیا کہ تیرے مال کو وارثوں میں تقسیم کرنے سے پہلے تیری وصیت پر عمل کیا جائے۔ دوسرا یہ کہ تیرے مرنے کے بلعد تیرے عمل جو تو کرتا تھا رک گئے مرنے کے بعد تو ایسے گھر (قبر) میں پہنچ جاتا ہے جہاں تو نہ تو گناہوں سے توبہ کر سکتا ہے کیونکہ توبہ کی جگہ تو دنیا ہے اور نہ ہی تو اس سے زیادہ نیکی کر سکتا ہے جو دنیا میں کر چکا مگر میں نے تجھ پر یہ فضل فرمایا کہ اگر کوئی تیرا ہمدرد تجھ پر فضل واحسان کرے کہ تیرے لیے کوئی نیکی کرے یا کسی نیکی کا ثواب دیتے ہوئے مجھ سے دعا والتجاء کرے کہ اس کے اس عمل کا ثواب میں تجھ تک پہنچادوں تو میں اس کا فضل واحسان (اس کے عمل کا ثواب) تجھ تک پہنچا دیتا ہوں بلکہ میں تو خود اس پر بھی فضل کرتے ہوئے اتنا ہی ثواب پھر اس کو بھی عطا کر دیتا ہوں تا کہ اس کا اپنا دامن ثواب سے خالی نہ رہے۔

۲۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ لیس للانسان الاماسعی میں لام عہد خارجی کا ہے جس سے مراد کافر ہے چنانچہ جلیل القدر تابعی امام ربیع بن انس رضی اللہ عنہ حنفی بصری

Marfat.com

(م ۱۳۹، ۱۴۰ھ) شاگرد رشید حضرت انس بن مالک وشاگرد رشید حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتے ہیں کہ ''المراد بالانسان ھھنا الکافر'' (التفسیر المظہری: ۹۔۱۲۷) یہاں انسان سے مراد کافر ہے۔

لہٰذا معنی یہ ہوگا کہ کافر اپنے ہی کیے کا پھل پائے گا مراد یہ ہے کہ کافر جو نیکی کرتا ہے اسے دنیا ہی میں اس کا پھل ملے گا۔ مثلاً شہرت کا حصول جس کے لیے وہ کرتا ہے یا دنیا کی زندگی میں پیش آنے والی بعض پریشانیوں اور مصیبتوں سے نجات وخلاصی، مگر یہ نہ ہوگا کہ کوئی اسے اپنے عمل کا ثواب دینا چاہے تو شرعاً نہیں دے سکتا ہے اور نہ ہی اسے پہنچے گا۔ اسی طرح اس آیت سے منکرین کا استدلال درست نہ ہوگا۔

صاحب تفسیر مظہری تسامح (غلط فہمی)

ہماری اس توجیہہ سے صاحب تفسیر مظہری حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ کے تسامح کا جواب بھی آ گیا کہ انہوں نے تفسیر مظہری میں اس قول ربیع بن انس رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ قول بے کار ہے اس کی وجہ لکھتے ہیں **فان الکافر لایثاب بعمل نفسه** کہ کافر کو اس کے عمل کا ثواب ہی نہیں ملتا۔ قاضی صاحب کی یہ بات مطلقاً درست نہیں ہے کہ کافر کو اس کے عمل کا صلہ یا ثواب نہیں ملتا بلکہ کافر کو اس کی نیکی کا دنیا میں صلہ مل سکتا ہے چنانچہ علامہ عصام الدین ابراہیم بن محمد بن عرب شاہ الاسفرائنی علیہ الرحمۃ (م ۹۵۱ھ) فرماتے ہیں۔ ''**وقیل یستجاب دعاء الکافرین فی امور الدنیا ولا یستجاب فی امور الاخرة وبه**

Marfat.com

يحصل التوفيق بين الآية والحديث" (عصام الدین شرح العقائد :۱۵۰ مصری)

اور (بعض علماء کی طرف سے) کہا گیا ہے کہ دنیا کے معاملہ میں کافروں کی دعا قبول کی جاتی ہے اور آخرت کے امور میں قبول نہیں کی جاتی اور اسی قول سے قرآن وسنت میں توفیق وتطبیق حاصل ہوتی ہے۔

اس سلسلے میں مزید حوالے بھی ہیں مگر اختصار ان کے پیش کرنے میں مانع ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں ہے کہ پہلی امتوں کے انبیاء علیم السلام دوسروں کے لیے استغفار فرماتے تھے یہ بھی تو ایک کا دوسرے کو اپنے عمل سے نفع پہنچانا ہے۔ پھر اس میں اس امت کی خصوصیت تو نہ رہی۔ مثلاً قرآنِ مجید میں ہے۔نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی "رب اغفرلی ولوالدی ولمن دخل بیتی مؤمنا و المؤ منین و للمؤمنات" (النوح: ۲۷۔۲۸) اے میرے رب مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور اسے جو ایمان کے ساتھ میرے گھر میں داخل ہوا اور سب مسلمان مردوں اور سب مسلمان عورتوں کو۔

اس میں حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ سے سب ایمان والوں کے لیے بخشش کی دُعا کر رہے ہیں۔

اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ سے فرمایا کہ تیرے لیے اپنے رب سے بخشش مانگوں گا (۱۹۔۴۷) اسی طرح اور پیغمبروں کا بھی ذکر ہے۔

ا۔اس کا جواب یہ ہے کہ جہاں تک کسی کے لیے استغفار یا فلاح و بہبود کی دعا کا تعلق ہے تو وہ ہر امت میں ہر مسلمان کے لیے جائز رہی ہے لیکن کسی امت کے لیے یہ

Marfat.com

جائز نہ تھا کہ وہ اپنی بدنی یا مالی عبادت کا ثواب کسی اور مسلمان کو ہدیہ کرے یہ صرف حضور اکرم ﷺ کے طفیل آپ کی امت کو ہی انعام دیا گیا ہے کہ اس کا کوئی فرد دُعا کے علاوہ اپنی بدنی یا مالی عبادتوں کا ثواب کسی مسلمان کو ہدیہ کرے چنانچہ تفسیر مظہری میں ہے ''انه لایصل لاحد ثواب حسنات غیره من الصلوٰة والصوم والصدقه والحج ونحوذلک ویکون من خصوصیات هذه الامة المرحومة'' (التفسیر المظہری:۹/۱۲۸) یعنی پہلی امت میں سے کسی کی نماز، روزہ، صدقہ اور اسی طرح کی عبادت کا ثواب کسی دوسرے کے لیے نہیں ہوتا تھا اور یہ اس امتِ مرحومہ کی خصوصیات میں سے ہے۔

الحمدللہ اس امت پر اللہ کا خاص کرم ہے کہ اس کا کوئی فرد کسی بھی بھائی کے لیے کوئی دعا کرے صدقہ کرے یا کوئی بھی عبادت کرے مالی ہو یا بدنی یا دونوں اس کا ثواب دوسرے کو پہنچ جاتا ہے۔

کسی کا گناہ دوسرے کے ذمہ نہیں ڈالا جائے گا

۲۔اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ لیس للانسان الاماسعی میں للانسان کا لام علیٰ کے معنی میں ہوسکتا ہے اس صورت میں لاتزر وازرة وزراُخریٰ اور وان لیس للانسان الخ کے درمیان کی ''وٗ'' کی تفسیر یہ ہوگی یعنی پہلی عبارت مفسر اور واوٗ کے بعد کی عبارت اس کی تفسیر ہوگی۔

نیکیوں کا وسیلہ

۳۔تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے چنانچہ تفسیر امام ابن جریر طبری میں ہے ''عن ابن عباس قال هذه الاية منسوخة (بهذه الآية) والذین آمنوا

Marfat.com

واتبعتهم ذریا تهم بایمان الحقنا بهم ذریتهم وما التنا هم من عملهم من شئی" (الطور:۵۲،۲۱) سیدنا ابن عباس سے مروی ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے اس کی ناسخ یہ آیت ہے "اور جو ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی ہم نے ان کی اولاد ان سے ملا دی اور ان کے عمل میں انہیں کوئی کمی نہ دی"۔

اس کی تفسیر میں امام ابن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں انہوں نے فرمایا "**فادخل اللّٰہ الابناء بصلاح الآباء الجنة**" (تفسیر جامع البیان:۲۹/۴۴) تو اللہ تعالیٰ نیک باپ دادوں کے وسیلہ سے گنہگار اولاد کو جنت میں داخل فرمائے گا۔

اس آیت سے **لیس للانسان الا ماسعی** والی آیت منسوخ ہو چکی لہٰذا منکرین کا اس سے دلیل پکڑنا کہ کسی کی استغفار و دعا سے کسی دوسرے کو نفع نہیں پہنچتا غلط ہو گیا۔

الحمدللہ ثابت ہوا کہ نیک باپ دادا ہوں ان سے ان کی اولادوں کو اگرچہ گنہگار ہوں مشائخ و بزرگان دین سے بیعت و روحانی تعلق اختیار کرنے والوں مریدوں کو اگرچہ گنہگار ہوں مشائخ کی دعاؤں اور ان کے وسیلہ سے نفع پہنچتا ہے اور پہنچے گا۔

ایصالِ ثواب حضور ﷺ کی امت کی خصوصیت ہے

۴۔ چوتھا جواب یہ ہے کہ ایصالِ ثواب اس اُمت کی خصوصیت میں سے ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کی اُمت کو بہ طفیل حضور اکرم ﷺ کو یہ خصوصیت اور شانِ خاص بخشی ہے کہ اُمت کے لوگ ایک دوسرے کو اپنی نیکیوں کا ثواب دے سکتے ہیں

Marfat.com

جب کہ پہلی اُمتوں کو یہ شرف اور فضیلت حاصل نہ تھی اور فرمانِ الٰہی لیس للانسان الاماسعی اپنے سیاق وسباق (ماقبل ومابعد) کے اعتبار سے پہلی اُمتوں سے تعلق رکھتا ہے یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صحیفوں میں ان کی اُمتوں کے حق میں یہ لکھا تھا کہ اِن میں سے ہر شخص کو اسی کی کمائی کا پھل ملے گا۔اس لحاظ سے بھی الانسان کا لام عہد خارجی ہوگا اور مراد سابقہ اُمتوں کے انسان ہوں گے۔

لام جارہ بائیس معنوں میں آتا ہے

رہا یہ سوال کہ کیا لام جارہ حرف علیٰ کے معنی میں بھی آتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ امام النحویین امام جمال الدین ابن ہشام الانصاری (م ۷۶۱ھ) علیہ الرحمۃ مغنی اللبیب عن کتب الاعاریب میں لکھتے ہیں کہ لام جارہ بائیس معنوں میں آتا ہے جن میں سے ایک حرف علیٰ کے معنی میں آتا ہے اس کی تین مثالیں قرآن میں موجود ہیں جہاں لام جارہ علی کے معنی میں ہے۔

۱۔ویخرون للاذقان اور وہ ٹھوڑیوں کے بل گرتے ہیں۔(الاسراء:۱۷،۱۰۹)

یہاں ''للاذقان'' کا لام جار ''علیٰ'' کے معنی میں ہے۔

۲۔دعانا لجنبه (جب آدمی کو تکلیف پہنچتی ہے تو) وہ ہمیں کروٹ پر لیٹے (بھی) پکارتا ہے۔(یونس:۸،۱۲)

یہاں بھی لجنبه کا لام جارہ ''علیٰ'' کے معنی میں ہے۔

۳۔وتله للجبين اور ابراہیم نے اسماعیل کو ماتھے کے بل لٹایا۔ (الصافات:

Marfat.com

(۱۰۳،۳۷

اس میں بھی للجبین کا لام جارہ "علیٰ" کے معنی میں ہے پھر شعراء عرب کے متعدد اشعار بھی پیش کیے جا سکتے ہیں جن میں لام جارہ کو علیٰ کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے لہٰذا اس صورت میں اس آیت کا معنی ہوگا کہ انسان کے اوپر اس کے اپنے ہی گناہ کا بوجھ ہوگا کسی اور کا نہیں۔ لہٰذا معترض و منکر کا اعتراض بے محل ہوا۔

منکرین کا تیسرا اعتراض

منکرین کا تیسرا اعتراض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہر شخص کے بارہ میں ازل سے ہی فیصلہ ہو چکا ہے اور قضا و قدر (تقدیر) میں طے پا چکا کہ فلاں کہاں جائے گا جنت میں یا (معاذ اللہ) دوزخ میں۔ چنانچہ حدیث میں ہے **جف القلم بماھو کائن** یعنی جو کچھ ہونے والا ہے اسے قلم لکھ کر خشک ہو چکی دوسری حدیث میں ہے **جف القلم بالشقی والسعید** (المقاصد الحسنۃ:۱۷۳) کہ قلم جنتی دوزخی لکھ کر خشک ہو چکی۔ جب ایسا ہی ہے کہ جنتی اور دوزخی لکھا جا چکا ہے۔ تو پھر کسی کے لیے ایصالِ ثواب میں کوئی فائدہ نہیں کیونکہ ہمارے عمل سے صدقہ وخیرات فاتحہ ودعا وختمِ قرآن، تیجہ دسواں وغیرہ سے کسی کی تقدیر بدل نہیں سکتی جس نے جہاں جانا ہے پہلے سے لکھا ہوا ہے جسے ہم بدل نہیں سکتے۔ لہٰذا یہ رسمیں خلافِ عقل ہیں اور خلافِ عقل کام نہیں کرنا چاہیے۔

اس کے دو جواب ہیں ایک یہ کہ شارع صادق، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جنہوں نے ہمیں اللہ تعالیٰ کی شریعت پہنچائی انہوں نے ہی ہمیں ارشاد فرمایا کہ ہماری مالی اور بدنی عبادات اور دونوں کے مجموعہ کا ثواب جس مسلمان بھائی کو بھی ہم ہدیہ

Marfat.com

کریں یا بخشیں وہ اسے پہنچ جاتا ہے خواہ وہ زندہ ہو یا دنیا سے رخصت ہو گیا ہو خواہ وہ ثواب ہم اس کے دنیا سے رخصت ہونے کے پہلے روز کریں یا دوسرے روز یا تیسرے یا پانچویں یا ساتویں یا چالیسویں یا چھ ماہ بعد یا سال بعد کریں خواہ یہ عمل کبھی کبھی کریں یا اسے محض ثواب کا باعث سمجھتے ہوئے اور نفلی کام تصور کرتے ہوئے ہمیشہ کرتے رہیں اور اسے اپنی عادت و معمول اور رسم بنالیں جب کہ ہماری نیت میں رضائے الٰہی کے حصول اور دوسرے انسان کے بھلائی و بہتری کے سوا کچھ نہ ہو بلاشبہ یہ جائز ہے صاحب شریعت ﷺ نے اس سے کوئی ممانعت نہیں فرمائی بلکہ خوشخبری سنائی اور فرمایا تمہارے اس کام کا ثواب دوسرے کو پہنچتا ہے اور وہ اس سے نفع اُٹھاتا ہے۔ آپ ﷺ کے اس فرمان کے سامنے ہماری عقل ناقص کی کوئی اہمیت نہیں۔

دین کو عقل کے تابع نہیں، عقل کو دین کے تابع کریں

ہمیں بزرگوں نے یہی سبق دیا ہے کہ تم دین کو عقل کے تابع نہ کرو بلکہ عقل کو دین کے تابع کرو چنانچہ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

عقل قربان کن بہ پیش مصطفیٰ
قبلہ خود ساز ذات مصطفیٰ ﷺ

کہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان پر اپنی عقل قربان کر دو اور اپنا قبلہ رسول اللہ ﷺ کی ذات کو بناؤ اور اقبال مرحوم کہتا ہے۔

گذر جا عقل سے آگے کہ یہ نور
چراغ راہ ہے منزل نہیں ہے

یعنی منزل تو اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات ہیں اگر کہیں عقل

Marfat.com

اِن کی حکمتِ عملی سمجھنے سے قاصر ہوتو اسے چھوڑ دے۔شریعت کو نہ چھوڑ۔

فرمانِ حضرت علی کرم اللہ وجہہ

اہلِ سنت کے نزدیک موزوں پر مسح کرنا جائز ہے اور یہ مسح موزوں کے اوپر کیا جائے گا۔ نیچے تلوؤں کی طرف نہیں، حالانکہ زمین پر چلتے ہوئے اگر پاؤں کو نجاست لگے تو عموماً نیچے ہی لگتی ہے پاؤں کے اوپر یعنی پاؤں کی پشت پر نہیں۔لہٰذا عقل کا تقاضا تو یہ ہے کہ مسح موزوں کے نیچے پاؤں کے تلوؤں پر کیا جائے لیکن چونکہ رسول اللہ ﷺ نے مسح نیچے کی بجائے اوپر فرمایا اس لیے یہاں رسول اللہ ﷺ کے عمل و تعلیم پر اپنی عقل و رائے کو ترک کرنا پڑا جیسا کہ حدیث شریف میں ہے سیدنا علی مرتضٰی ؓ نے ارشاد فرمایا''لو کان الدین بالرای لکان اسفل الخف اولی بالمسح من اعلاه وقد رایت رسول الله صلی الله علیه وسلم یمسح علی الخفین علی ظاهر خفیه''(سنن ابی داؤد:۱/۲۲) اگر دین کا معاملہ محض عقل و قیاس سے ہوتا تو مسح میں موزے کا تلوا اس کے اوپر سے بہتر ہوتا حالانکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ اپنے دو موزوں کی پشت پر مسح فرماتے ہیں۔

سیدنا علی مرتضٰی ؓ کے فرمان سے واضح ہوگیا کہ دین کے معاملہ میں اپنی عقل یا اپنے قیاس پر چلنے کی بجائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر ہی چلنا ضروری ہے کیونکہ دین کی حکمتیں اور آخرت کے معاملات، قبر اور اس سے آگے کے حالات سب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہتر جانتے ہیں ہمیں یہ نہیں کہنا یا سمجھنا چاہیے کہ ہماری طرف سے فاتحہ یا قرأۃ و تلاوت یا صدقہ وخیرات یا دعائیں

Marfat.com

انہیں کیسے پہنچ سکتی ہیں وہ ختم ہو گئے، فنا ہو گئے۔

موت فنا کا نام نہیں

نہیں نہیں ہرگز نہیں، موت فنا کا نام نہیں۔ موت تو ایک (دنیا کے) گھر سے دوسرے (آخرت کے) گھر میں منتقل ہو جانے کا نام ہے۔ اس سلسلے میں ہماری شاندار علمی تحقیق اسلم التفاسیر کی ''سورۂ ملک'' کی تفسیر میں ملاحظہ فرمائیں۔ نیز ہماری کتاب ''تحفہ مومن'' اور ہماری کتاب ''عالمِ برزخ'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

اگر موت فناء محض کا نام ہوتا تو پھر شریعت کی طرف سے میت کی نمازِ جنازہ پڑھنے کا حکم کیوں ہوتا۔ کیونکہ جو مٹ گیا اور فنا ہو گیا اس کے لیے ان تکلفات کی کیا ضرورت تھی۔ اسی طرح ''اہلِ قبور'' کو سلام کرنے کا حکم کیوں ہوتا؟ اور زیارتِ قبور کا حکم کیوں ہوتا۔ پھر منکر نکیر قبر میں سوال کرنے کیوں آتے؟ پھر مومن سے سوال کرنے کے بعد اسے یہ کیوں کہتے ''نم کنومة العروس'' کہ دلہن کی طرح خوش خوش اور بے فکری کے ساتھ آرام سے سو جا پھر اس فرمانِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا معنی ہوگا۔ ''انه یسمع قرع نعالهم'' (مشکوٰۃ ۲۴) کہ صاحب قبر اسے دفنا کر واپس جانے والوں کے جوتوں کی آواز سن رہا ہوتا ہے۔ بہر صورت وہاں ایک عالم ہے۔ اس دنیا سے بھی کئی گنا بڑا عالم بلکہ اس قدر بڑا جس قدر یہ دنیا ماں کے پیٹ سے بڑا عالم ہے۔ وہاں ایک زندگی ہے اور مومن کے لیے تو ایسی زندگی ہے جو اس دنیا کی زندگی سے بہت ہی بلند و بالا زندگی ہے۔

بے کار سوال

پھر یہ سوال ایک بے کار سوال ہے کہ جب سب کچھ لکھا جا چکا ہے اور جنتی دوزخی

Marfat.com

ہونا تقدیر میں طے ہو چکا ہے تو کسی کی فلاح (نجات) کے لیے یہ تیسرے، ساتویں، دسویں یا چالیسویں کے ختم دلانے، قرآنِ کریم پڑھنے پڑھوانے اور دعائیں کرنے کرانے کا کیا فائدہ؟ اس لیے کہ تقدیر، تلاشِ اسباب اور جدوجہد کے منافی نہیں ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ تقدیر میں یہی لکھا ہو کہ فلاں کی بخشش فلاں کی دعا سے ہوگی۔ ہمیں تو علم نہیں البتہ اس بات کا امکان ضرور ہے کہ کسی کی بخشش یا آخرت کی ترقی بعض بندوں کی دعاؤں اور تلاوت قرآن اور صدقہ وخیرات سے ہی لکھی ہو تو ہم اس سلسلے میں کیوں غفلت وسستی کریں ہمیں اپنی طرف سے تو کوشش ضرور کرنا چاہیے۔ جیسے ایک شخص بیمار ہو جاتا ہے تو اسے فوراً حکیم یا ڈاکٹر کے پاس لے جاتے ہیں اور اس سے التجا کرتے ہیں کہ جناب اس مریض کا اچھی طرح معائنہ فرمایئے اور پوری توجہ سے علاج کیجئے تاکہ ہمارے مریض کو جلدی شفاء حاصل ہو جائے، مگر یہ کوئی نہیں کہتا بلکہ خود فاتحہ درود کے منکرین بھی نہیں کہتے کہ مریض کو ڈاکٹر کے پاس کس کے لیے جائیں بلکہ تقدیر کو دیکھیں اگر تقدیر میں آرام ہونا ہے تو خود ہی ہو جائے گا اور اگر اسے مرنا ہے تو دوا کرنا بیکار ہو جائے گا بلکہ یہ منکرین فاتحہ بھی اپنے مریضوں کو تو طبیبوں، حکیموں اور ڈاکٹروں کے پاس بایں خیال لیے لیے پھرتے ہیں کہ ہوسکتا ہے کہ اللہ کے ہاں یہی لکھا ہو کہ اس کا علاج ہوگا تو شفاء پائے گا لہٰذا علاج ضرور کرنا چاہیے۔ لہٰذا سوئم وغیرہ کی فاتحہ ودرود وختمِ قرآن اور اللہ کے بندوں کی دعاؤں کو بھی اسی پر قیاس کیجئے۔ اور ان کا انکار کرنے کی بجائے ان حقائق کو تسلیم کیجئے کہ ان امور سے میت کو قطعاً اور یقیناً فائدہ پہنچتا ہے بلکہ عمل کروانے والے کو بھی اپنی جگہ الگ ثواب ملتا ہے ورنہ تقدیر ہی پر انحصار کرنا ہے تو پھر یہ کاروبار، دوکان داریاں، کھیتی باڑی کرنا، تجارت کرنا، خطرناک چیزوں سے پرہیز کرنا، مفید چیزیں حاصل کرنا، اپنی حفاظت کا

Marfat.com

بندوبست کرنا بلکہ نیکی کرنا اور برائیوں سے بچنا سب معاملات بیکار تکلفات اور تقدیر الٰہی کے خلاف ٹھہریں گے حالانکہ تقدیر پر یقینِ کامل رکھنے کے باوجود یہ سب کچھ کیا جاتا ہے تو اس جہان سے رخصت ہونے والوں نے کون سا جرم کیا ہے کہ جب ان کو فائدہ پہنچانے کا مسئلہ پیش ہو تو اسے تقدیر کے حوالے کر دیا جائے۔ یہ فکر ایک مومن کی فکر نہیں ہے بلکہ مومن کا کام ہی اپنے حسنِ عمل سے اور بزرگوں کی دعاؤں سے اپنی اور دوسرے بھائیوں کی تقدیر سنوارنا ہے۔

مومن ہے تو وہ آپ ہے تقدیر الٰہی
راز ہے راز ہے تقدیر جہان تگ وتاز
جوش کردار سے کھل جاتے ہیں تقدیر کے راز

اقبال

بلکہ تقدیرِ الٰہی پر یقین کے باوجود نبی کریم ﷺ نے ان اسباب کو اپنانے اور اختیار کرنے کا حکم دیا اور خود بھی انہیں اپنایا اور اختیار فرمایا جن کا تعلق معیشت و زراعت تجارت صنعت وحرفت کو بہتر بنانے سے ہے اور جن کا تعلق منافع وفوائد کے حصول اور نقصانات سے بچنے کے ساتھ ہے نیکی کرنے اور گناہوں سے بچنے کا حکم دیا۔

تقدیر کی قسمیں اور کون سی تقدیر ٹل جاتی ہے؟

پھر تقدیر کی بھی دو قسمیں ہیں اور بعض کے نزدیک تین۔ ایک مبرم یہ علم الٰہی میں کسی پر معلق وموقوف نہیں۔ مبرم کا معنی ہے قطعی اور ناقابل تبدیل جیسا کہ قرآن مجید میں ہے "لاتبدیل لکلمات اللّٰہ" (یونس ۶۴) کہ اللہ کی باتیں بدل نہیں سکتیں، دوسری

Marfat.com

جگہ ''مایبدل القول لدی'' (ق ۲۹) کہ میرے ہاں بات بدلتی نہیں۔ اس کا نام مبرم حقیقی بھی ہے، یہ تقدیر کسی کی دعا یا دوا سے پیچھے نہیں ہوتی، اگر اللہ تعالیٰ کے محبوب مقرب بندے اللہ تعالیٰ سے اس کے ٹالنے یا پھیرنے کی دعا کریں تو انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس دعا یا اس خیال سے باز رکھا جاتا ہے اور انہیں اس کا نعم البدل (اسے بہتر چیز) دے کر ان کو راضی اور خوش کر دیا جاتا ہے، خواہ وہ نعم البدل اس دنیا کی کوئی چیز ہو یا آخرت کا اجر وثواب وترقی مراتب، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ میری امت میں باہمی جھگڑا اور لڑائی نہ ہو، یہ ایک دوسرے کے خلاف ہتھیار نہ اُٹھائیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایسا ہو کر رہے گا، اس میں میری حکمت ہے، میں آپ کو اس سے بہتر چیز عطا کروں گا اور وہ کل اُمت کی شفاعت ہے تو میں نے اللہ سے اس نعم البدل (اُمت کی شفاعت) کا حق لے لیا (اوکما قال صلی اللہ علیہ وسلم) اس سلسلے میں ہماری کتاب ندائے یا محمد یا رسول اللہ ﷺ کا مطالعہ بہت مفید ہوگا)۔

دوسری تقدیر معلق محض ہے اور یہ وہ ہے جسے لوحِ محفوظ میں کسی چیز کے ساتھ معلق کر کے لکھا گیا ہے، مثلاً وہاں لکھا ہے کہ اگر زید نے اللہ سے وسعتِ رزق کی دعا کی تو اللہ اس کا رزق وسیع فرمائے گا یا فلاں مصیبت زدہ کے لیے فلاں بزرگ نے دعا کردی تو اس کی مصیبت دفع ہو جائے گی، (لیکن یہ بات اللہ کے علم میں ہے کہ کیا ہوگا، کیونکہ علمِ الٰہی کسی شک وتردد سے پاک ہے، اس میں تبدیلی اور تغیر نہیں ہوسکتا)۔

یہ جو حدیثوں میں ہے کہ تقدیر دعا وغیرہ سے بدل جاتی ہے، وہ یہی تقدیر معلق ہے۔

اور تیسری تقدیر مشابہ مبرم ہے۔ جو لوحِ محفوظ پر تو موقوف ومعلق نہیں ہے۔ جیسے

Marfat.com

مبرم حقیقی کسی شے پر موقوف و معلق نہیں ہے، مگر علمِ الٰہی میں کسی شئی پر موقوف و معلق ہے، جیسے لوحِ محفوظ پر کسی کی عمر تیس سال لکھی ہے، مگر علمِ الٰہی میں ہے کہ جب تیس سال پورے ہونے پر حضرت عزرائیل علیہ السلام اس کے پاس روح قبض کرنے کے لیے جائیں گے تو فلاں بزرگ اس کے لیے درازی عمر کی دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی دعا کی برکت سے اس کی زندگی میں بیس سال کا اضافہ کردے گا تو علمِ الٰہی میں اس کی عمر ساٹھ سال ہے، جب کہ لوحِ محفوظ میں تیس سال اس تقدیر کو تقدیر مشابہ مبرم کہتے ہیں تقدیر معلق اور تقدیر مشابہ مبرم دعا و احسان اور سخاوت وغیرہ ایسے نیک اعمال سے بدل جاتی ہے۔ اس کا یہ بدلنا لوحِ محفوظ میں ہوتا ہے، نہ کہ علم الٰہی میں کیونکہ علم الٰہی میں کوئی تبدیلی ممکن نہیں۔ یہ دعا و استغفار سویم وغیرہ کی فاتحہ وغیرہ صدقہ و خیرات سب وہ اسباب ہیں، جن کی وجہ سے اس شخص کو فائدہ پہنچتا ہے، جس کے لیے یہ کیے جائیں اور خود کرنے والے بھی فائدہ سے خالی نہیں رہتے اور ان کا تعلق تقدیر معلق یا مشابہ مبرم سے ہے۔ (تفسیر مظہری زیرِ آیت یمحوا اللہ ما یشاء ویثبت (نبراس شرح عقائد زیر بحث نفع الدعاء)

منکرین کا چوتھا اعتراض

منکرین فاتحہ و درود کا چوتھا اعتراض وہ ہے، جو انہوں نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی طرف منسوب "احکامِ شریعت" کے حوالہ سے فقہاء کی عبارات کی روشنی میں کیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے (بحوالہ مسند امام احمد و سنن ابن ماجہ)

ا۔ صحابہ اہلِ میت کے ہاں جمع ہونے اور ان کے کھانا تیار کرانے کو مردے کی نیاحت (مردے پر اونچی اونچی آواز کے ساتھ رونے پیٹنے) سے شمار کرتے تھے۔

Marfat.com

۲۔اس میں میت کے ہاں جمع ہونے اور کھانا تیار کرانے کا ذکر ہے، جسے ناجائز ٹھہرایا گیا ہے۔

جواب اس کا ظاہر ہے کہ جس گھر میں نیت ہوگی اس گھر میں لوگوں کا اکٹھا ہونا اور کھانا تیار کرنا کرانا کبھی جائز کام قرار نہیں پاسکتا۔ اس میں لوگوں کے اہلِ میت کی تعزیت (اظہارِ افسوس) دلجوئی، میت کو غسل دلانے کفن دلانے، قبر کھدوانے، میت گھر سے لے جانے، جنازہ پڑھنے پڑھانے، میت کو دفنانے پھر اس کے بعد اہلِ میت کے ہاں جمع ہو کر میت کے لیے فاتحہ واجتماعی دعا کرانے کی کہاں ممانعت آئی ہے۔ یہ سب کام تو اس صدمہ ومصیبت کے وقت تعاون باہمی کا مظاہرہ ہیں، جن کا خود قرآن میں حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے" **وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونو علی الاثم والعدوان الخ**" (المائدہ ۲) کہ نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔

جو حدیثیں معترض نے پیش کی ہیں، ان میں اور بات ہے، جس کا ہمارے ہاں تصور ہی نہیں ہے، وہ یہ کہ اہلِ میت کے ہاں جمع ہو کر ان سے کھانا تیار کرانا اور دعوت کا اہتمام کرانا، چنانچہ "**بلوغ الامانی من اسرار الفتح الربانی**" میں اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں "**و کلفوھم صنعۃ الطعام لغیرھم**" (۹۵/۷) کہ اہلِ میت کے ہاں کھانا تیار کرانا جو ممنوع ٹھہرایا گیا ہے، اس صورت میں ہے کہ لوگ ان کے ہاں اکٹھے ہو کر ان کو کھانا تیار کرنے کی تکلیف دیں۔ یہ یقیناً گناہ وزیادتی ہے، بلکہ ان کے لیے تو باہر سے ہی کسی ہمدرد کو کھانا تیار کر کے کھلانا چاہیے، کیونکہ ان پر رنج وغم کا غلبہ ہے، اس حالت میں انہیں کھانا ہی پکانے کی کہاں سوجھے گی۔ اہلِ سنت بھی میت کے

Marfat.com

ہاں اہلِ میت سے کھانا پکوانے کو اسلامی نقطۂ نظر تو کجا اسے انسانی ہمدردی کے بھی خلاف سمجھتے ہیں، لہٰذا ان حوالوں کی آڑ میں معترض کا ایصالِ ثواب کی تقریب پر اعتراض جہالت ونادانی کے سوا کچھ نہیں ہے۔

تشبہ

معترض کہتے ہیں کہ بعض ہندوؤں کے گھروں میں میت سے متعلقہ کچھ ایسی رسومات ہیں، جو مسلمانوں کی رسومات تیجہ وغیرہ سے ملتی جلتی ہیں لہٰذا مسلمانوں کو ان سے یعنی تیجہ وغیرہ کی رسم سے پرہیز کرنا چاہیے، تاکہ غیر مسلموں سے مشابہت مماثلت نہ ہو، کیونکہ حدیث میں ہے کہ جو کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے گا، وہ اسی قوم سے ہوگا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ بحمد اللہ اس میں مسلمان اتباع شریعت واطاعت سنتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور پیروی آئمہ دین وفقہاء شرع متین کی نیت کرتے ہیں نہ کہ ہندوؤں کی، کیونکہ تشبہ میں نیت تشبہ کا ہونا ضروری ہے، یعنی عمل کرنے والے کی نیت ہونا چاہیے کہ وہ یہ کام فلاں کی پیروی فلاں سے مشابہت کے طور پر کر رہا ہے۔ محض اتفاقی طور پر دو قوموں کے درمیان بعض امور میں مشابہت پیدا ہو جائے تو اس میں حرج نہیں ہے۔

تشبہ میں قصد شرط ہے

چنانچہ علامہ شامی فتاویٰ شامی میں امام کے محراب میں کھڑے ہونے کی بحث کے تحت لکھتے ہیں کہ ”ان التشبه انما يكره في المذموم وفيماقصد به

Marfat.com

التشبه لامطلقا" (فتاویٰ شامیہ:۱/۲۳۶) تشبہ بری باتوں میں ہی منع ہے اور یہ کہ اس میں منع ہے جس میں نیت وقصد تشبہ مطلقاً منع نہیں ہے۔

اس سے واضح ہوگیا کہ فقہی شرعی اعتبار سے محفل فاتحہ وایصالِ ثواب سوئم وغیرہ پر معترضین کا اعتراض فقہ وشریعت سے ناواقفیت پر مبنی ہے۔

ختم ساتواں وجمعرات

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں۔

"ومستحب است که تصدق کرده شود از میت بعداز رفتن او ازعالم تاهفت روز وتصدق از میت نفع میکند اورابے خلاف میان اهل علم و وارد شده است دراں احادیث صحیح (الی ان قال) ودر بعض روایات آمده است که روح میت مے آید خانه خود راشب جمعه پس نظر میکند که تصدق مے کند از وے یانه (اشعۃ اللمعات:۱/۷۸۴)

کسی کے اس دنیا سے جانے کے بعد مسلسل سات روز تک صدقہ وخیرات کرنا ثواب ہے اور صدقہ وخیرات کا میت کو نفع پہنچتا ہے، اس میں اہلِ علم کا کوئی اختلاف نہیں، اس سلسلے میں احادیث صحیحہ وارد ہوئیں اور بعض روایات میں آیا ہے کہ میت کی روح جمعرات کو اپنے گھر آتی ہے اور دیکھتی ہے کہ اس کی طرف سے صدقہ وخیرات کیلئے جارہے ہیں یانہیں۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ جمعرات کو جو فاتحہ خوانی اور ایصالِ ثواب کیا جاتا ہے اس کی اصل یہی احادیث وروایات ہیں، جنہیں آئمہ دین بیان فرمارہے ہیں۔ معترضین ان

Marfat.com

سے بے خبر و بے ہدایت ہیں تو اس میں ہمارا کیا قصور۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا ایصالِ ثواب

علامہ عبدالسمیع رامپوری علیہ الرحمۃ نے انوار ساطعہ میں خزانۃ الروایات کے حاشیہ کے حوالے سے لکھا ہے، اس میں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے تیسرے اور ساتویں اور چالیسویں دن اور چھٹے ماہ اور سال بھر بعد صدقہ دیا، یہ تیجہ وغیرہ کی اصل ہے۔ (انوار ساطعہ ص ۲۴۷)

ایصالِ ثواب کی نیت سے کھانا جائز ہے

خزانۃ الروایات میں ہے ''ویکرہ اتخاذ الضیافۃ فی یوم المصیبہ وان اتخذ طعاما للفقراء کان حسنا اذاکانت الورثۃ کبیرا فان کان فی الورثۃ صغیرا لم یتخذوا ذلک من الترکۃ'' (خزانۃ الروایات: ۱/۲۴۶) اور اہلِ میت کو مصیبت کے روز دعوت پکانا مکروہ ہے اور اگر وہ فقراء کے لیے کھانا بنائیں تو اچھی بات ہے جبکہ وارث بڑے ہوں اور اگر وارثوں میں کوئی چھوٹا ہو تو ترکہ سے کھانا نہ پکائیں۔

یہاں سے بھی ثابت ہو رہا ہے کہ اہلِ میت کو مطلقاً کھانا پکانا ممنوع نہیں ہے بلکہ دعوت کرنا منع ہے یعنی وہ دعوت جو شہرت اور ریا کی غرض سے کی جاتی ہے منع ہے چنانچہ خزانۃ الروایات جو احناف کی معتبر کتاب ہے اور سینکڑوں سالوں سے اکابر علماء سند کے طور پر اس سے حوالے نقل کرتے چلے آرہے ہیں اس میں ہے کہ ''لما اصیب حمزۃ رضی اللہ عنہ قال لاھلہ اصنعوا لا ھلہ طعاما فانھم فی شغل

Marfat.com

قیل الست نهیت یا رسول الله عن ذلک قال انما نهیتکم عن الریاء والسمعة ویستحب ان یتصدق عن المیت بعده الی سبعة ایام'' (خزانۃ الروایات: ۱/۲۴۵) جب حضرت حمزہ شہید ہوئے تو حضور ﷺ نے اپنے گھر والوں سے فرمایا کہ حمزہ کے گھر والوں کے لیے کھانا تیار کرو وہ لوگ مصروف ہیں تو آپ سے عرض کی گئی کہ کیا آپ نے اہلِ میت کو کھانا پکانے سے منع نہیں فرمایا آپ نے فرمایا میں نے ریا اور شہرت کے طور پر کھانا پکانے سے منع کیا اور مستحب ہے کہ مرنے والے کے بعد سات دن تک صدقہ دیا جائے۔

حضرت حمزہ حضور ﷺ کے چچا تھے اور چچا باپ کی جگہ ہے جیسا کہ حدیث میں ہے۔ ''عم الرجل صنو ابیه'' کہ انسان کا چچا اس کے باپ کی طرح ہے تو خود حضور ﷺ اہلِ میت (میت والے) ہوئے پھر اپنے گھر والوں کو کھانا پکانے کا فرمانا گویا خود اہلِ میت کا اپنے گھر کھانا پکانا ہوا اس لیے آپ سے پوچھا گیا کہ کیا آپ نے اہلِ میت کو کھانا پکانے سے منع نہیں فرمایا؟ اس کے جواب میں فرمایا کہ ہاں اس سے میری غرض یہ تھی کہ شہرت اور ریا کے لیے نہ پکایا جائے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اہلِ میت کو مطلقاً کھانا پکانا اور ان کے ہاں کھانا، کھانا منع نہیں ہے۔

مولوی صاحب پھر فرماتے ہیں ''یہ جملہ اذکار اور صدقات وخیرات یقیناً مرحومہ کے درجات کی بلندی کا ایک عمدہ ذریعہ ہیں خصوصاً جبکہ محض رضائے الٰہی کی خاطر ہوں اور رسومات کی ادائیگی کے جذبہ سے ماورا ہوں۔''

اس کے واسطہ سے ان مولوی صاحب سے میرا ایک سوال یہ ہے کہ کیا انہوں نے آپ کے جملہ اذکار اور صدقات وخیرات کو محض رضائے الٰہی کی خاطر تصور کیا

Marfat.com

اور رسومات کی ادائیگی کے جذبہ سے ماورا خیال کیا؟

اگر وہ ہاں میں جواب دیں تو پھر آپ کو اتنا بڑا لمبا چوڑا خط کیوں لکھا؟ اور اگر جواب نہ میں دیں تو پھر کیا اس کی قبولیت کی دعا خالص منافقت اور دھوکا بازی اور جعل سازی نہ ٹھہری؟

نیک کاموں کی رسم

رہا معترض مولوی صاحب کا یہ کہنا کہ کسی کے مرنے کے بعد جملہ اذکار اور صدقات وخیرات یقیناً مرحومہ کے درجات کی بلندی کا ایک عمدہ ذریعہ ہیں خصوصاً جبکہ محض رضائے الٰہی کی خاطر ہوں اور رسومات کی ادائیگی کے جذبے سے ماورا ہوں۔

اس میں بھی وہ اہلِ سنت کو دھوکا دے رہے ہیں کیونکہ اس کا مطلب ہے کہ اذکار اور صدقہ وخیرات کو رسم نہ بنالیا جائے۔

رسم کا معنیٰ ''طریقہ'' ہے اردو کی لغات اٹھا کر دیکھئے کہ ان میں رسم کا کیا معنیٰ لکھا ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ کسی نیک کام کا طریقہ اختیار نہ کیا جائے یعنی اسے ہمیشہ کے لیے نہ اپنا لیا جائے مولوی صاحب کی یہ بات قرآن وحدیث کے خلاف ہے کیونکہ قرآن وحدیث میں کسی بھی نیک کام کی رسم ڈالنے کی اجازت دی گئی ہے بلکہ اس پر اجروثواب کی خوشخبری بھی دی گئی ہے چنانچہ قرآن کریم میں ہے: ''**ومن تطوع خیرا فان اللہ شاکر علیم**'' (البقرہ:۱۶۰) اور جو شخص اپنی طرف سے اچھا کام کرے تو بے شک اللہ صلہ دینے والا خوب جاننے والا ہے''۔

Marfat.com

اور حدیث بھی ملاحظہ ہو۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ”من سن فی الاسلام سنة حسنة فله اجرها و اجرمن عمل بها من بعده الخ“ (مشکوٰۃ، مسلم شریف کتاب العلم ۱۵، طبرانی: ۲/۳۹۴) جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ جاری کیا اس کے لیے اس میں ثواب ہے اور ان کے لیے بھی ثواب ہے جو اس کے بعد اس پر عمل کریں گے (اسی طرح برے طریقہ کے گناہ کا معاملہ ہے)

قرآنِ پاک کی مذکورہ آیت میں لفظ ”خیرا“ اور سنة حسنة ہر طرح کی نیک اور ہر اچھی رسم اور طریقہ کو شامل ہے اور خاص کر لفظ ”سنة“ جس کا معنی طریقہ و رسم کا ہے گویا حدیث میں کسی بھی نیک کام کو بطور رسم و طریقہ اپنانا بلکہ دوسروں کو بھی اس کی دعوت دینا باعثِ اجر و ثواب بتایا گیا ہے لہٰذا معترض کا یہ کہنا کہ ”رسومات کی ادائیگی سے ماوراہوں“۔ غلط خیال ہے بلکہ سراسر غلط خیال ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اس حدیث میں ترغیب دی جارہی ہے کہ اچھی رسمیں جن سے معاشرہ، ملک، ملت و دین یا کسی شخص کو فائدہ پہنچے جاری کرنا بڑا ثواب ہے۔ ایک دوسری حدیث میں فرمایا: ”خیر الناس من ینفع الناس“ بہتر انسان وہ ہے جو لوگوں کو فائدہ پہنچائے۔

رسمِ میلاد شریف

مثلاً محفلِ میلاد شریف جو ایک رسم بن گئی ہے کہ ہر سال ۱۲ ربیع الاول کو منعقد کی جاتی ہے اس رسم کو محدثین نے باعثِ اجر و ثواب برکات قرار دیا ہے چنانچہ امام نووی، شارح مسلم کے استاذ امام ابوشامہ متوفی ۶۶۵ھ فرماتے ہیں ” ومن احسن ماابتدع فی زماننا مایفعل کل عام فی الیوم الموافق لیوم مولده صلی

Marfat.com

الله علیہ وسلم من صدقات واظهار الزینة و السرور الخ" (الباعث فی انکار البدع والحوادث ۱۶) اور بدعت حسنہ میں سے وہ رسم ہے جو ہمارے زمانہ میں معرض وجود میں لائی گئی کہ لوگ ہر سال یومِ میلاد النبی ﷺ کے دن صدقات وخیرات کرتے اور آرائش وخوشی کا اظہار کرتے ہیں اس میں غریبوں اور فقیروں کی امداد کے علاوہ حضور ﷺ کی محبت کا اظہار ہوتا ہے۔

تو تیجہ، دسواں، چالیسواں، چھ ماہ اور سالانہ کسی کی فاتحہ کا اہتمام کرنا بھی دین سے لگاؤ ظاہر کرتا ہے کیونکہ اس رسم نیک میں قرآن ختم ہوتے ہیں کلمے پڑھے جاتے ہیں صدقات وخیرات کی جاتی ہیں ان کے کرنے سے کرنے والے کو ثواب، مرنے والوں کو اجر اور غریبوں اور فقیروں کو کھانا میسر آتا ہے پھر تبرک کے اعتبار سے امیر وغنی کو بھی فائدہ پہنچتا ہے۔

اتمامِ حجت

چونکہ معترض نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی طرف منسوب کتاب "احکامِ شریعت" کا حوالہ پیش کیا ہے لہٰذا ہم آخر میں ان چار صورتوں کو پھر سے بیان کر دیتے ہیں تا کہ قارئین خوب اندازہ کر لیں کہ معترض صاحب نے کس قدر بڑا مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ درج ذیل صورتوں میں اہلِ میت کی طرف سے کھانے کی دعوت کرنا منع ہے۔

اولاً: لوگوں کا اہلِ میت کے ہاں جمع ہونا اور کھانا تیار کرانا۔ (یعنی ان سے کہہ کر کھانا

Marfat.com

تیار کرایا جائے) (احکام شریعت:۲۹۲)

ثانیاً: دعوت میں خرچ ہونے والے مال میں نابالغ بچوں کا حق وراثت شامل ہو (صفحہ ۲۹۴)

ثالثاً: ان عورتوں کی دعوت کی جائے جو افعالِ منکرہ (ناجائز کام کرتی ہیں مثلاً چلا کر رونا، پیٹنا، بناوٹ سے منہ ڈھانکنا (صفحہ ۲۹۵)

رابعاً: دعوت میں اپنی طاقت سے زیادہ خرچ کرنا (صفحہ ۲۹۶)

فقہاء کرام نے انہیں صورتوں میں کھانے کی دعوت کو منع کیا ہے جس کا مسئلہ ایصالِ ثواب سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

اعلیٰ حضرت کے کلام سے ثابت ہوا کہ اگر ان چار صورتوں میں سے کوئی صورت نہ ہو تو اہلِ میت کا کھانا جائز ہے جبکہ ان کا کوئی عزیز یا پڑوسی اہلِ میت کے لیے اور تکفین وتجہیز وتدفین اور تعزیت وفاتحہ ودعاء کے لیے آئے ہوئے کھانے کے غیر طلبگار لوگوں کے لیے اپنی ذاتی خوشی وجذبہ وہمدردی سے حسب استطاعت اور بلا تکلف کھانے کا انتظام کرے یا کسی ایسے عزیز یا پڑوسی کے نہ ہونے کی صورت میں اہلِ میت اپنے طور پر اپنی استطاعت کے مطابق اور کسی تکلف کے بغیر کھانے کا اہتمام کریں تو ضرورت مند وہاں سے کھا سکتا ہے خاص کر غریب فقراء وصلحاء تاکہ میت کو اس کا ثواب پہنچے ہاں اگر اس کھانے پر فاتحہ پڑھ دی جائے تو غنی بھی بطورِ تبرک اس سے کھا سکتا ہے جیسا کہ ہم آگے چل کر دلائل سے ثابت کریں گے۔

وصیت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

خود اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ عیہ کے وصایا شریف ملاحظہ فرمائیے اس میں فرماتے

Marfat.com

ہیں کہ میرے لیے جو فاتحہ دلائی جائے اس فاتحہ کے کھانے سے اغنیاء کو کچھ نہ دیا جائے صرف فقراء کو دیں اور وہ بھی اعزاز اور خاطر داری کے ساتھ نہ کہ جھڑک کر، غرض کوئی بات خلاف سنت نہ ہو (وصایا شریف:۱۰)

اس سے معلوم ہوا کہ اعلیٰ حضرت اہلِ میت کے کھانا پکانے اور اس پر فاتحہ دے کرا سے فقراء میں تقسیم کرنے کو مستحب سمجھتے تھے۔

اور اغنیاء کو نہ دینے کا حکم مصلحت کے طور پر دیا کیونکہ وہ تو کھاتے ہی رہتے ہیں مگر فقراء بیچارے تنگدست ہوتے ہیں کہ ان کو دو وقت کا کھانا پیٹ بھر کر کم ہی میسر آتا ہے فاتحہ کا کھانا پیٹ بھر کر کھائیں تو دعا کریں گے آپ نے یہ نہ فرمایا کہ اغنیاء کو فاتحہ کا کھانا بطور تبرک ناجائز ہے بلکہ آپ نے فتاویٰ رضویہ میں فرمایا کہ اگر چاہیں تو فاتحہ کا کھانا اغنیاء بطور تبرک لے سکتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو فتاویٰ رضویہ:۴/ ۱۸۷، طبع لکھنؤ انڈیا)

پانچواں اعتراض تعیین ایام

معترض نے یہ اعتراض بھی کیا ہے کہ تیجہ یا ساتواں اور چالیسواں میں چونکہ دن معین و مقرر ہیں اور ''تعیینِ ایام'' (دنوں کا مقرر کرنا) شریعت میں منع ہے لہٰذا یہ کام ناجائز ہیں۔ اس سلسلے میں معترض نے کوئی حوالہ پیش نہیں کیا۔ نہ قرآن سے نہ حدیث سے اور نہ ہی فقہ کی کسی کتاب سے کسی جائز یا نیک کام کے لیے دن مقرر کرنا جائز نہیں ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ نیک اور جائز کاموں کے لیے دن مقرر کرنا اس مصلحت سے جائز ہے کہ وہ دن لوگوں کو معلوم ہوتا کہ وہ خود بخود اس روز پہنچ کر سماجی کام میں

Marfat.com

شرکت کرسکیں یا نیکی میں حصہ لے سکیں اور ثواب پائیں جبکہ دن مقرر کرنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ وہ نیک کام اس دن کے علاوہ کسی اور دن میں کرنا جائز نہیں۔ قرآنِ کریم میں ہے: ”وذکر فان الذکری تنفع المؤ منین“ (الذاریات:۵۵) نصیحت کیجئے تو بے شک نصیحت ایمان والوں کو فائدہ دیتی ہے۔

قرآن میں ایمان والوں کو وعظ و نصیحت کرنے کا حکم ہے مگر اس کے لیے قرآن نے کسی دن کی کوئی شرط یا قید نہیں لگائی۔ جب شریعت کسی بات کا حکم دے یا اسے جائز قرار دے اس میں وقت وغیرہ کی شرط یا قید نہ لگائے تو اس میں اہلِ ایمان کے لیے آسانی ملحوظ ہوتی ہے کہ اہلِ ایمان اپنی مصلحتوں یا ضرورتوں کے تحت یا موقع و محل کی مناسبتوں سے وقت کا تعین خود ہی کر لیں۔

اب گر معترض کہے کہ نصیحت کرنا تو درست ہے مگر اس کے لیے تعین ایام (دن مقرر کرنا) درست نہیں تو پھر دن اور وقت مقرر کیے بغیر مسلمانوں کو نصیحت کرنے کی کیا صورت ہوگی۔ ظاہر ہے کہ اس کے لیے دن معین کیے بغیر کوئی صورت ہی نہیں ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے وعظ کے لیے دن مقرر فرمایا

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ عورتوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ مرد ہم سے آپ پر غالب ہیں یعنی وہ ہر وقت آپ کے ساتھ ہوتے ہیں تو ”فاجعل لنا یوما من نفسک“ آپ اپنی صوابدید پر ہمارے لیے کوئی دن معین فرمادیں جس میں آپ ہمیں وعظ و نصیحت فرمایا کریں۔ تو آپ نے ان سے اس بات کا وعدہ فرمالیا کہ ان کے لیے دن معین فرمائیں گے تو آپ ﷺ نے ان کے لیے دن معین فرمایا اور اس دن

Marfat.com

ان کے پاس تشریف لے گے اور انہیں وعظ فرمایا (صحیح البخاری:۱/۲۰) اس کی شرح میں امام عینی فرماتے ہیں کہ "ای عین لنا یوما" (عمدۃ القاری:۱/۱۳۲) کہ ہمیں وعظ فرمانے کے لیے کوئی دن مقرر فرمادیں تو آپ نے فرمادیا۔ ثابت ہوا کہ جائز کام کے لیے دن کی تعیین جائز ہے۔

چنانچہ صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہر جمعرات کو وعظ فرماتے تھے۔ ان کے شاگرد رشید حضرت شقیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ "**یذکر الناس فی کل خمیس فقال له رجل یا ابا عبدالرحمن لوددت انک ذکرتنا فی کل یوم قال اما انه یمنعنی من ذلک انی اکره ان املکم وانی اتخولکم بالموعظة کما کان النبی صلی الله علیه وسلم یتخولنا بها مخافة السامة علینا**" (صحیح البخاری:۱/۱۶، صحیح المسلم:۱/۳۷۷) ہر جمعرات وعظ فرماتے تھے تو ان سے ایک شخص نے عرض کی کہ اے ابوعبدالرحمٰن ضرور مجھے یہ بات پسند ہے کہ آپ ہمیں روزانہ وعظ فرمایا کریں۔ فرمایا خبردار، بلاشبہ مجھے اس سے یہ بات روکتی ہے کہ میں کہیں تمہیں اکتا نہ دوں اور میں وعظ کے معاملہ میں تمہارا خیال رکھتا اور تمہاری رعایت کرتا ہوں جیسا کہ نبی ﷺ ہمارے اُکتا جانے کے اندیشہ سے وعظ کے معاملہ میں ہماری رعایت فرماتے تھے۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ہر جمعرات کو وعظ کرنا اپنا معمول بنالیا تھا اور دن مقرر کرلیا تھا۔ معترض نے اعتراض تو کردیا کہ تعیین ایام سے ہمارے اکابر نے منع کیا ہے اب معترض کو سمجھ لینا چاہیے کہ ہمارے اکابر یہ ہیں جن کے بارے میں رسول ﷺ نے فرمایا کہ جس نے فقہ سیکھنی ہو عبداللہ بن مسعود سے سیکھے انہوں نے

Marfat.com

جمعرات کو وعظ کرنے کا اپنا معمول بنالیا تھا۔رسم بنالی تھی۔واضح ہوا کہ اچھی بات کو معمول بنالینا رسم بنالینا اوراس کے لیے کسی مصلحت کے پیش نظر کوئی دن مقرر کر لینا بلاشبہ نہ صرف جائز بلکہ سنتِ صحابہ کرام بلکہ سنتِ مصطفیٰ ﷺ ہے جیسا کہ اس کی شرح میں امام بدرالدین عینی شرح بخاری میں فرماتے ہیں ''**فیه ماكان عليه الصحابة رضى الله عنهم من الاقتداء بالنبى صلى الله عليه وسلم والمحافظة على سنته**'' (عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری:۲/۴۸) اس حدیث میں اس بات کا بھی بیان ہے کہ صحابہ کرام نبی کریم ﷺ کی پیروی اور آپ کی سنت کی پیروی کرتے تھے۔

ابھی بخاری کے حوالہ سے حدیث گزری ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کی خواہش پر ان کے لیے وعظ کا ایک دن مقرر فرمایا تھا اس لیے عبداللہ بن مسعود نے بھی آپ کی سنت کی روشنی میں وعظ کا ایک دن مقرر کیا تھا۔اب معترض کے لیے جائے عبرت ہے کہ وہ اپنے خودساختہ اکابر کی اندھی تقلید میں نیک کاموں کے لیے ایام تعیین کو حسب معمول ناجائز ٹھہرائیں یا رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کی سنت کی طرف لوٹ آئیں اور تعیین ایام کے خلاف خیال باطل سے رجوع دلائیں۔

امام بخاری

امام بخاری نے تو معترضین کے لیے جائے عذر تک نہیں چھوڑی کہ حدیث کا عنوان بھی یہ رکھا ''**باب من جعل لاهل العلم ايام معلومة**'' یعنی طالبان علم وبھلائی کے لیے دن مقرر کرنا جائز ہے۔

مردے زندوں سے زیادہ ثواب کے ضرورت مند ہیں

سوچنے کی بات یہ ہے کہ جب زندوں کے علمی فائدے کے لیے دن مقرر کرنا

Marfat.com

جائز ہو اور حدیثوں سے ثابت بھی ہو گیا تو مردوں کے ایصالِ ثواب کے لیے دن مقرر کرنا کیونکر نا جائز ہوا جبکہ مردے زندوں سے زیادہ ثواب کے ضرورت مند اور مستحق ہیں لہٰذا ان کے ایصالِ ثواب کے لیے دن مقرر کرنا بطریق اولیٰ جائز ہوا۔

ایصالِ ثواب کے لیے تعیین ایام کے جواز پر صحابہ کرام کا اجماع ہے

قرآن کی آیت مذکورہ ''وذکرھم الخ'' میں نصیحت کے لیے کسی دن کی تخصیص وتعیین سے منع نہیں فرمایا لہٰذا نصیحت ووعظ ایسے نیک کاموں کے لیے دن کا مقرر کرنا قرآن کی رو سے جائز ہوا پھر رسول اللہ ﷺ کی سنت سے بھی ثابت ہوا کہ نیک یا جائز کام کرے دونوں کا مقرر کرنا جائز ہے۔ پھر صحابہ کرام کے اجماع واتفاق سے بھی لہٰذا ہم کہہ سکتے ہیں یا ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ میت کے ایصالِ ثواب کو کسی بھی دن خواہ تیسرا ہو یا ساتواں یا چالیسواں وغیرہ مقرر کرنا قرآن وسنت کے علاوہ صحابہ کے اجماع سے بھی ثابت ہوا کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جب وعظ ونصیحت کے لیے خمیس کا دن مقرر کیا تو صحابہ میں سے کسی نے بھی اس نیک کام کے لیے تعیین یوم سے منع نہ کیا اور نہ ہی کسی نے اختلاف کیا بلکہ سب خاموش رہے تو اس سے ان کا اتفاق واجماع ثابت ہوا لہٰذا کسی جائز یا نیک کام کے لیے دن کا مقرر کرنا صحابہ کے اجماع سکوتی سے بھی برحق ہوا اور اجماع سکوتی کا منکر گمراہ ہے۔

ایصالِ ثواب کیلئے تعیین یوم کے جواز کا انکار گمراہی ہے

چونکہ صحابہ کے اجماع سکوتی کا انکار گمراہی ہے اور کسی بھی جائز یا نیک کی تعیین کا جواز قرآن وسنت اور صحابہ کی اجماع سکوتی سے ثابت ہے لہٰذا ایصالِ ثواب جو ایک

Marfat.com

نیک کام ہے کے لیے تعیین یوم کے جواز کا انکار بھی گمراہی ہے اور منکر گمراہ ہے۔

شرع صرف حدیث ہی کا نام نہیں۔گنگوہی صاحب

معترض کے بڑے بزرگ جناب مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب اوران کے شاگرد امبیٹھوی صاحب اپنی کتاب ''براھین قاطعه'' میں فرماتے ہیں کہ شرع شریف کے مسائل فقط حدیث ہی سے نہیں نکلتے بلکہ اول دلیل شرع قرآنِ مجید ہے پھر حدیث شریف پھر اجماع امت پھر قیاس (الی ان قال) حدیث کی رو سے صحابہ کے اجماع کی پیروی کرنا ثابت ہے (الی ان قال) قرآن وحدیث اوراجماع اور قیاس مجتہدین اور اتفاق اکثر علماء دیندار، پس جب کوئی امران دلائل میں کسی ایک دلیل سے ثابت ہو جائے گا اس کو کہیں گے کہ یہ امر شرع میں جائز ہے الخ (براہین قاطعہ صفحہ ۲۹ طبع دیوبند)

الحمدللہ علماء دیوبند کے بزرگوں کے بیان کردہ اس قاعدہ سے بھی تعیین یوم کا جواز ثابت ہوا۔

ایام کی تعیین کا اعتراض لغو اور بے بنیاد قرار پایا

گذشتہ بحث سے ایام کی تعیین کا اعتراض لغو اور بے بنیاد ہونا ثابت ہوا اس کے بعد، معترض کا یہ فرمانا کہ ''ایام کی تعیین کے ساتھ اور رسومات کی تکمیل کے جذبہ کے تحت کیے جانے والے اعمال کو اہلِ السنۃ والجماعت کے ہمارے بڑے بزرگوں نے خلافِ شرع قرار دیا ہے اور ایسی رسومات کی ادائیگی سے نہ صرف روکا ہے بلکہ اسے موجب گناہ قرار دیا ہے۔'' سراسر غلط ہے ابھی ہم نے حضرت رسول اکرم ﷺ کا عمل پھر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا عمل اور اس پر صحابہ کا سکوت جو مستلزم اجماع سکوتی

Marfat.com

ہے بیان کیا ہے اس کے علاوہ یہ حدیث مصطفیٰ ﷺ زبردست حجت ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ (روحی فداہ ابی وامی) نے فرمایا ''**من سن فی الاسلام سنة حسنة فله اجرها واجر من عمل بها من غیر ان ینقص من اجورهم شئی**'' (مشکوٰۃ، کنزل العمال رقم الحدیث ۴۳۰۷۸) کہ جس نے اسلام میں کوئی اچھی رسم نکالی اسے اس کا ثواب ملے گا اوران کے برابر بھی جو اس کے بعد اس پر عمل کریں گے نیز حجۃ الاسلام کی احیاء العلوم کا حوالہ بھی ناقابلِ فراموش ہے ''**ولکل قوم رسم الخ**'' ہر قوم کی رسم ہوتی ہے اور آپ نے حدیث کا بھی حوالہ دیا جسے امام حاکم نے مستدرک شریف میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے سند کے ساتھ روایت کیا کہ لوگوں کے جائز رسم ورواج میں ان کا ساتھ دو یہ نہ دیکھو کہ یہ رسم صحابہ کے زمانہ میں نہ تھی بلکہ یہ دیکھو کہ شریعت میں اس کی کوئی ممانعت تو نہیں آئی اور ممانعت بھی ایسی صریح کہ اس میں کسی تاویل وتوجیہ کا احتمال ہی نہ ہو۔

کیا معترض کے اکابر اہلسنّت سے ہیں؟

رہا ایام کی تعیین کا مسئلہ تو اس مسئلے میں واضح ہو کہ ایام کی تعیین سے اہلِ السنۃ والجماعۃ (معترض صاحب نے لفظ ''الجماعت'' کو تائے مطول (لمبی تاء)) سے لکھا ہے جو غلط ہے جنہیں ''والجماعۃ'' بھی لکھنا نہ آئے وہ دینی مسائل پر قلم اٹھائیں، حیرت کی بات ہے کہ بزرگوں نے ہرگز ہرگز منع نہیں کیا البتہ اس سے معترض کے بزرگوں نے ضرور منع کیا ہے اور ہم بڑے ادب سے سوال کریں گے کہ معترض، جس نے اپنے مفاد کے لیے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ احکام شریعت کا سہارا لیا اعلیٰ حضرت عظیم البرکۃ

Marfat.com

کا فتویٰ مبارکہ دیکھیے کہ تعین ایام یعنی فاتحہ وغیرہ کے لیے یہ جو تیسرا، ساتواں، چالیسواں یا سالانہ دن مقرر کیا جاتا ہے اس سلسلے میں دن مقرر کرنا کیسا ہے؟

تعین ایام پر اعلیٰ حضرت کا فتویٰ

جواب میں ارشاد فرماتے ہیں کہ ''تعیین اوقات که درمرد ماں رائج است همچو سوم و چهلم و سرسال وششماه (الی ان قال) بربنائے مصلحت اختیار کنند بے آنکه وقت معین را مبنائے صحت یا مدار حلت یا مناط اثابت دانند (الی ان قال) ایں تعیین باعث تذکیر و تنبیه ومانع تسویف و تفویت باشد هرعاقل از وجدان خود یابدکه چوں کارے را وقتے معین بنهند آمدن وقت یادش دهد ورنه بیسار باشد که از دست رود'' بسلسلہ تیجہ ساتواں، چہلم، سال اور چھ ماہ کے بعد، جن کی لوگوں میں رسم ہے یہ جائز ہے کیونکہ وقت یا دن کی تعیین بطور مصلحت اختیار کرتے ہیں ان کا یہ اعتقاد نہیں ہوتا کہ ان دنوں کے علاوہ کسی اور دن یا وقت فاتحہ دلوائی جائے تو جائز نہ ہوگی یا اس کا ثواب نہ ملے گا۔ یہ تعیین ایام واوقات یاددہانی اور متوجہ کرنے کے لیے اور اس لیے کہ یہ تعیین اس نیک کام میں غفلت کرنے اور اس نیکی کے رہ جانے میں مانع ہے ہر عقلمند اپنے شعور سے جانتا ہے کہ جب کسی کام کے لیے وقت مقرر کرتے ہیں تو اس کا مقررہ وقت ان کو یاد دلاتا ہے ورنہ تعیین وقت وقت و یوم کے بغیر بہت سی تقریبیں ہاتھ سے نکل جائیں گی۔ آگے چل کر لکھتے ہیں۔

''این طعن مبنی است برجهل باحوال مطعون علیه زیر اکه غیر

Marfat.com

از فرائض شرعیه مقررہ را هیچ کسن فرض میداند" (فتاویٰ رضویہ:۴/۱۹۱)
تعیین یوم کا اعتراض اہلِ سنت کے خیالات واحوال سے ناواقفیت کی بناء پر ہے کیونکہ کوئی شخص بھی احکامِ شرعیہ مقررہ کے سوا کسی کے لیے وقت یا دن مقرر کرنے کو فرض نہیں سمجھتا۔

الحمدللہ معترض نے اعلیٰ حضرت کی طرف منسوب احکام کی آڑ لی تھی ہم نے ان اعتراضات کے مدلل جوابات دیئے اور تعیین ایام کے سلسلے میں بھی اعلیٰ حضرت ہی نے حوالہ سے ان کو جواب دیا ہے اور اعلیٰ حضرت کے یہ الفاظ کہ میت کے ایصالِ ثواب کے لیے تعیین ایام پر اعتراض جہالت ہے کیونکہ تعیین ایام مصلحت کی بناء پر ہوتی ہے کسی مسلمان کا یہ اعتقاد ہرگز نہیں ہوتا کہ ان دنوں میں ایصالِ ثواب جائز اور دوسرے دنوں میں ناجائز ہے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا فتویٰ

اس سلسلہ میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کا فتویٰ شریف بھی ملاحظہ فرمائیں "**یک روز معین کرده (الی ان قال) بهیئت اجماعیه مردمان کثیر جمع شوند وختم کلام الله کنند وفاتحه برشیرینی یاطعام نموده تقسیم درمیان حاضران نمایند ایں قسم معمول درزمانه پیغمبر خداو خلفائے راشدین نبود اگر کسے ایں طور کند باک نیست زیراکه دریں قسم قبح نیست بلکه فائده احیاء و اموات را حاصل مے شود**" (فتاویٰ عزیزیہ:۱/۳۸) کوئی ایک دن معین کر کے اجتماعی طریقہ سے

Marfat.com

بہت سے لوگ جمع ہوں اور قرآن ختم کریں اور مٹھائی یا کھانے پر فاتحہ پڑھ کر اسے حاضرین میں تقسیم کریں اس قسم کا کام پیغمبرِ خدا ﷺ اور خلفاء راشدین کے زمانے میں نہیں ہوا تاہم اگر کوئی ایسا کام کرے تو کوئی حرج نہیں بلکہ اس میں زندوں اور مردوں، دونوں کے لیے (ثواب کا) فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

فوائد

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کے اس فرمان سے درج ذیل فائدے حاصل ہوئے

۱۔ایک یہ کہ کسی بھی جائز یا نیک کام کے لیے دن مقرر کیا جاسکتا ہے۔

۲۔دوسرا یہ کہ سب لوگوں کا مل کر (خاموشی سے) قرآن خوانی کرنا ثواب ہے۔

۳۔تیسرا یہ کہ مٹھائی یا کھانے پر فاتحہ پڑھنا ثواب ہے۔

۴۔چوتھا یہ کہ فاتحہ پڑھی ہوئی مٹھائی یا کھانا حاضرین میں تقسیم کرنا جائز و مستحب ہے۔

۵۔ پانچواں یہ کہ کام اگرچہ حضور ﷺ اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں نہ ہوا تاہم اس میں زندوں اور مردوں دونوں کا فائدہ ہے لہٰذا اس کا کرنا ثواب ہے۔

۶۔ جو کام حضور ﷺ اور صحابہ کے زمانہ میں نہ ہوا اگر اس میں مسلمانوں (زندوں یا مردوں) کا فائدہ ہو تو اسے کرنا جائز بلکہ ثواب کا فائدہ ہے۔

مروجہ فاتحہ باجماع علماء کرام خوب ہے

بزرگوں کی قبروں سے برکت ملتی ہے۔اور مروجہ فاتحہ باجماع مستحسن وخوب ہے

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''کہ تعیین اوقات'' کا

Marfat.com

اعتراض غلط ہے کیونکہ فاتحہ اور بزرگوں کے ایصالِ ثواب کے لیے دن مقرر کرنے میں کوئی شرعی حکم نہیں بلکہ یہ مصلحت کے طور پر ہے کوئی مسلمان فاتحہ وایصالِ ثواب کے لیے جو دن مقرر کرتا ہے اس کا مقصد ہرگز یہ نہیں ہوتا کہ اسی دن ہی کرنا فرض ہے کوئی مسلمان غیر فرض کو فرض نہیں ٹھہراتا لہٰذا اس پر اعتراض جہالت ہے"۔ پھر فرماتے ہیں کہ "زیارت وتبرک بقبور صالحین وامداد ایشاں بامداد ثواب وتلاوت قرآن ، دعائے خیر وتقسیم طعام وشیرینی امور مستحسن وخوب است باجماع علماء الخ" (فتاویٰ عزیزیہ:۱/۴۹) یعنی نیک لوگوں کی قبروں کی زیارت اوران سے برکت حاصل کرنا اور قرآن کی تلاوت ودعائے خیر اور کھانا ومٹھائی کی تقسیم کے ذریعہ انہیں ایصالِ ثواب کرنا اچھے کام ہیں ان کے اچھے ہونے پر علماء کا اجماع ہے۔

فاتحہ کا کھانا تبرک ہوجاتا ہے اس سے غنی بھی لے سکتے ہیں

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"اگر فاتحہ بنام بزرگے دادہ شد پس اغنیاء راہم خوردن د ازاں جائز است" (فتاویٰ عزیزیہ:۱/۳۹) اگر کسی نیک بندے کے نام کی فاتحہ دی جائے تو غنیوں وامیروں کو بھی اس سے کھانا جائز ہے۔

یعنی چونکہ فاتحہ سے وہ کھانا وغیرہ تبرک ہوگیا اور ہر مسلمان خواہ غریب ہو یا امیر تبرک کا محتاج ہے لہٰذا اس کو سب کے لیے کھانا جائز ہے۔

اسی فتاویٰ کے صفحہ۷۱ پر ہے: "فاتحہ خواندن (شب یاز دھم ربیع الثانی) وثواب آن بارواح طیبہ رسانیدن فی نفسہ جائز ودرست است

Marfat.com

وطعامیکه ثواب آں نیاز حضرت امامین نمایند و بران فاتحه وقل و درود خوان ندتبرک می شود خوردن بسیار خوب است'' (فتاویٰ عزیزیہ: ۱/۷۱) یعنی ۱۱ ربیع الثانی کو حضرت غوثِ اعظم کی گیارھویں شریف منانا اور کھانا وغیرہ پر فاتحہ دے کر ان کی ارواح طیبہ کو ثواب ہدیہ کرنا جائز اور وہ کھانا جو امامین کریمین امام حسن رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ کی بطور نیاز پکاتے ہیں اور اس پر فاتحہ درود پڑھ کر ان کو ایصالِ ثواب کرتے ہیں اس کا کھانا بہت ہی اچھی بات ہے۔

ضروری وضاحت بسلسلہ تعیین ایام

شریعت کی طرف سے اوقات مقرر و معینہ پر ادا کیے جانے والے احکام جیسے نماز اور روزہ و حج، ان کو ان کے مقررہ اوقات میں ادا کرنا ضروری ہے اور ان کے علاوہ جن کاموں کو شریعت نے اچھا اور باعثِ اجر و ثواب قرار دیا ہے مگر ان کو مطلق رکھا یعنی ان کے لیے کوئی وقت مقرر نہیں کیا بلکہ کرنے والوں پر چھوڑ دیا کہ وہ جب چاہیں انہیں ادا کر کے ثواب پائیں۔ ان کے لیے اگر کوئی اپنی ذاتی ضرورت یا شرعی مصلحت کی بناء پر کوئی دن یا وقت مقرر کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں بلاشبہ جائز ہے اور لوگ کرتے چلے آ رہے ہیں۔ قرآنِ کریم، سنت اور فقہاء امت سے یہ ثابت ہے کہ نیک کام کے لیے ایام کی تعیین بلاشبہ جائز ہے یہ تعیین شرعی نہیں کہ انسان وہ کام اسی دن کرنے کو شرعی اعتبار سے ضروری جانے اور دوسرے دن کرنے کو ناجائز مانے بلکہ یہ تعیین محض عادی ہے کہ لوگوں کی عادت ہے کہ وہ کسی جائز نیک کام کے لیے اپنی سہولت یا شرعی مصلحت کی بناء پر دن مقرر کر لیتے ہیں مثلاً زیارتِ قبور ایک ثواب کا کام ہے حدیثوں میں ہے کہ نبی کریم ﷺ ہر سال شہداء احد کی قبور کی زیارت کو تشریف لے جاتے تھے

Marfat.com

اور بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہر ہفتہ کو مسجد قبا تشریف لے جاتے (مسلم شریف رقم الحدیث ۵۲۰) اور صحیح مسلم میں حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ ہر پیر کو روزہ رکھتے پوچھنے پر فرمایا کہ اسی (پیر کے) روز میری پیدائش ہوئی اور اسی روز مجھ پر پہلی وحی نازل ہوئی اس کے شکرانہ میں روزہ رکھتا ہوں (مسلم شریف: ۱۹۷) اور صحیح بخاری میں حضرت ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور ﷺ ہر روز صبح و شام حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے مشورہ فرماتے تھے اور اسی میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جہاد کا سفر جمعرات کے روز فرماتے (بخاری شریف رقم الحدیث: ۲۹۵۰) اور ابوالشیخ و ابن جبان اور دیلمی سند معتبر کے ساتھ حضرت ابن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ طلب علم کے لیے پیر کا روز ہے (مسند امام دیلمی حدیث نمبر ۲۳۷) اور علماء دین آغاز درس کے لیے بدھ کا روز متعین کرتے ہیں (بخاری شریف: ۱/۱۶، العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ: ۴/۱۹۰، ۱۹۱) یہ سب تعیین ایام و درجات کے واقعات ہیں حضور ﷺ کی مراد ہرگز یہ نہ تھی شہداء احد کے مزارات اور مسجد کو ان ایام کے علاوہ جانا صحیح نہیں یا ان میں ثواب کم ہوگا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

"هم ازیں باب است تعینات مردم درسوم وچهلم وشش ماه وسر سال که بعضے ازآ نها مصلحت خاص داردو بعض آخر بقصد آساني وياد دهاني معتاد ومعهود گرديد ولا مشاحة في الاصطلاح"

(فتاویٰ رضویہ: ۴/۱۹۱) کہ جو مسلمانوں میں تیجا اور چہلم، چھ ماہ اور سالانہ فاتحہ کے دنوں کے تعین کا رواج ہے تعین عادی ہے کہ ان میں سے بعض خاص مصلحت رکھتے ہیں اور بعض دیگر آسانی اور یاد دہانی کے لیے ان دنوں کی عادت ہوگئی ہے جس کا سب کو علم

Marfat.com

ہوتا ہے اس قسم کے تعینات میں کوئی اعتراض والی بات ہی نہیں ہے۔

معترض نے چونکہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ہی کے حوالے پیش کیے تھے اس لے ہم نے بھی ان کے فتاویٰ سے تعیین ایام ومروجہ فاتحہ تیجا وچہلم وسالانہ وغیرہ کا جواز واستحباب (باعثِ اجروثواب ہونا) اوراس پر اعتراض کو جاہلانہ اعتراض ثابت کیا ہے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا ایک اور ایمان افروز فتویٰ

اس سلسلے میں امام المحدثین عمدۃ العارفین قدوۃ المحققین سیدنا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کا ایک اور ایمان افروز فتویٰ ملاحظہ فرمائیں۔

آپ سورہ انشقاق پارہ عم کی آیت ۱۸ ''والقمر اذا اتسق'' کے تحت فرماتے ہیں کہ: ''**وارد ست کہ مردہ دریں حالت مانند غریقے است کہ انتظار فریاد رسی می بردو صدقات و ادعیہ وفاتحہ دریں وقت بسیار بکار اومے آید وازیں است کہ طوائف بنی آدم تایک سال وعلی الخصوص تایک چلہ بعداز موت دریں نوع امداد کوشش تمام نمایند**'' (تفسیر عزیزی پارہ عم صفحہ ۲۰۶ طبع لال کنواں دہلی) حدیث میں وارد ہے کہ موت کے بعد مردہ کی حالت اس شخص کی سی ہوتی ہے جو پانی میں ڈوب رہا ہو اور کسی کی مدد کا منتظر ہو بس اس کے مرنے کے بعد صدقات، دعائیں، فاتحہ اس کے لیے بہت کارآمد کام ہیں اسی سبب سے لوگ سال تک اور خصوصاً اس کی موت سے لے کر چالیس دن تک اسی قسم کے کاموں کے ذریعے اس کی مدد کرنے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں۔

Marfat.com

الحمدللہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے اپنے اس ارشادگرامی سے زیرِ بحث مسئلہ پر خوب روشنی ڈالی ہے۔ اگر معترض میں کچھ شعور واحساس ہے تو اسے اپنے غلط موقف سے فوراً رجوع کر لینا چاہیے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کے بعدان کے بھائی حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلوی جن کا اردو ترجمہ قرآن بھی مشہور ہے اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں: ''**درخبراست ازتابعین کرام السلف یحبون الاطعام عن المیت اربعین یوماً**'' (فتاویٰ شاہ رفیع الدین صفحہ ۸) تابعین کرام سے مروی ہے کہ سلف صالحین میت کی طرف سے چالیس دن تک کھانا کھلانے کو پسند فرماتے تھے۔

الحمدللہ، محدثین دہلی جو اہلِ سنت کے مسلم بزرگ ہیں کے فتاویٰ سے زیرِ بحث مسئلہ روز روشن کی طرح واضح ہو گیا۔

حضرت شاہ رفیع الدین کا فتویٰ مزید فرماتے ہیں: ''**در مجلس فاتحه و ختم برائے حاضرین مجلس باشد اگر ایں جماعت برسر قبر باشند آنجاتقسیم شود وثواب آں باموات برسد واگردرخانها باشند به حاضران تقسیم شود ایں قسم هم قباحة ندارد**'' (فتاویٰ حضرت شاہ رفیع الدین صفحہ ۹) مجلس میں فاتحہ اور ختم پڑھ کر تبرک حاضرین مجلس میں تقسیم ہوتا ہے اگر یہ جماعت قبر کے پاس ہو اور وہاں تبرک تقسیم ہو اور اس کا ثواب میت کو پہنچے جب بھی درست ہے اور اگر لوگ گھروں میں ہوں اور اس تبرک کو ان میں تقسیم کیا جائے جب بھی کوئی حرج نہیں۔

اس میں شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے فاتحہ وختم وحاضرین تقسیم تبرک کو (خواہ وہ

Marfat.com

کھانا ہو یا کچھ اور) جائز قرار دیا۔ یہی مسلکِ اہلِ سنت ہے۔

ایصالِ ثواب کے لیے اعلیٰ حضرت کی خاص ہدایات

''همچناں آنچه عوام حیله درباب ایصالِ ثواب امور مستنکره احداث کرده اند مثلاً ریا وسمعه و تفاخر جمع اغنیاء و منع فقراء وآنکه درسوم جماعتے یکجا نشسته وهمه قرآن بجهر خوانند وفریضه استماع از دست دهند ایں همه ممنوع ومحظور ومکروه ومحذورست. علما را باید که برمفاسد زوائد سرزنش کنند نه آں که باطلاق لسان وسلاطت زبان اصل کار رابرهم زنند. چنانکه بسیارے از عوام در نماز خصوصاً نوافل که تنها گزارند بعدم مراعات تعدیل ارکان وغیره مخطورات عدیده خوکرده اند. ایں معنی مستلزم نهی از نماز نباشد. بلکه زیں خصائل شنیعه تحذیروترہیب می باید کرد. وبرادائے نماز تحریص و ترغیب'' اسی طرح بعض عوام ایصالِ ثواب کے ساتھ غلط کام کرتے ہیں مثلاً ریا کاری، دکھلاوا فخریہ طور پر کرنا، صرف امیروں کو بلانا اور غریبوں اور فقیروں کو روکنا اور یہ تیجہ وغیرہ ہر ایک جماعت علیحدہ بیٹھ کر قرآن اونچی اونچی آواز کے ساتھ پڑھتی ہے یعنی سب بہ آواز بلند پڑھتے ہیں قرآن سننے کا فریضہ ترک ہوتا ہے یہ سب باتیں درست نہیں علماء کو چاہیے کہ عوام کو ان باتوں سے باز رہنے کی تلقین کریں یوں نہ کریں کہ ایصالِ ثواب کے سلسلے کو ہی بند کرادیں بلکہ اس میں موجود خامیوں کو دور کرائیں جیسے کوئی شخص نوافل کی

Marfat.com

نماز پڑھ رہا ہو اور رکوع وسجود صحیح طریقہ سے نہ کرتا ہو تو اس کے نوافل بند نہ کرائے جائیں گے بلکہ اسے رکوع وسجود صحیح طریقہ سے کرنے کو کہا جائے گا۔

تیجہ وغیرہ جائز ومستحب ہے

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میت کے تیسرے دن مسلمانوں کا جمع ہو کر قرآن مجید وکلمہ طیبہ پڑھنا اور چنوں وغیرہ پر کچھ پڑھ کر تقسیم کرنا جسے سوم یا تیجا کہتے ہیں جائز یا نہیں۔ بینوا توا جروا

الجواب: صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ نیک اعمال کا مردہ کو ثواب پہنچتا ہے اور یہ بھی حدیثوں میں آیا ہے کہ وہ ثواب پا کر خوش ہوتا ہے اور ثواب پہنچے کا منتظر رہتا ہے تو قرآن شریف وکلمہ طیبہ پڑھ کر ثواب پہنچانا اچھی بات ہے اور تیسرے دن کی خصوصیت بھی مصالح عرفیہ شرعیہ کی بناء پر ہے۔ اس میں بھی حرج نہیں۔ حدیث میں ہے "صیام السبت لالک ولا علیک" (مسند امام احمد بن حنبل: ۳۶۸/۶) اور جو کچھ تقسیم کیا جائے محتاجوں کو دیا جائے کہ یہ بھی ثواب کی بات ہے غنی لوگ اس میں سے نہ لیں۔ باقی جو بیہودہ باتیں لوگوں نے نکالی ہیں۔ مثلاً اس میں شادی کے سے تکلف کرنا عمدہ عمدہ فرش بچھانا، یہ باتیں بیجا ہیں اور اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ ثواب تیسرے دن پہنچتا ہے یا اس دن زیادہ پہنچے گا اور کسی اور روز کم تو یہ عقیدہ بھی اس کا غلط ہے اسی طرح چنوں کی کوئی ضرورت نہیں۔ نہ چنے بانٹنے کے سبب کوئی برائی پیدا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ا۔ اگر کھانے پر فاتحہ نہ پڑھی گئی ہو تو پھر یہ حکم ہے کہ غنی نہ لیں اگر فاتحہ پڑھی گئی تو

Marfat.com

بطور تبرک سب کے لیے ہے۔

۲۔ معترض کو یہ فتویٰ ملاحظہ کرنا چاہیے جس نے اعلیٰ حضرت کو سند بنا کر دھوکہ دینے کی کوشش کی۔ اگر دین سے اخلاص رکھتا ہے تو بداعتقادی سے علانیہ توبہ کر کے صحیح العقیدہ اہلِ سنت و جماعت میں داخل ہو جائے۔

کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ کہنا جائز ہے

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فاتحہ بہیئت مروجہ کہ کھانا سامنے رکھ کر درود وقرآن پڑھ کر ثواب اس کا بنام میت کرتے ہیں اور وہ کھانا محتاج کو دے دیتے ہیں جائز ہے یا نہیں۔ زید کہتا ہے کہ کھانا محتاج کو دینے سے پہلے ثواب میت کو نہیں پہنچا سکتے لہٰذا پہلے کھانا دے اس کے بعد ثواب پہنچائے اور کہتا ہے کہ کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ و درود پڑھنا ناجائز و ناروا ہے۔ آیا قول اس کا صحیح یا غلط۔ بینوا توجروا

الجواب: فاتحہ بہیئت مروجہ جس طرح سوال میں مذکور ہوا بلا ریب جائز و مستحسن ہے اہلِ سنت کے نزدیک اموات کو ثواب پہنچانا ثابت ہے اور اس بارے میں حدیثیں صحیح اور روایتیں فقہی معتبر بکثرت وارد۔ باقی رہا طعام اور قراءۃ کا جمع خود ان کے امام الطائفہ معلم ثانی اسمٰعیل دہلوی نے صراط مستقیم میں اس اجتماع کو بہتر کہا۔ کہ ”حیث قال هرگاه ایصال نفع بمیت منظوردار دوموقوف براطعام نه گزارد اگرمیسر باشد بهتر ست والا صرف ثواب سورۂ فاتحه واخلاص بهترین ثوابها ست“ یعنی جب ایصالِ ثواب کے ذریعہ میت کو نفع پہنچانا چاہے تو اس کو کھانے پر موقوف نہ کرے۔ اگر میسر آئے یعنی کھانے کا اہتمام

Marfat.com

کر سکے تو بہتر ورنہ خالی ثواب ہی پہنچائے اور سورۃ فاتحہ وسورۃ اخلاص بہترین ثواب ہیں۔اور قبل اس کے کہ صدقہ محتاج کے ہاتھ میں پہنچے ثواب اس کا میت کو پہنچانا جائز اور حدیث سیدنا سعد بن عبادہ ﷺ سے سنن ابی داؤد وسنن نسائی میں مروی وثابت ہے "انه قال یارسول الله ان ام سعد ماتت فای الصدقة افضل قال الماء قال فحفر بئراً وقال هذه لام سعد "یعنی انہوں نے حضور اقدس ﷺ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ میری ماں نے انتقال کیا تو کونسا صدقہ افضل ہے؟ فرمایا پانی۔انہوں نے کنواں کھود کر کہا یہ مادرِ (ماں) سعد کے لیے ہے۔اس سے صاف ظاہر ہے کہ کنواں تیار ہونے پر یہ الفاظ کہے اور ایک دودن یا دس بیس برس بھی سہی تو کیا صرف اس قدر پانی کا ثواب پہنچانا منظور تھا جو اس وقت تک آدمیوں جانوروں کے صرف میں آیا۔حاشا بلکہ جب تک کنواں باقی رہے بحکم حذہ لام سعد سب کا ثواب مادرِ سعد کو پہنچے گا اور سب کا ایصال منظور تھا تو قبل تصرف ایصالِ ثواب ہر طرح حاصل اور خود احادیث مرفوعہ کثیرہ سے ثابت کہ رسول اللہ ﷺ نے ثواب عمل قبل عمل ایصال فرمایا اور فقیر نے انہیں حدیثوں سے کھانا سامنے رکھنے کی اصل استنباط کی جس کی تفصیل "رواه البيهقى عن انس والطبرانى فى الكبير عن سهل بن سعد وهوا العسكرى فى الامثال عن النواس بن سمعان والديلمى عن ابى موسىٰ الاشعرى رضى الله تعالىٰ عنهم زادلانه الله عزوجل ليعطى العبدعلى نيته مالا يعطيه على عمله "بے شک اللہ عزوجل بندہ کو اس کی نیت پر وہ ثواب دیتا ہے جو اس کے عمل پر نہیں دیتا۔"وذلک ان النية لارياء فيها والعمل يخالطه الرياء هذا حديث الاشعرى رضى الله تعالىٰ عنه

Marfat.com

عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ''زید کہ اسے ناجائز کہتا ہے حدیث کی مخالفت کرتا ہے۔ طرفہ تر یہ کہ خود امام الطائفہ میاں اسمٰعیل دہلوی (م ۱۲۴۶ھ) لکھتے ہیں: ''اگر شخصے بُزے راخانہ پرور کندتا گوشت او خوب شود اورا ذبح کردہ وپختہ فاتحہ حضرت غوث الاعظم ﷺ خواندہ بخوراند خللے نیست''۔ (زبدۃ النصائح) ان سے پوچھا ہوتا کہ یہ ''فاتحہ خواند بخوراند'' کیسی ''خوارندہ فاتحہ بخواند'' کہا ہوتا۔ اوّل بات یہ ہے کہ فاتحہ ایصالِ ثواب کا نام ہے اور مومن کو عمل نیک کا ایک ثواب اس کی نیت کرتے ہی حاصل اور عمل کیے پر دس ہوجاتا ہے جیسا کہ صحیح حدیثوں میں ارشاد ہوا بلکہ متعدد حدیثوں میں فرمایا گیا کہ ''نیة المومن خیر من عملہ'' مسلمان کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔ فاتحہ میں دو عمل نیک ہوتے ہیں قرأت قرآن واطعام طعام۔ طریقہ مروجہ میں ثواب پہنچانے کی دعا اس وقت کرتے ہیں جب کہ کھانا دینے کی نیت کرلی اور کچھ قرآن عظیم پڑھ لیا تو کم سے کم گیارہ ثواب تو اس وقت مل چکے۔ دس ثواب قرأۃ کے اور ایک نیت اطعام کا۔ کیا انہیں میت کو نہیں پہنچا سکتے۔ رہا کھانا دینے کا ثواب وہ اگرچہ اس وقت موجود نہیں تو کیا ثواب پہنچانا شاید ڈاک یا پارسل میں کسی چیز کا بھیجنا سمجھا ہوگا کہ جب تک وہ شے موجود نہ ہو کیا بھیجی جائے۔ حالانکہ اس کا طریقہ صرف جناب باری تعالیٰ میں دعا کرنا ہے کہ وہ ثواب میت کو پہنچائے۔ خود امام الطائفہ صراط مستقیم میں لکھتا ہے۔ ''طریق رسانیدن آں دعا بجناب الٰہی ست'' کیا دعا کرنے کے لیے بھی اس شے کا موجود فی الحال ہونا ضروری ہے مگر ہے یہ کہ جہالت سب کچھ کراتی ہے اور وقت فاتحہ کھانے کے قاری کے پیش نظر ہونا اگرچہ بیکار بات ہے مگر اس کے سبب سے وصول

Marfat.com

ثواب یا جواز فاتحہ میں کچھ خلل نہیں جو اسے ناجائز وناروا کہے ثبوت اس کا دلیل شرعی سے دے ورنہ اپنی طرف سے بحکم خدا اور رسول ﷺ کسی چیز کو ناروا کہہ دینا خدااوررسول ﷺ پر افتراء کرنا ہے ہاں اگر کسی شخص کا یہ اعتقاد ہے کہ جب تک کھانا سامنے نہ جائے گا ثواب نہ پہنچے گا تو یہ گمان اس کا محض غلط ہے لیکن نفس فاتحہ میں اس اعتقاد سے کچھ حرف (فرق) نہیں آتا۔ (فتاویٰ رضویہ:۴/۱۹۳،۱۹۴)

ا۔ترجمہ: اگر میسر آئے یعنی کھانے کا اہتمام کر سکے تو بہتر ورنہ خالی ثواب ہی پہنچائے، سورۂ فاتحہ وسورۂ اخلاص بہترین ثواب ہیں۔

۲۔اگر کوئی شخص گھر میں بکری پالتا ہے تاکہ وہ خوب موٹی تازی ہو جائے جسے وہ ذبح کر کے پکا کر اس پر غوثِ اعظم ﷺ کی فاتحہ پڑھ کر لوگوں کو کھلائے یہ جائز ہے۔

فوائد

معترض سے گذارش ہے کہ اس نے چونکہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ جات کی آڑ لی تھی جن کے ہم جواب دے چکے اب اعلیٰ حضرت کے ان فتاویٰ کو پڑھے اور انصاف کو مدنظر رکھتے ہوئے حقیقت کو بلاچون وچرا تسلیم کرے۔ اعلیٰ حضرت کے اس فتویٰ کے درج ذیل فوائد ومسائل معلوم ہوتے ہیں۔

ا۔فاتحہ مروجہ بلاشک جائز بلکہ اچھا کام ہے۔

۲۔اہلِ سنت کے نزدیک فاتحہ وقرآن خوانی اور کھانے وغیرہ صدقات کا ثواب میت کو پہنچتا ہے۔

۳۔اس بارے میں صحیح صحیح حدیثیں اور فقہی روایتیں جو معتبر ہیں بہت ہیں۔

Marfat.com

۴۔ قرآن وفاتحہ خوانی اور کھانا دونوں کو ملا کر میت کو ایصالِ ثواب کرنا اہلسنت کے نزدیک تو جائز و مستحب مستحسن کام ہے لیکن خود معترض جنہیں اپنا بزرگ مانتا ہے یعنی مولوی محمد اسماعیل دہلوی صاحب وہ بھی ان دونوں یعنی قرأۃ قرآن وفاتحہ وقل خوانی اور کھانے کے ثواب پہنچانے کو بہتر ٹھہرا رہے ہیں۔

۵۔ جب کھانا تیار ہو گیا اور اس پر فاتحہ پڑھ دی گئی اور ایصالِ ثواب کی دعا ہو گئی تو اس سے قبل کہ حاضرین وہ کھانا کھائیں یا تبرک پائیں سب کا ثواب میت کو پہنچ گیا یوں نہیں کہ حاضرین جب کھانا کھا چکیں تب اُس کا ثواب پہنچے گا۔

۶۔ اس کی دلیل ام سعد کے کنویں والی حدیث ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ مرحومہ کو کنویں کے صرف اُس پانی کے ثواب پہنچانے کی نیت نہ کی تھی جو اس وقت کنویں میں موجود تھا بلکہ اس تمام پانی کی جو اس کے بعد زمین سے نکلنے اور لوگوں کے کام آنے والا تھا معلوم ہوا کہ ایک چیز تیار ہو مگر ابھی فائدہ اٹھانے والے اس سے فائدہ نہیں اٹھا پائے بلکہ وہ بعد میں ہی فائدہ اٹھانے والے ہیں محض ایصالِ ثواب کی نیت کرتے ہی سب کا ثواب میت کو پہنچ جاتا ہے۔

۷۔ اس سلسلے میں بہت سی حدیثیں ہیں علاوہ حدیث برام سعد رضی اللہ عنہما

۸۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں وہ تمام حدیثیں اس مسئلہ کی بنیاد ہیں کہ کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھنا جائز ہے جیسا کہ اس کا رواج ہے۔

۹۔ جو شخص اس عمل کو ناجائز کہتا ہے وہ ان تمام حدیثوں کی مخالفت کرتا ہے۔

غوثِ اعظم کے نام کی بکری

۱۰۔ جناب مولوی اسمٰعیل دہلوی معترض (دیوبندی صاحب) اور ان کے ہمنواؤں کے مسلم پیشوا ہیں اس بات کو تسلیم فرماتے ہیں کہ یہ جو عوام اہلسنت کے ہاں پیرانِ پیر کا

Marfat.com

بکرا پالنے کی رسم ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کر کے پکا کر گیارہویں پر غریبوں کو کھلاتے اور اس کا ثواب سیدنا غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی روح مبارک کو ہدیہ کرتے ہیں بلاشبہ جائز ہے۔اسے ناجائز کہنا یا شرک قرار دینا درست نہیں۔

۱۱۔"فاتحہ"ایصالِ ثواب کا نام ہے۔

۱۲۔ایصالِ ثواب کلامِ الٰہی و فاتحہ وقل خوانی سے بھی ہو سکتا ہے۔

۱۳۔مومن جب نیک کام کی نیت کرتا ہے تو نیت پر ایک ثواب ملتا ہے اور جب عمل کرتا ہے یعنی اپنی نیت کو عمل میں لاتا ہے تو دس ثواب پاتا ہے۔

۱۴۔کھانا تیار ہو گیا اور فاتحہ شریف پڑھ لی گئی اس پر گیارہ ثواب مل گئے یعنی عمل کرنے والوں کو بھی اور جن کے لیے عمل کیا انہیں بھی ہر ایک کو اسی وقت گیارہ گیارہ ثواب مل گئے تو جب کھانا کھلانا شروع کیا تو ایک کے دس ہو گئے یوں ہر ایک کو یعنی عامل کو اور جن کے لیے عمل کیا بیس بیس ثواب مل گئے دس قرآن خوانی اور فاتحہ خوانی کے اور دس کھانا کھلانے کے۔

۱۵۔فاتحہ دیتے وقت کھانا سامنے ہونا جائز ہے مگر اسے ضروری خیال کرنا غلط اور بے کار بات ہے۔

۱۶۔جو شخص کھانا سامنے رکھ فاتحہ پڑھنے کو ناجائز کہتا ہے وہ اللہ اور رسول اللہ ﷺ پر بہتان باندھتا ہے۔

معترض اگر اعلیٰ حضرت سے کیے گئے سوال پر غور کرتے تو حقیقت مسئلہ ان پر واضح ہو جاتی اور اعتراض کرنے کی نوبت ہی نہ آتی۔سوال ملاحظہ ہو۔

"کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ اکثر بلا دھند میں یہ رسم ہے کہ

Marfat.com

۱۔میت کے روز وفات سے اس کے اعزہ واقارب واحباب کی عورات (خواتین) اس کے ہاں جمع ہوتی ہیں۔

۲۔اس اہتمام کے ساتھ جو شادی میں کیا جاتا ہے۔(لفظ شادی پر غور فرمائیں)

۳۔پھر کچھ دوسرے دن، اکثر تیسرے دن واپس آتی ہیں۔

۴۔بعض چالیسویں تک بیٹھتی ہیں۔

۵۔اس مدت اقامت (ان کے ٹھہرے رہنے کی مدت) میں عورات (ان عورتوں) کے کھانے پینے، پان چھالیہ کا اہتمام اہلِ بیت کرتے ہیں۔

۶۔جس کے باعث (اہلِ میت) ایک صرف کثیر (بہت بڑے خرچ) کے بوجھ کے زیر بار ہوتے ہیں۔

۷۔اگر اس وقت ان (اہلِ میت) کا ہاتھ خالی ہو تو قرض لے لیتے ہیں۔

۸۔(قرض) یوں نہ ملے تو سودی نکلواتے ہیں۔

۹۔اگر (اہلِ میت ایسا) نہ کریں تو مطعون (ان پر طعن و تشنیع کی جاتی ہے) و بدنام ہوتے ہیں۔

یہ شرعاً جائز ہے یا کیا؟ بینوا و توا جروا

اس پر اعلیٰ حضرت غوث امت امام اہلِ سنت عظیم البرکۃ امام احمد رضا رضی اللہ عنہ ورحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں۔

''سبحان اللہ! اے مسلمان، یہ پوچھتا ہے یا کیا یوں پوچھ کہ یہ ناپاک رسم کتنے قبیح اور شدید گناہوں، سخت شنیع (بہت ہی بری) خرابیوں پر مشتمل ہے۔ معترض کی عقل کا کیا کہنا اعلیٰ حضرت عظیم البرکۃ غوث الامۃ علیہ الرحمۃ سے کیے گئے سوال پر غور

Marfat.com

نہ کیا، لفظ ''شادی'' پر نظر نہ ڈالی بلکہ سوال کی پوری نوشقیں جنہیں ہم نے نمبروں کے ساتھ واضح کیا ہے معترض کی نگاہ میں نہ آئیں۔ آنکھیں بند کئے سوچے سمجھے بغیر اس کی فوٹو کاپی کرائی اور سینوں پر چڑھ دوڑے کہ اعلیٰ حضرت کے نزدیک سویم وہفتم وغیرہ کی تقریبات ممنوع وناجائز اور موجب گناہ ہیں۔ **لاحول ولاقوۃ الاباللہ۔**

یہ نہ سمجھا کہ سوال میں پیش کردہ صورتِ حال کے مطابق اہلِ میت کے ہاں اجتماع کرنے اور ان سے شادی بیاہ کی طرح کھانے تیار کرانے کو تو کوئی سنی العقیدہ عالم دین تو کجا ایک عام عقلمند مسلمان بھی درست قرار نہ دے گا۔

پھر اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ اہلِ میت کے ہاں جمع ہو کر ان سے کھانا تیار کرانا کئی ایک وجوہ سے بری بات ہے ایک اس لیے کہ دعوت کی فرمائش خوشی کے موقع پر ہوتی ہے اور یہ خوشی کا موقع نہیں ہے ہاں اگر اہلِ میت کسی کی فرمائش کے بغیر ضرورت مندوں یا فقراء وصالحین کے لیے کھانا تیار کریں تو یہ جائز بلکہ اچھی بات ہے دلائل آگے آتے ہیں۔ دوسرا اس لیے کہ اگر میت نے ترکہ چھوڑا اور وارثوں میں نابالغ بچے یا کوئی غیر موجود ہے تو ان کی حق تلفی ہوگی۔ (اس کا مطلب یہ ہوا کہ مال ترکہ سے نہ ہو کوئی اپنے ذاتی خرچہ سے کرے تو اعتراض کی بات نہیں) تیسرا اس لیے کہ عورتیں جمع ہو کر نوحہ کرتیں چلا کر روتی پیٹتی ہیں یہ منع ہے۔ چوتھا دکھلاوا کہ طاقت سے زیادہ خرچ کیا جاتا ہے حتیٰ کہ بلاضرورت شرعیہ سود پر قرض تک لیا جاتا ہے اور بلاضرورت شرعیہ (شدیدہ) سود پر قرض لینا باعثِ لعنت ہے (جلی الصوت صفحہ ۱ تا ۵)

غوث الامتہ امام اہلِ السنۃ اعلیٰ حضرت نے تصریح فرمادی کہ اہلِ میت کا ان چار وجوہات کی بناء پر کھانا پکانا منع ہے صاف مطلب یہ ہے کہ اگر ان چار وجوہات

Marfat.com

میں سے کوئی ایک وجہ بھی نہ ہو تو اہلِ میت کا کھانا پکانا جائز ہے مثلاً لوگوں کا وہاں اجتماع اہلِ میت سے کھانا تیار کرانے کے لیے نہ ہو محض اظہارِ تعزیت و اظہارِ افسوس کے لیے ہو اور وہ اگر اپنے طور پر کھانا تیار کریں اور یہ کہ جس مال سے کھانا تیار کیا جائے اس میں کوئی نابالغ بچہ وارث نہ ہو یا کوئی وارث غائب وغیرہ موجود نہ ہو اور یہ کھانے والوں میں کوئی رونے پیٹنے چیخنے چلانے والے لوگ نہ ہوں کہ ایسا کرنا ممنوع ہے اور ممنوع کام کرنے والوں کو کھلانا پلانا گناہ پر اعانت ہے اور گناہ پر اعانت حرام ہے اور یہ کہ طاقت سے زیادہ خرچ نہ ہو کہ وہ ریا کاری اور شہرت طلبی کا مظاہر ہوگا اور وہ ممنوع ہے۔ اسی طرح فتح القدیر شرح ہدایہ و مراقی شرح نور الایضاح و خلاصۃ الفتاویٰ و فتاویٰ سراجیہ و ظہیریہ اور قاضی خان میں جو تیسرے دن ضیافت کو ناجائز لکھا ہے ان سب کتابوں میں لفظ ''ضیافت'' موجود ہے اور ضیافت کا معنی مہمانی ہے۔

امام ابو الفضل مصری لسان العرب میں ضیافت کے معنی کی بحث میں لکھتے ہیں: ''ضفت الرجل ضيفا وضيافة وتضيفة نزلت به ضيفا (الى ان قال) وتضيفة طلبت منه الضيافة''۔ (لسان العرب: ۹/ ۲۰۸، ۲۰۹) ضفت الرجل ضیفا و ضیافۃ کا معنی ہے کسی کو مہمان کے طور پر مہمانی دینا اور ضیفۃ کا معنی ہے کسی کے ہاں مہمان بن کر پہنچ جانا اور تضیفۃ کسی سے مہمانی طلب کرنا۔

لفظ ''ضیافت'' کی اس تحقیق سے واضح ہو گیا کہ ضیافت ایک خاص کھانا ہے جو کسی آنے والے مہمان کو مہمانی کے طور پر دیا جاتا ہے جبکہ وہ مہمانی کا طالب بھی ہوتا ہے۔ یہ سرے سے موضوع ہی اور ہے اس کا ہمارے زیرِ بحث مسئلہ سے تو دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ اہلِ سنت کے ہاں تو میت والوں سے مہمانی کا کوئی سوچ بھی نہیں

Marfat.com

سکتا۔

کیونکہ دعوت مہمانی تو خوشی کے موقع پر ہوتی ہے اور یہ خوشی کا موقع نہیں ہے جیسا کہ ہم نے پہلے واضح کیا کہ ہمارے سنی لوگ تعزیت اور اہلِ میت سے تعاون کے لیے ان کے ہاں جمع ہوتے ہیں کوئی کھانا پکوانے کے لیے جمع نہیں ہوتے۔

اس کو اہلسنّت کے ہاں ایصالِ ثواب کے لیے مروجہ فاتحہ وغیرہ کے اجتماع پر چسپاں کرنا ڈھٹائی کے سوا کچھ نہیں۔

تیجہ مکروہ نہیں

اور فقہاء کرام کا یہ فرمان بھی برحق ہے کہ" **لا بیاح اتخاذ الضیافة عند ثلاثة ایام فی المصیبة لان الضیافة یتخذ عند السرور لانها ایام تاسف فلایلیق بها مایکون للسرور**" (فتاویٰ قاضی خان وغیرہ) کہ مصیبت کے تیسرے روز دعوت کا اہتمام کرنا جائز نہیں کیونکہ دعوتیں خوشی کے وقت ہوتی ہیں اور یہ تو افسوس کے ایام ہیں لہٰذا ان دنوں میں ان دعوتوں کا اہتمام نہ کیا جائے جو خوشی کے موقع پر ہوتی ہیں۔

اس میں بھی منع ٹھہرایا ہے تو دعوت وضیافت کو جس کا معنی ہم پہلے نقل کر چکے ہیں کسی کا کسی کے ہاں کھانے کی غرض سے جانا اور کھانا کے لیے بلانا یہ ضیافت ودعوت ہے۔ اس کا نہ تو فاتحہ سے تعلق ہے اور نہ ہی کسی دوسرے نیک کام کے ایصالِ ثواب سے۔

اس میں بھی منع ٹھہرایا ہے تو دعوت وضیافت کو جس کا معنی ہم پہلے نقل کر چکے ہیں

Marfat.com

کہ کسی کا کسی کے ہاں کھانے کی غرض سے جانا اور کھانا کے لیے بلانا یہ ضیافت و دعوت ہے۔ اس کا نہ تو فاتحہ سے تعلق ہے اور نہ ہی کسی دوسرے نیک کام کے ایصالِ ثواب سے۔

محقق کا کام اندھی تقلید نہیں تحقیق ہے

علماء کے اس وقت دو گروہ ہیں کچھ تو وہ ہیں جو زمانہ جاہلیت کے لوگوں کی طرح آنکھیں بند کر کے اپنے بزرگوں اور بڑوں کے کہے اور لکھے ہوئے پر چل رہے ہیں اس دور میں علماء اہلِ سنت کے سوا سب فرقوں کے علماء یہی کر رہے ہیں یعنی اپنے بڑوں کی اندھی تقلید جو انہوں نے اپنی کتابوں میں لکھ دیا یہ اسی کو حرف آخر سمجھ کر اس پر عمل پیرا ہیں اور اس اندھی تقلید کا یہ عالم ہے کہ قرآن و سنت اور علماء اہلِ سنت کا اجماع بھی ان کے سامنے رکھا جائے تو یہ قرآن و سنت اور اجماع امت کو حیلوں بہانوں سے چھوڑ دیں گے مگر اپنے بڑوں کی تقلید نہیں چھوڑیں گے جبکہ ان کے برعکس علماء اہلِ سنت اصحاب تحقیق ہیں وہ قرآن و سنت اور اجماع کو ہی سب سے بڑی چیز سمجھتے ہیں ان کے مقابلہ میں وہ کسی کو اور کسی کی بات کو کوئی اہمیت نہیں دیتے خواہ ان کے نزدیک وہ کتنا ہی لائقِ احترام ہو۔

دفن کے بعد شرکاء تدفین اور مساکین وفقراء وصلحاء کے لیے کھانے کی دعوت جائز ہے

معترض نے اپنے خط کے ساتھ اعلیٰ حضرت غوث الامت مولانا شاہ احمد رضا خان علیہ الرحمۃ کی احکام شریعت کے جن صفحات کی فوٹو کاپی منسلک کی ہے ان

Marfat.com

میں کچھ فقہاء کرام کی عبارات ہیں جن میں دعوت وضیافت کو مکروہ لکھا ہے اور معترض صاحب نے سوچے سمجھے اور کتابوں کا مطالعہ اور مسئلہ کی تحقیق کیے بغیر محض اپنے بڑوں کی اندھی تقلید میں مروجہ فاتحہ شریف وایصالِ ثواب پر اعتراض جڑ دیا۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ فقہاء کرام نے جس دعوت وضیافت کو منع کیا ہے یہ وہ دعوت وضیافت ہے جو جاہلیت کے دور میں تھی۔ میت کی قبر پر جانور ذبح کیا جاتا ہے پھر اس خیال سے دعوتِ عام کی جاتی تھی اس خیال کہ لوگ ان کی سخاوت کی دیکھیں اور اس کا چرچا کریں اس قسم کی دعوت خواہ پہلے دن ہو یا تیسرے دن یا ساتویں یا چالیسویں دن یہ ممنوع وناجائز ہے کیونکہ یہ دعا وفاتحہ یا ایصالِ ثواب کے لیے نہیں بلکہ یہ خالص ریاکاری اور حصولِ شہرت ہے۔

بے بصیرت معترض

بے بصیرت معترض نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی احکامِ شریعت میں درج اس عبارت پر نظر نہیں ڈالی جو زیرِ بحث مسئلہ کی بنیاد ہے جو علامہ شامی کے حوالہ سے درج کی گئی ہے ملاحظہ ہو، امام بزدوی کی وجیز کے حوالہ سے ''**یکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعد الاسبوع**'' یعنی میت کے پہلے یا تیسرے دن یا ہفتہ کے بعد جو کھانے تیار کرائے جاتے ہیں سب مکروہ وممنوع ہیں'' پھر لکھتے ہیں کہ ''علامہ شامی ردالمحتار میں فرماتے ہیں: ''**اطال ذلک فی المعراج وقال هذه الافعال کلها للسمعة والریاء فیحترز عنها لانهم لایریدون بها وجه الله**'' (فتاویٰ شامی: ۲/۲۴۱) کہ مصنف نے ''المعراج'' میں لمبی بحث کی ہے اور کہا کہ اہلِ میت کا

Marfat.com

پہلے (دوسرے) تیسرے اور ساتویں روز کے بعد اجتماعات سب کے سب شہرت وریاء کاری کے سبب ممنوع ہیں لہٰذا ان سے احتراز کیا جائے کہ وہ ان سے رضائے الٰہی کا ارادہ ہی نہیں رکھتے۔

اس عبارت سے واضح ہوگیا کہ جو لوگ ریا کاری، حصولِ شہرت کے لیے یہ کام کریں اور تیجہ وغیرہ محض دنیاوی رسم کے طور پر محض کھانے پینے کی دعوتوں کے طور پر کرنا منع ہے ایصالِ ثواب دنیاوی چیز نہیں ہے یہ اخروی چیز ہے۔ یہ باعثِ ثواب ہے خواہ پہلے روز ہو یا تیسرے یا چالیسویں۔ فاتحہ خوانی وحصولِ ثواب اور ایصالِ ثواب رضائے الٰہی کے لیے نہ کرنا ممنوع ہیں ورنہ نہیں۔ فقہاء کرام نے یہاں تک فرمایا کہ قرآن پڑھنے والے اس نیت سے بھی قرآن نہ پڑھیں کہ ان کو اس کے عوض کھانا کھلایا جائے اور نہ ہی اس نیت سے کھانا پکائیں کہ قرآن پڑھوائی کے عوض کھانا کھلایا جائے کیونکہ یہ عظمتِ قرآن کے خلاف ہے چنانچہ شامی میں ہے ''ان اتخاذ الطعام عند قرأة القرآن لاجل الاکل یکره'' (شامی:۲/۲۴۰) یعنی جو لوگ محض کھانے کے شوق میں قرآن پڑھیں ان کے لیئے کھانا بنانا منع ہے۔

علمی نکتہ

یہاں ایک علمی نکتہ ہے جس کو سمجھنے سے مسئلہ خوب واضح ہوجائے گا وہ یہ کہ عبارت میں ''لاجل الاکل'' لام حرف جر کا تعلق پیچھے مذکورہ عبارت میں لفظ ''قرأة'' مصدر ہے۔ لام حرف جر اس کی علت ہے لہٰذا مطلب یہ ہوگا کہ قرأةِ قرآن کی علت وسبب صرف کھانا ہو ثواب نہ ہو۔

Marfat.com

ہاں اگر پڑھنے والوں کا مقصد اوران کی غرض تو ایصالِ ثواب ہواور اہلِ خانہ اپنے شوق سے انہیں کھانا کھلائیں یاان کی کوئی خدمت کریں تو حرج نہیں بلکہ مستحسن ہے جیسا کہ آگے بیان ہوگا۔معترض کاان کو بہر صورت ممنوع قرار دینا عوام کودھوکا دینا اور بڑی بددیانتی ہے۔ جبکہ فقہاء کرام صاف طور پر ممانعت کی علت ریاکاری اورشہرت کوٹھہرا رہے ہیں،معترض نے اعلیٰ حضرت کی یہ عبارت بھی فوٹو کاپی کرا کر بھیجی مگراسے اس پرغور کرنے کی توفیق نہیں ہوئی ورنہ اسے اس مروجہ فاتحہ شریف وایصالِ ثواب کی تقریب پراعتراض کی جرأت نہ ہوتی۔ان تین وجوہ کاذکرکرنے کے بعدجن کو ہم نے اعلیٰ حضرت کی کتاب ''جلی الصوت'' کے حوالہ سے پہلے ہی بیان کر دیا۔ لکھتے ہیں۔

رابعاً: اکثرلوگوں کواس رسم شنیع (جس کی شناعت وقباحت کے تین وجوہ بیان ہوئے) کے باعث۔

ا۔اپنی طاقت سے زیادہ تکلیف کرنی پڑتی ہے(یعنی نام ونمود کے لیے اہتمام دعوت کرنا)

۲۔ یہاں تک کہ میت والے بیچارے اپنے غم کو بھول کراس آفت میں مبتلا ہوتے ہیں کہ اس میلہ کے لیے کھانا، پان چھالیا کہاں سے لائیں اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس سے برادری کی عورتوں یا مردوں کا اہلِ میت کو کھانے وغیرہ کے لیے تنگ کرنا مراد ہے

۳۔اور بارہا قرض لینے کی ضرورت پڑتی ہے ایسا تکلف شرع کوکسی امرمباح کیلئے بھی زنہار پسند نہیں نہ کہ رسم ممنوع کے لیے

۴۔پھراس کے باعث دقتیں پڑتی ہیں جو ظاہر ہیں۔

Marfat.com

۵۔ پھر اگر قرض سودی ملا تو حرام خالص ہو گیا اور معاذ اللہ لعنت الٰہی سے پورا حصہ ملا کہ بے ضرورت شرعیہ سود دینا بھی سود لینے کے مثل باعثِ لعنت ہے جیسا کہ صحیح حدیث میں فرمایا۔

خصوصی توجہ

معترض اعلیٰ حضرت غوث الامۃ امام اہلسنت کے یہ الفاظ بغور پڑھے جو آخر میں لکھتے ہیں۔

''غرض اس رسم کی شناعت و ممانعت میں شک نہیں اللہ عزوجل مسلمانوں کو توفیق بخشے کہ قطعاً ایسی رسوم شنیعہ جن سے ان کے دین و دنیا کا ضرر ہے ترک کر دیں اور طعن بیہودہ کا لحاظ نہ کریں۔''

اس سے واضح ہوا کہ اعلیٰ حضرت اس رسم شنیع سے منع فرما رہے ہیں جس میں وہ چار وجوہات واسباب پائے جائیں جن کا آپ نے جلی الصوت میں اور احکام شریعت میں ذکر فرمایا ان اسباب میں سے کہیں بھی قرآن مجید، کلمات طیبات، مختلف سورتوں اور مالی صدقہ و خیرات کا میت کو ثواب پہنچانے کا ذکر نہیں ہے۔ لہٰذا معترض کا ان حوالہ جات کو ایصالِ ثواب کی محفل پر چسپاں کرنا، جہالت و نادانی کے سوا کچھ نہیں۔

کھانا سامنے رکھ کر کلام پڑھنا

اگرچہ ختم و ایصالِ ثواب کے وقت کھانا سامنے ہونا ضروری نہیں ہے تاہم اس پر اعتراض بھی بے جا ہے خود حدیثوں سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ نے کھانے پر کلام پڑھا اور دعا فرمائی۔ ملاحظہ ہو۔

Marfat.com

۱۔حضرت ابوہریرہ ﷛ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں کچھ کھجوریں لایا اوران کوآپ کے سامنے رکھ کر عرض کی حضور میرے لیے دعائے برکت فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ان میں مجھے برکت دے ’’ادع اللہ فیھن بالبرکۃ فضمھن ثم دعالی فیھن بالبرکۃ‘‘ (مشکوۃ باب المعجزات فصل دوم صفحہ ۵۴۲) حضور آپ اللہ تعالیٰ سے ان میں برکت کی دعا فرمائیں تو آپ نے ان کھجوروں کو اکٹھا کر کے ان میں میرے لیے دعا فرمائی۔

اس سے ثابت ہوا کہ کھانے کی چیز سامنے ہوتو اس پر دعا کرنا مستحب ہے۔

۲۔مشکوۃ کے باب المعجزات کی فصل اول میں ہے کہ حضرت جابر ﷛ کی اہلیہ نے کھانا پکایا آپ نے ان کی ہانڈی اور آٹے پر دعائے برکت فرمائی (مشکوۃ صفحہ ۵۳۲)

۳۔مشکوۃ میں ہے رسول اللہ ﷺ حضرت ابوطلحہ ﷛ کے ہاں تشریف لے گئے حضرت ام سلیم سے کھانا منگوایا ان کے پاس جو کچھ حاضر کیا آپ نے اس پر کچھ پڑھا (اس سے آگے ہے) ’’ثم دعا فیہ بالبرکۃ‘‘ پھر آپ نے اس پر کچھ پڑھا (اس سے آگے ہے) اور اس میں برکت کی دعا فرمائی تو اس کھانے میں بے حد برکت ہوئی حتیٰ کہ کھانے والے کھا چکے تو کھانا جس قدر پہلے تھا اسی قدر بچ رہا۔ آپ نے فرمایا ’’دونکم ھذا‘‘ (مشکوۃ صفحہ ۵۳۷) اسے لے کر رکھ لو۔

اس سے ثابت ہوا کہ اہلسنّت کا عمل طریقہ مصطفیٰ ﷺ ہے اس پر اعتراض غلط فہمی یا تعصب کے سوا کچھ نہیں ہے۔

Marfat.com

سوم دہم وچہلم کی رسموں کا جواز اعلیٰ حضرت کے فتویٰ سے

"سوم ودهم وچهلم وشش ماهي وساليانه كه دريں ديار هند مروج است او رابعض علماء بدعت شنيعه مكروه گويند و اقوال چند بردرستی اوست وطعاميكه كه بعد موتے به نيت ثواب مے پزند وهردوست برداشته فاتحه دهند آں را علمائے ظواهر غير مقلدين بباعث فاتحه مردار وحرام دانسته گويند ايں طريقه در زمانه نبوی واصحاب كباز مصطفوی وتابعين واتباع تابعين رضوان الله تعالیٰ عليهم اجمعين نبود بلكه طعام و شيرينی كه نياز بزرگان دين است مثل مردار پس دريں مسئله هرچه حكم شرعی واجب التعميل باشد بيان فرمايند بسند كتاب. بينوا توجروا" سوال، تیجہ، دسواں، چالیسواں، چھ ماہ اور سالانہ کا جو ملک ہندوستان میں رسم ورواج ہے اس کو بعض علماء بری اور مکروہ بدعت کہتے ہیں اور اس موقف کے درست ہونے پر چند اقوال ہیں اور وہ کھانا جو مرنے والوں کے بعد ثواب کی نیت سے پکاتے ہیں اور دونوں ہاتھ اٹھا کر فاتحہ دیتے ہیں اس کو علمائے ظواہر غیر مقلدین (وہابی) فاتحہ کی وجہ سے مردار اور حرام جانتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ طریقہ نبی ﷺ آپ کے بڑے صحابہ، تابعین اور اتباع تابعین رضی اللہ عنہم اجمعین کے زمانہ میں نہ تھا بلکہ کھانا اور مٹھائی جو بزرگانِ دین کی نیاز ہے اس کو مردار کی طرح سمجھتے ہیں پس اس مسئلہ میں جو حکم شرعی واجب التعمیل ہو قرآن کے حوالہ کے ساتھ بیان فرمائیں۔ بیان کریں ثواب پائیں۔

Marfat.com

اس استفتاء میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ سے درج ذیل سوالات کئے گئے ہیں۔

۱۔ایک سوال یہ ہے کہ کسی کے مرنے کے بعد اس کی تیجہ، دسواں، چالیسواں اور چھ ماہ اور سالانہ ختم کی رسم جو ہندوستان کے مسلمانوں میں جاری ہے کیا یہ جائز ہے اس میں لفظ ''مروج'' پر نظر رہے، جس کا معنی رسم ورواج ہے۔

۲۔دوسرا یہ کہ بعض علماء اس کو بری رسم بدعت مکروہہ کہتے ہیں ان کی یہ بات کیسی ہے؟

۳۔نیز اس موقف کی تائید میں فقہاء کے چند اقوال ہیں ان کا کیا جواب ہوگا؟

۴۔چوتھا یہ کہ مرنے والوں کے بعد جو کھانا پکایا جاتا ہے اس پر فاتحہ پڑھی اور دونوں ہاتھ اُٹھا کر دعا کی جاتی ہے یہ کام کیسا ہے؟

۵۔پانچواں یہ کہ بعض علماء ظواہر فاتحہ کی وجہ سے اس کھانے کو مردار اور حرام ٹھہراتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ طریقہ حضور ﷺ، صحابہ کبار رضی اللہ عنہم، تابعین اور تبع تابعین کے زمانوں میں نہ تھا

۶۔چھٹا یہ کہ دین کے بزرگوں کو ثواب پہنچانے کے لیے جو مٹھائی یا میٹھی چیز بنائی جاتی ہے وہ مردار کی طرح ہے۔

اس بارے میں قرآن وسنت کی روشنی میں جواب مطلوب ہے۔ (فتاویٰ رضویہ: ۴/ ۱۸۵،۱۸۶)

اس سوال کے جواب میں اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ نے جو ارشاد فرمایا ملاحظہ فرمائیں۔

الجواب

''قول فیصل وسخن مجمل دریں باب آنست کہ ایصالِ ثواب

Marfat.com

و هدیه اجر باموات مسلمین با جماع کافه اہلِ سنت وجماعت امریست مرغوب و درشرع مندوب. احادیث بسیار از حضور سید الابرار علیه افضل الصلوٰة من ملک الجبار وترغیب وتصویب ایں کارواردشد وخود انکار ایں کار نیاید مگر از سفیه جاهل یا ضال مبطل" (فتاویٰ رضویہ شریف: ۴/۱۸۶) جواب۔ اس بارے میں حق و باطل میں فیصلہ کرنے والی اور مختصر بات یہ ہے کہ ثواب پہنچانا اور اجر کا ہدیہ کرنا تمام اہلسنّت کے اجماع واتفاق کے ساتھ شریعت میں مستحب اور پسندیدہ کام ہے اس سلسلہ میں حضور ﷺ کی طرف سے بہت سی حدیثیں وارد ہیں جن میں ایصالِ ثواب کی ترغیب پائی جاتی ہے اور ایسے کوموں کا صحیح قرار دیا گیا ہے اور بلاشبہ اس کا انکار کرنے والا بے وقوف جاہل ہوگا یا گمراہ باطل پرست۔

اعلیٰ حضرت کا ایک اور فتویٰ

معترض نے جہاں اعلیٰ حضرت کی احکامِ شریعت کے ان صفحات کو دیکھا جن سے اسے غلط فہمی ہوئی اس نے وہاں اعلیٰ حضرت کے درج ذیل فتویٰ کو کیوں نہیں دیکھا یا دیکھا مگر دیدہ ودانستہ اسے ترک کر دیا۔ ملاحظہ ہو۔

مسئلہ ۴۲

۱۲ جمادی الاولی ۱۳۳۸ھ

رہبران دین مفتیان شرع متین کا کیا حکم ہے کہ نیاز اور فاتحہ میں کیا فرق ہے؟ اور نیاز و فاتحہ دینے کا مستحب طریقہ۔ اور یہ کہ جس کی نیاز یا فاتحہ دلائی جائے اس کو

Marfat.com

ثواب کس طریقہ سے پہنچائے؟ اور سوائے اس کے اور مسلمانوں کو کس طرح کہہ کر ثواب پہنچائے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

مسلمانوں کو دنیا سے جانے کے بعد جو ثواب قرآن مجید کا تنہا یا کھانے وغیرہ کے ساتھ پہنچاتے ہیں عرف میں اسے فاتحہ کہتے ہیں کہ اس میں سورہ فاتحہ پڑھی جاتی ہے۔

اولیائے کرام کو جو ایصالِ ثواب کرتے ہیں اسے تعظیماً نذر و نیاز کہتے ہیں۔

سورہ فاتحہ و آیۃ الکرسی اور تین بار یا سات بار سورۂ اخلاص، اول و آخر ۳۔۳ یا زائد بار درود شریف پڑھیں۔ اس کے بعد دونوں ہاتھ اٹھا کر عرض کرے کہ الٰہی! میرے اس پڑھنے (اور اگر کھانا کپڑا وغیرہ بھی ہو تو ان کا نام بھی شامل کرے اور اس پڑھنے اور ان چیزوں کے دینے پر) جو ثواب مجھے عطا ہو اسے میرے عمل کے لائق نہ دے، اپنے کرم کے لائق عطا فرما اور اسے میری طرف سے فلاں ولی اللہ مثلاً حضور پر نور سیدنا غوثِ اعظم ﷺ کی بارگاہ میں نذر پہنچا، اور ان کے آبائے کرام اور مشائخ عظام و اولاد امجاد و مریدن و محبین اور میرے ماں باپ اور فلاں اور فلاں اور سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روزِ قیامت تک جتنے مسلمان ہو گزرے یا موجود ہیں تا قیامت تک ہوں گے سب۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے اس مروجہ فاتحہ اور نذر و نیاز کو جائز قرار دیا بلکہ اس کے ایصالِ ثواب کا طریقہ بھی بتایا۔ فجزاهم الله تعالىٰ احسن الجزاء

Marfat.com

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے فتاویٰ رضویہ و احکامِ شریعت کے مذکورہ بالا حوالوں سے درج ذیل امور واضح ہو گئے۔

ا۔ کسی کے مرنے کے بعد تیجہ، دسواں، چالیسواں، چھ ماہانہ اور سالانہ ختم دلوانا جس کا ہندوستان میں رسم و رواج ہے یہ مرنے والوں کے ایصالِ ثواب کا ایک طریقہ جو تمام اہلِ سنت کے اجماع و اتفاق سے نہ صرف جائز بلکہ شریعت کی رو سے پسندیدہ اور عمل مستحب (باعثِ ثواب) ہے۔

۲۔ اس کام کی ترغیب وتصویب کے بارے میں حضور اکرم ﷺ کی بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔

۳۔ اس کام کو ناجائز کہنے والا تو جاہل بے وقوف ہے یا گمراہ باطل پرست۔

۴۔ اعلیٰ حضرت کے فتویٰ کے مطابق آمنہ بی بی مرحومہ بنت جناب محمد شاھد ملک کے سوئم (تیجہ) کی فاتحہ پر اعتراض کرنے والا معترض جاہل ہے بیوقوف بھی اور گمراہ باطل پرست بھی۔

دو اچھے کام

پھر ان جاہلوں اور گمراہوں کا فاتحہ والے طعام کو حرام سمجھنا انتہائی جہالت، تعصب اور از حد حماقت ہے کیونکہ اگر دو اچھے کام مل جائیں تو اچھائی میں اضافہ ہوگا نہ کہ دونوں کی اچھائی مل کر حرمت (حرام ہونے) سے بدل جائے گی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

''باز اجماع ایں ہردو کہ قرآن خوانند وہم تصد ق کنند

Marfat.com

وثواب هردو بمسلماناں رسانند نیست کالتّلاوۃ من المصحف فی الصلوٰۃ مگر جمع حسن باحسن ومندوب با مندوب وزنہاریکے با دیگرے منافی نیست نہ شرع بانکار ایں جمع وارد شد کقرأۃ القرآن فی الرکوع والسجود پس اورا محذور گفتن از دائرہ عقل بیرون رفتن است امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالی در احیاء العلوم فرمایند (اذا لم یحرم الا حاد فمن این یحرم المجموع) وہمدرآنست ان افراد المباحات اذااجتمعت کان ذلک المجموع مباحا" (احیاء العلوم:۲/۲۷۳، فتاوی رضویہ:۴/۱۸۶) پھران دونوں کاموں کا جمع کرنا کہ قرآن پڑھتے ہیں اور صدقہ کرتے ہیں اور دونوں کا ثواب مسلمانوں کو پہنچاتے ہیں نیکی کے ساتھ نیکی اور مستحب کے ساتھ مستحب ہی کو جمع کرنا تو ہے اوران دو میں سے کوئی بھی دوسرے کے مخالف نہیں اور نہ ہی شریعت نے ان کے جمع کرنے سے منع کیا۔ پس ان کو ممنوع کہنا دائرہ عقل سے باہر جاتا ہے۔ حجۃ الاسلام امام محمد غزالی قدس سرہ العالی اپنی کتاب احیاء العلوم میں فرماتے ہیں جب کوئی چیزیں الگ حرام نہ ہوں تو ان کا مجموعہ کہاں سے حرام ہو جائے گا اور اسی کتاب میں ہے کہ مباحات کے افراد جب جمع ہو جائیں تو ان کا مجموعہ بھی مباح (جائز) ہوگا۔

اعلیٰ حضرت عظیم البرکۃ مجدد دین وملت شیخ الاسلام والمسلمین محبوب المومنین احمد رضا بریلوی ﷺ کے فتاویٰ شریفہ کی عبارت مذکورہ سے درج ذیل مسائل واضح ہوئے۔

ا۔ مسلمان تیجہ، ساتواں، دسواں، چالیسواں، چھ ماہانہ اور سالانہ رسموں میں کوئی

Marfat.com

ناجائز کام نہیں کرتے بلکہ دو نیک کام ہی کرتے ہیں کہ قرآن پڑھتے ہیں اور صدقہ و خیرات کرتے ہیں اور دونوں کا ثواب مسلمانوں کو پہنچاتے ہیں۔

۲۔ یہ دونوں نیک اور مستحب (باعثِ ثواب) کام ہیں جنہیں جمع کیا جاتا ہے تو دونوں کاموں کا جمع کرنا دو نیکیوں کا جمع کرنا ہے۔

۳۔ ان دونوں سے کوئی کام بھی دوسرے کا مخالف نہیں۔

۴۔ ان کو ناجائز کہنا دائرہ عقل سے باہر جاتا ہے۔

۵۔ غیر اہلسنّت لوگ جوان کو منع کہتے ہیں وہ درحقیقت دائرۂ عقل سے باہر نکلے ہوئے ہیں۔

۶۔ امام غزالی علیہ الرحمۃ نے بھی فرمایا کہ دو کام جو الگ الگ جائز ہوں ان کو جمع کرنا بھی جائز ہے۔

۷۔ جب کچھ چیزیں الگ الگ جائز ہوں تو ان کا مجموعہ بھی جائز ہی ہوگا۔

دو عبادتیں

اس کے بعد اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں ''**وصولی ثواب خاص بقربات مالیه نیست بلکه مالیه و بدنیه هردو را عام است**'' (فتاویٰ رضویہ:۴/۱۸۶) کہ کسی کو ثواب کا پہنچنا عباداتِ مالیہ سے ہی خاص نہیں بلکہ یہ عباداتِ مالیہ اور بدنیہ دونوں کو عام ہے۔

اعلیٰ حضرت کا مقصد یہ ہے کہ کسی کو ہر عبادت کا ثواب پہنچا سکتے ہیں خواہ وہ عبادات مالیہ ہو جیسے صدقہ وخیرات کرنا یعنی مال خرچ کرکے اس کا کسی کو ثواب بخش

Marfat.com

دینایا وہ عبادت بدنیہ ہو جیسے نوافل نماز و تلاوت و ذکرِ الٰہی وغیرہ۔

ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا

اس کے بعد اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: ''**دو دست برداشتن از آداب مطلق دعاست ودر حصن حصین فرماید آداب الدعاء منها بسط الیدین ورفعهما. یعنی هردو دست برداشتن بحکم حدیث صحاح سته از آداب دعاست**'' (فتاویٰ رضویہ: ۴/ ۱۷، ۱۸۶) ہاتھ اٹھانا مطلق (کسی بھی) دعا کے آداب میں سے ہے اور حصن حصین شریف میں فرماتے ہیں کہ آداب دعا میں سے دونوں ہاتھوں کا اٹھانا اور پھیلانا ہے یعنی دونوں ہاتھ اُٹھانا صحاح ستہ کی احادیث کے حکم کے مطابق دعا کے آداب میں سے ہے۔

اور حصن حصین شریف میں اس سے آگے ہے کہ دعا میں عمومی طور پر دونوں کندھوں کے برابر ہاتھ اُٹھانا سنت ہے اور صحاح ستہ میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ حیاء والا کرم والا ہے کوئی بندہ دعا کے لیے اس کی بارگاہ میں دعا کے لیے جب دو خالی ہاتھ اُٹھاتا ہے تو اسے حیاء آتی ہے کہ انہیں واپس خالی ہاتھ لوٹائے (مشکوٰۃ: ۱۹۵) نیز حصن حصین میں یہ بھی ہے ''**ویتوسل الی الله سبحانه بانبیائه والصالحین**'' (الحصن الحصین مع تحفۃ الذاکرین صفحہ ۳۴) دعا کے آداب میں سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انبیاء کرام علیہم السلام اور نیکوں کا وسیلہ پیش کرے۔

غرضیکہ دعا میں دونوں ہاتھ اُٹھا کر دعا کرنا حبیب پاک صاحب لولاک ﷺ کی سنت ہے۔

Marfat.com

میت کی مروجہ رسومات منع نہیں

اس کے بعد اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ "بالجمله ازیں امور زنهار چیزے نیست که در شرع مطهر مستنکر باشد" خلاصہ یہ کہ تیجہ، دسواں، چالیسواں، چھ ماہ اور سالانہ فاتحہ وصدقات وخیرات میں سے کوئی بھی شرع مطہر میں منع نہیں ہے۔

چھٹا اعتراض

منکرین فاتحہ وختم ودرود کا ایک یہ اعتراض بھی ہے کہ فقہاء کے نزدیک پہلے دوسرے، تیسرے اور ساتویں یا ساتویں کے بعد میت والوں کی طرف سے دعوتیں اور کھانے بنانے مکروہ ہیں۔ چنانچہ فتاویٰ بزازیہ میں ہے: "واتخاذ الدعوة فی الیوم الاول و الثالث وبعد الاسبوع ونقل الطعام الی القبر فی المواسم واتخاذ الدعوة لقراة القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم اولقراة الانعام اوالاخلاص" اور میت کے پہلے اور تیسرے روز اور ہفتہ کے بعد دعوت کا اہتمام کرنا اور سال بسال طعام قبر پر لے جانا اور قرآن کی قراۃ کے لیے دعوت کا اہتمام کرنا اور صالحین اور قاریوں کو ختم قرآن یا سورۂ انعام یا سورۂ اخلاص کے لیے اکٹھا کرنا مکروہ ہے۔

لہٰذا اس میں تیجہ وساتواں ودسواں اور چالیسواں وغیرہ کا غلط ہونا ثابت ہوگیا۔ اس لیے یہ کام نہ کیے جائیں۔

جوابات

اس کا جواب تو یہ ہے کہ اس میں فاتحہ مروجہ جو میت کے تیسرے یا ساتویں یا

Marfat.com

دسویں یا چہلم یا شش ماہ بعد یا سالانہ ختم کی صورت میں ہوتی ہے کی ممانعت نہیں ہے بلکہ اس میں اہلِ میت کی طرف سے اس دعوت کی ممانعت ہے جو ریاء ہو اور دکھاوے اور شہرت کے لیے کی جاتی تھی۔

لہٰذا اہلِ میت کا ایسی دعوت کا اہتمام کرنا ممنوع ہے جس کی بنیاد غلط ہو خواہ ریاء کاری اور شہرت ہو جیسے جاہلیت کے دور میں لوگ کرتے تھے چنانچہ سنن امام ابی داؤد شریف میں اسے ''کراھیة الذبح عندالقبر'' کے عنوان سے ذکر کیا گیا ہے۔

''عن رضی الله تعالیٰ عنهه انس قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا عقر فی الاسلام قال عبدالرزاق کانوا یعقرون عندا لقبر یعنی ببقرة اوبشئی'' (سنن ابی داؤد:۱/۱۰۳) حضرت انس ﷜ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اسلام میں کوئی ''عقر'' نہیں۔ امام عبدالرزاق نے فرمایا کہ لوگ قبر کے پاس جا کر گائے وغیرہ ذبح کرتے تھے۔

امام محمدالدین یعقوب فیروز آبادی القاموس المحیط میں لکھتے ہیں: **''عاقره فاخره فی عقرالابل''** (صفحہ۵۶۹) کہ ''عاقرہ'' کا معنی ہے فخریہ طور پر اونٹ ذبح کرنے میں مقابلہ کرنا۔

گویا اہلِ جاہلیت قبروں کے پاس جانور لے کر فخر وتکبر سے اپنی اور میت کی بڑائی کے اظہار کے لیے ذبح کرتے تھے اور عام دعوت ہوتی تھی اسی کو اسلام نے منع کیا ہے۔ نیز مراقی الفلاح شرح نورالایضاح میں ہے: **''وتکره الضیافة من اهل المیت لانها شرعت فی السرور لافی الشرور وهی بدعة مستقبحة وقال علیه السلام لاعقر فی الاسلام وهوالذی کان یعقر**

Marfat.com

عندالقبر بقرة اوشاة" (مراقی الفلاح ہامش الطحطاوی صفحہ:۳۳۹) اہلِ میت کی طرف سے دعوت کا اہتمام مکروہ ہے، کیونکہ دعوت خوشیوں میں ہوتی ہے نہ کہ غموں میں اور ایسے موقع پر دعوت بدعت قبیحہ ہے اور حضور ﷺ نے فرمایا اسلام میں "عقر" نہیں اور عقر وہ ہے کہ میت کی قبر کے پاس اونٹ یا بکری ذبح کی جائے۔

معلوم ہوتا ہے کہ اہلِ میت کو کھانے پکانے سے مطلقاً منع نہیں کیا گیا بلکہ اس دعوت سے منع کیا گیا جو جاہلیت کے دور کے لوگوں میں مروج تھی کہ وہ فخر ومباہات نام ونمود اور شہرت کے لیے کرتے تھے۔

معترض صاحب نے اعلیٰ حضرت کی احکامِ شریعت کے حوالہ سے جو فقہاء کی عبارات بھیجی ہیں ان میں سب میں یہی ہے کہ اہلِ میت کا دعوت وضیافت کا اہتمام کرنا مکروہ وممنوع ہے علامہ امام حسن بن عمار شرنبلالی حنفی (۱۰۲۹ھ) نے وضاحت فرمادی کہ فقہاء نے اہلِ میت کو جس دعوت وضیافت کے اہتمام سے منع کیا ہے یہ وہ ہے جو جاہلیت کے لوگ اپنے مردے کی قبر پر جانور لے کر ذبح کرتے اور اس پر فخر ومباہات کرتے تھے یا یہ کہ لوگ ان کے ہاں جا کر انہیں اپنے کھانے پکانے کے اہتمام کرنے کا مطالبہ کریں اور ان کا مقصد غمزدوں کے ساتھ اظہارِ تعزیت وافسوس نہ ہو بلکہ دعوت کھانا ہو خواہ وہ وہاں جا کر قرآن ہی پڑھنے بیٹھ جائیں، ایسوں کے لیے بھی دعوت کا اہتمام کرنا مکروہ ہے جن کی غرض قرآن خوانی پیٹ سے پوجا ہو۔

نیز امام حافظ محدث مجد الدین ابوالسعادات المبارک بن محمد الجزری، ابن الاثیرم (۶۰۶ھ) اپنی کتاب "النهاية فی غريب الاحاديث" میں لکھتے ہیں کہ یہ جو حدیث میں ہے۔

Marfat.com

"**لاعقر فی الاسلام کانوا یعقرون الابل علی قبور الموتٰی ای ینحرونها ویقولون ان صاحب القبر کان یعقر للاضیاف ایام حیاته فنکافئه بمثل صنیعه بعدوفاته**" (النہایہ: ۳/۲۷۱) کہ "اسلام میں عقر نہیں یہ وہ رسم ہے جو جاہلیت کے دور میں ہوتی تھی کہ لوگ اپنے مردوں کی قبروں پر جا کر اونٹ ذبح کرتے اور کہتے تھے کہ ہمارے قبر والے صاحب اپنی زندگی میں مہمانون کی ضیافتیں کرتے تھے لہٰذا ہم اس کی وفات کے بعد اسی طرح کی ضیافتوں سے اس کو بدلہ دے رہے ہیں۔

نیز کتاب الفروع امام ابوعبداللہ شمس الدین المقدسی (م۷۶۳ھ) اور تصحیح الفروع امام علاء الدین الصلاحی (م۸۸۵ھ) میں ہے: "**حدیث لاعقر فی الاسلام کانوا یعقرون بقرة اوشاة اذامات لهم میت نحروا جزوراً. فنهی صلی الله علیه وسلم النبی وفسره غیره واحد بمعاقره الاعراب یتباریٰ رجلان فی الکرم فیعقر هذا حتی یغلب احد علی الآخر وعن ابن عباس ان النبی صلی الله علیه وسلم نهی عن طعام المتبارِیین اسناده جید**" (الفروع و تصحیح: ۲/۲۹۷) یعنی لوگ میت کے روز فخریہ طور پر ایک دوسرے سے بازی لے جانے کے لیے اونٹ یا بکری ذبح کر کے دعوت عام کرتے تھے تو نبی کریم ﷺ نے ایسی فخریہ دعوتوں اور ضیافتوں کے کھانے سے منع فرمایا۔

معلوم ہوا کہ فقہاء اس قسم کی دعوتوں سے منع کرتے ہیں نہ کہ ایصالِ ثواب یا ضرورت پر مبنی دعوت سے۔ الحمدللہ، ثابت ہو گیا کہ فقہاء امت اہلِ میت کو مطلقاً کھانے پکانے سے منع نہیں کر رہے ہیں جو ریاء و نام و نمود اور فخر و مباہات کے طور پر

Marfat.com

کی جاتی تھیں یا ان سے جوان حاضرین کے بے جا مطالبہ واصرار پر جن کا مقصد محض دعوت وضیافت کھانا ہو جیسا کہ اعلیٰ حضرت سے پوچھے گئے سوال میں تفصیل درج ہے۔

اس کے علاوہ رہی فتاویٰ بزازیہ کی وہ عبارت جس میں ہے کہ قرأۃ قرآن کے لیے دعوت کرنا اور سورۃ انعام یا اخلاص یا ختم کے لیے صالحین اور قاریوں کو بلانا اور ان کے لیے دعوتیں تیار کرنا یہ اس صورت میں منع ہے کہ پڑھنے والوں کا مقصد کھانے کے لیے پڑھنا ہو یعنی جو اس شرط پر پڑھیں کہ انہیں کھانا کھلانا ہوگا یا وہ اس معاملہ میں معروف ومشہور ہوں تو معروف بھی مشروط کے مانند ہے۔ کیونکہ محض کھانے کی غرض سے پڑھنا پڑھوانا عظمتِ کلامِ الٰہی کے خلاف ہے چنانچہ علامہ شامی اپنے فتاویٰ میں فتاویٰ بزازیہ کی یہی عبارت لکھنے کے بعد فرماتے ہیں "والحاصل ان اتخاذ الطعام عند قراۃ القرآن لاجل الاکل یکرہ" (فتاویٰ شامیہ: ۳/۲۴۰) اور خلاصہ بحث یہ ہے کہ محض کھانے کے لیے قرآن پاک پڑھنے کے لیے کھانا تیار کرنا منع ہے۔

ثابت ہوا کہ ممانعت کی وجہ عمومی نہیں خصوصی ہے۔ یعنی جب ایسے لوگوں کو بلایا جائے جو یہی پیشہ کرتے ہیں کہ جہاں میت ہو پہنچ گئے یا بلا لیے گئے، انہیں کسی کی غمی وخوشی سے کوئی تعلق نہیں ہوتا وہ قرآن پڑھتے ہی کھانے اور مالی مفاد اٹھانے کے لیے ہیں ان کے لیے کھانا پکانا تو ان سے کلامِ الٰہی کے ثواب کو خریدنا ہوا اور یہ کلامِ الٰہی کے تقدس اور اس کی عظمت کے منافی ہے اس میں کسی دوسری غرض کے لیے کھانا پکانے کی ممانعت نہیں ہے۔ البتہ قرآن پڑھنے والے پیشہ ور نہ ہوں جیسے عزیز واقارب یا دینی مدارس کے طالب علم جو پڑھائی کے سوا اور کسی بات کو اپنا مشن نہیں سمجھتے بلکہ مدارس

Marfat.com

والے انہیں عوامی وسماجی اور مسلمانوں کے بھلائی کے لیے بھیجتے ہیں وہ فقراء میں داخل ہیں کہ ان میں زیادہ تر طلباء مسافر ہوتے ہیں ان کو اگر اہلِ میت اپنی خوشی سے اور ثواب کی نیت سے کھلائیں پلائیں تو ثواب ہوگا۔

اہلِ میت کن صورتوں میں خود کھانا پکا سکتے ہیں

فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر کہیں میت ہو جائے تو ان کے پڑوسیوں یا عزیزوں کے لیے مستحب ہے کہ وہ اہلِ میت (میت کے گھر والوں) کے لیے ایک دن صبح وشام (یعنی دوٹائم) کے کھانے کا اہتمام کریں چنانچہ حضرت جعفر طیار ﷛ کے گھر والوں کو جب ان کی شہادت کی اطلاع ہوئی تو وہ غمزدہ ہوگئے تو حضور ﷺ نے اپنے گھر والوں سے ان کے لیے کھانا تیار کرنے حکم فرمایا'' فقہاء اس حکم شریف کو استحباب پر محمول فرماتے ہیں لہٰذا مستحب پر عمل ضروری نہیں جب ضروری نہ ہوا تو کیا اہلِ میت بھوکے بیٹھے رہیں اور جو ان کے نہایت ہی قریبی رشتہ دار دور دراز سے سفر کر کے ان کے ہاں پہنچے تو وہ بھی بھوکے بیٹھے رہیں گے۔ پھر موت بھی ایسے گھرانے میں ہو جہاں وہی اکیلا ہی مسلمانوں کا گھرانا ہے آس پاس کے ہمسائے غیر مسلم یا بدمذاہب ہیں یا مسلمان ہیں مگر غریب ہیں کہ ان میں ہمت نہیں کہ اہلِ میت کو دو وقت کا کھانا دے سکیں یا امیر ہیں مگر دل کے فقیر و بخیل ہیں اسلامی احکام سے ناواقف اور بے مروت و بے حس ہیں تو ان تمام صورتوں میں کیا فقہاء کرام یہی بات پسند کریں گے کہ اہلِ میت صبح وشام بھوکے رہیں ان کے دور دراز کے آئے ہوئے عزیز بھی اور چھوٹے چھوٹے بچے بھی، جن کی بھوک لحظہ بہ لحظہ تازہ رہتی ہے۔ ہر گز ہر گز نہیں اسی لیے انہوں

Marfat.com

نے اسے لفظ ''یستحب'' کے ساتھ بیان کیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ پڑوسیوں اورقریبی رشتہ داروں کے لیے مستحب ہے کہ وہ ان کے لیے ایک دن اورایک رات کا کھانا تیار کریں اوران کے ساتھ جا کر کھائیں اور اگر اہلِ میت غم کی وجہ سے گریز کریں تو یہ ضد واصرار کر کے ان کو اپنے ساتھ ملائیں۔ مگر اسلام میں یہ نہیں کہ اہلِ میت کے لیے مستحب ہے کہ وہ کھانا نہ پکائیں بلکہ اگر وہ ضرورت محسوس کریں تو پکا سکتے ہیں چنانچہ اسی فتاویٰ بزازیہ میں کتاب الاحسان میں ہے: ''وان اتخذ طعاما للفقراء کان حسنا'' (الفتاویٰ البزازیہ:۶/۳۷۹ بھامش فتاویٰ الھندیہ) اگر اہلِ میت محتاجوں کے لیے کھانا بنائیں تو اچھی بات ہے۔

لیجئے یہی صاحب فتاویٰ بزازیہ ایک جگہ تو اہلِ میت کے کھانا پکانے کو مکروہ بتا رہے تھے اور دوسری جگہ مستحسن۔ معلوم ہوا کہ کھانا پکانے کی ممانعت کی صورت ریاکاری، ملمع سازی، تکبر، نام ونمود اور شہرت کا حصول ہے جیسا کہ معراج کے حوالہ سے علامہ شامی نے کہا: ''وھذہ الافعال کلھا للسمعة و الریاء فیحترز عنھا لانھم لایریدون بھاوجه الله'' (شامی:۲/۲۴۱) کہ یہ سب کام جن کا ''لاعقر فی الاسلام'' میں ذکر ہوا ہے حصولِ شہرت اور ریاکاری کے لیے ہیں ان سے پرہیز کیا جائے کیونکہ وہ (ایسا کرنے والے) اس سے رضائے الٰہی کا ارادہ نہیں رکھتے۔

اور اگر محض ایصالِ ثواب ورضائے الٰہی کے لیے ہو تو اچھی بات ہے اور اس میں ثواب ہے جیسا کہ فتاویٰ بزازیہ کی عبارت سے روشن ہے نیز فتاویٰ قاضی خاں میں ہے: ''و ان اتخذ طعاما للفقراء کان حسنا اذاکانو بالغین'' (فتاویٰ قاضی خاں :۴۰۵/۳ فتاویٰ بھامش الھندیہ) کہ اہلِ میت بالغ ہوں اور باہمی صلاح مشورہ سے میت کے

Marfat.com

ترکہ سے فقراء وضرورت مندوں کو رضائے الٰہی کے لیے کھانا پکا کر کھلائیں تو اچھی بات ہے۔

ثابت ہوا کہ اہلِ میت کا کھانے کی دعوت کرنا مطلقاً ممنوع نہیں بلکہ ممانعت کی وہی صورتیں ہیں جن کا ذکر ہوا۔

اہلِ میت کو رضائے الٰہی کے لیے کھانا پکانا جائز ہے

فتاویٰ بزازیہ کے حوالہ سے گذرا کہ فقراء ومساکین محتاجوں اور ضرورتمندوں کے لیے کھانا پکانا اچھا ہے اور شامی کی عبارت سے معلوم ہوا کہ اگر دعوت کا مقصد حصولِ شہرت ریاکاری، تکبر وغرور اور شان وشوکت کا مظاہرہ نہ ہو تو منع ہے اور رضائے الٰہی ہے تو جائز ہے۔

سیدنا غوثِ اعظم کے شاگرد رشید امام ابن قدامہ کا فتویٰ

سیدنا غوثِ اعظم ﷜ کے شاگرد رشید امام حافظ محدث وفقیہ ابو محمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ (م ۶۲۰ ھ) رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''**وان دعت الحاجة الی ذلک جازفانه ربما جاء هم من یحضر میتهم من القری والاماکن البعیدة ویبیت عندهم ولا یمکنهم الا ان یضیفوهم**'' (المغنی لابن قدامہ ۲/۵۵۰، ۵۵۱) اگر اہلِ میت کو کھانا بنانے کی حاجت ہو تو جائز ہے بنا سکتے ہیں کیونکہ بسا اوقات ان کے ہاں میت پر بستیوں اور دور دراز کے علاقوں سے ان کے قریبی رشتہ دار واحباب حاضر ہوتے ہیں اور ان کو ان کے ہاں ٹھہرنا پڑتا ہے اور اہلِ میت کو ان کو کھلائے پلائے بغیر کوئی چارہ نہیں ہوتا۔

Marfat.com

لہٰذا ایسی صورت میں وہ اپنے لیے اور اپنے بچوں اور دور دراز سے آئے ہوئے عزیز و اقارب کے لیے کھانا پکا سکتے ہیں یہ امام ابن قدامہ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے شاگرد رشید ہیں اس مسئلہ میں ان کا فتویٰ گویا ان کے شیخ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا ہی فتویٰ ہے پھر امام شمس الدین المقدسی (م۷۶۳ھ) الفروع میں اور امام علاء الدین الصالحی (م۸۸۵ھ) تصحیح الفروع میں فرماتے ہیں: ''**ویکرہ صنیع اھل المیت الطعام الالحاجۃ**'' (کتاب الفروع وتصحیح الفروع:۲/۲۹۶) کہ اہلِ میت کو کھانا پکانا مکروہ ہے ہاں ضرورت ہو تو پکا سکتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ اہلِ میت کو مطلق کھانا پکانا مکروہ نہیں ہے جب پکانا مکروہ نہیں ہے تو اس کا کھانا کیسے مکروہ ہوگا کیا کھانا ضائع کرنے کے لیے پکایا جائے گا؟

اہلِ میت کے ہاں کھانا کھانے کا جواز

جیسا کہ بیان ہوا کہ اہلِ میت ضرورت کے وقت دور دراز سے آئے ہوئے شریک غم عزیزوں کے لیے کھانا پکائیں تو بلاشبہ جائز ہے خواہ پہلے دن ہی کیوں نہ ہو لیکن اگر وہ اپنی خوشی سے اور استطاعت کے مطابق فقراء و صلحاء و تدفین میں شریک حضرات کے لیے کھانے کی دعوت کریں اور انہیں بلا کر کھلائیں تو ایسا جائز ہے اہلِ میت کے لیے بھی اور مدعو (بلائے گئے حضرات) کے لیے بھی اس دعوت کو قبول کرنا سنت ہے بلکہ واجب ہے کیونکہ حدیث شریف میں: ''**اذا دعی احدکم الی طعام فلیجب**'' کہ تم میں سے کسی کو کھانے پر بلایا جائے تو چلا جائے۔ ایک اور حدیث میں ہے ''**من ترک الدعوۃ فقد عصی اللہ ورسولہ صلی اللہ علیہ**

Marfat.com

وسلم ''(مشکوٰۃ ۲۷۸) کہ جس نے دعوت ٹھکرادی اس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کی۔ لہٰذا اگر اہلِ میت لوگوں کو کھانا کھلائیں اور اپنی خواہش سے کھلائیں تو بلاشبہ جائز ہے نیز میت کی تدفین کے بعد تو ویسے بھی ان کے ہاں اظہارِ تعزیت اور ان کو صبر کی تلقین کرنے اور ان کو اپنے ساتھ بٹھا کر بہ اصرار کھلانے کے لیے جانا مسنون واولیٰ ہے جیسا کہ فقہاء فرماتے ہیں چنانچہ علامہ شامی لکھتے ہیں ''**وهی بعد الدفن افضل منها قبله لان اهل الميت مشغولون قبل الدفن بتجهيزه ولان وحشتهم بعد الدفن لفراقه اكثرالخ**'' (شامی: ۲/۲۴۱) کہ اہلِ میت کی تعزیت دفن سے پہلے کی نسبت بعد میں کرنا افضل ہے کیونکہ پہلے تو اہلِ میت کو فرصت ہی نہیں کہ وہ تو اس کی تجہیز و تکفین میں مشغول ہوتے ہیں اور اس لیے بھی کہ اس کے دفن کے بعد اس کی جدائی کا احساس ان کو زیادہ غم میں ڈالتا ہے۔

لہٰذا ایسے لوگ جو صبح سے ان کے ہاں آئے ہوئے ہیں اور شریک کام رہے ہیں حتی کہ رات ہوگئی بھوکے بھی رہے اگر چہ کھانا نہ مانگیں مگر تعزیت کے لیے آئے ہوں تو اگر اہلِ میت یا ان کے کوئی عزیز ان کو کھلانے کی ضرورت محسوس کریں اور کھانے پر مجبور کریں اور وہ کھالیں تو اس میں کوئی ممانعت نہیں ہے۔ نیز امام ابن علی حجر مکی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ''**واذا كان فى المبيت عند اهل الميت تسلية لهم اوجبر لخواطرهم لم يكن باس لانه من الصلات المحمودة التى رغب الشارع فيها والكلام فى مبيت لايتسبب عنه**'' (الفتاویٰ الکبریٰ: ۲/۷) اور جب میت والوں کے ہاں رات گذارنے میں ان کے لیے تسلی اور اس میں ان کی دلجوئی ہو تو کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ باہمی اچھے تعلقات میں سے ہے جن کی صاحب

Marfat.com

شریعت نے ترغیب دی ہے اور اعتراض اس رات گذاری میں ہے جس کا کوئی سبب نہ ہو۔

چنانچہ علامہ زحیلی الفقہ الاسلامی میں لکھتے ہیں کہ: "وان دعت الحاجة الی ذلک جازفانه ربما جاء هم من یحضر میتهم من القری والاماکن البعیدة" (الفقہ الاسلامی: ۲/۵۵۰) اگر اہلِ میت کو کھانا پکانے کی ضرورت ہو تو جائز ہے پکا سکتے ہیں کہ بسا اوقات ان کی میت کے غم میں ان کے قریبی رشتہ دار وغیرہ بستیوں اور دور دراز کے علاقوں سے حاضر ہوتے ہیں۔

اور عین ممکن ہے کہ ان کے قرب و جوار کے لوگ سب مہمانوں کا کھانا بنانے کی استطاعت نہ رکھتے ہوں تو ایسی صورت میں اہلِ میت کو کھانے بنانے کی ضرورت ہو گی لہٰذا ان کو جائز ہے اس کے علاوہ بھی فقراء وصالحین کی دعائیں لینے کے لیے انہیں گھر بلا کر ان کی دعوت کرنا خواہ پہلے روز یا بعد از دفن ہو بلاشبہ جائز ہے بلکہ حدیث شریف سے بھی ثابت ہے۔

ایک عورت کا حضور ﷺ کی دعوت کرنا

یہ حدیث مشکوٰۃ شریف کی کتاب الفتن کے باب المعجزات کی فصل ثالث میں ہے ایک انصاری صحابی فرماتے ہیں کہ ہم ایک جنازہ میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ نکلے تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ قبر پر کھڑے قبر کھودنے والے کو ہدایات دے رہے ہیں کہ اس کے پاؤں کی طرف سے کھلا کرو اس کے سر کی طرف سے اسے کشادہ کرو۔

Marfat.com

"فلما رجع استقبله داعی امراته فاجاب ونحن معه فجیئی بالطعام فوضع یده ثم وضع القوم فاکلوا الخ" (مشکوٰۃ ۵۴۴) تو جب آپ ﷺ واپس لوٹے تو میت کی بیوی کا بلانے والا آیا آپ ﷺ اس کے ساتھ تھے تو کھانا لایا گیا آپ ﷺ نے کھانا شروع کیا پھر قوم نے کھایا۔

ایک عظیم معجزہ مصطفیٰ ﷺ

اس حدیث میں آگے اس طرح ہے کہ کھانے کے دوران ہم نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ لقمہ اپنے منہ مبارک میں گھمار ہے ہیں اسے نگل نہیں رہے پھر فرمایا مجھے معلوم ہوا ہے کہ یہ جو بکری کا گوشت ہے اسے اس کے مالک کی اجازت کے بغیر ذبح کیا گیا ہے (اس لیے لقمہ میرے حلق میں نہیں اُتر رہا) میت کی بیوی کو پتہ چلا تو اس نے حضور ﷺ کو پیغام بھیجا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں نے نقیع (جہاں بکریاں بیچی جاتی ہیں) کی طرف بکری خریدنے والے کو بھیجا تھا تا کہ وہ بکری خرید لائے لیکن وہاں بکری نہ ملی تو میں نے ایک پڑوسی کی طرف آدمی بھیجا جس نے ایک بکری خریدی تھی کہ وہ اس بکری کو اس قیمت پر مجھے بھیج دے لیکن وہ پڑوسی نہ ملا تو میں نے اس کی بیوی کو کہلا بھیجا تو اس نے مجھے وہ بکری بھیج دی اس پر حضور ﷺ نے اس عورت سے فرمایا کہ یہ کھانا قیدیوں کو کھلا دے۔

علم و نورانیتِ مصطفیٰ ﷺ

اس سے حضور ﷺ کی نورانیت کا پتہ چلا کہ آپ کا باطن اس قدر نورانی تھا کہ کوئی مشتبہ و نامناسب چیز آپ کے حلق سے نیچے اتر ہی نہیں سکتی تھی دوسرا یہ کہ آپ کے علم کی وسعت کا یہ عالم ہے کہ آپ نے کرم خداوندی سے اور خداداد علم سے جان لیا کہ یہ

Marfat.com

بکری مالک کی اجازت کے بغیر ذبح کی گئی ہے۔

نفسِ مسئلہ

اور مطلب تو نفسِ مسئلہ تھا جو واضح ہو گیا کہ اہلِ میت اپنی مرضی سے کھانا پکانا چاہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں وہ خود بھی کھا سکتے ہیں اور مہمانوں کو بھی اور خصوصاً تدفین میں شریک ہونے والوں کو کھلا سکتے ہیں۔

مفتی رشید احمد صاحب دیوبندی کی جرح کا جواب

علماء دیوبند کے دارالعلوم کراچی کے محدث و مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی اس حدیث پر جرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں ایک بہتر جواب یہ ہے کہ "کاتب کی غلطی کی بجائے لفظ "امراۃ" بلا اضافت کے "امراتہ" بالاضافت لکھا گیا ہے چنانچہ ابوداؤد جلد دوم کتاب البیوع وطحاوی میں بلا اضافت ہے" صاحب مشکوٰۃ ناقل ہیں ابوداؤد سے لہٰذا بہ وقت تعارض ابوداؤد کی ہی روایت کا اعتبار ہوگا پس استدلال کی بنا ہی منہدم ہو گئی"۔ (احسن الفتاویٰ صفحہ ۱۳۱)

اس کا جواب یہ ہے کہ صاحب مشکوٰۃ نے ابوداؤد کے جس نسخہ سے اس حدیث کو درج کیا ضروری نہیں ان کے پیشِ نظر وہی نسخہ ہو جو جناب والا کے ہاں ہے اختلاف نسخ تو مشہور و مسلم بات ہے لہٰذا بجائے اس کے ہم اس کتاب کی غلطی قرار دے کر اپنے ہاں پڑھائی جانے والی کتب مشکوٰۃ کو غلط ٹھہرائیں اس سے بہتر نہیں کہ ہم اسے سنن ابو داؤد کے اختلاف نسخ پر محمول کریں جو اہلِ علم میں مشہور و مسلم بھی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ کتاب کی غلطی کا احتمال صرف مفتی دارالعلوم کراچی کے ہی

Marfat.com

وہم میں کیوں آیا۔ مشکوٰۃ کے شارحین کے خیال شریف میں یہ بات کیوں نہیں آئی جبکہ شارحین نے خود اسی حدیث سے اہلِ میت کے ہاں کھانے کا جواز ثابت کیا ہے۔ جبکہ بعض فقہاء کی بیان کردہ ممانعت وکراہت کی مختلف توجیہات فرمائی ہیں۔

فقہ وحدیث میں تعارض

جناب پر واضح ہونا چاہیے کہ یہ طریقہ ایمان بالحدیث کے خلاف ہے کہ اگر کسی موقع پر بعض فقہاء کی بعض عبارات حدیث کے خلاف جاتی ہوں تو ہم فقہ کی ان عبارات کو تو وحی کا درجہ دیدیں اور ان کی کوئی توجیہہ وتاویل کرنا گوارا نہ کریں مگر اس کے برعکس رسول اللہ ﷺ کی حدیث شریف پر عمل نہ کرنے کی راہیں ڈھونڈنے لگیں۔ یہ تو

خود بدلتے نہیں، قرآن کو بدل دیتے ہیں

والی بات ہو جائے گی جو کسی طرح بھی لائقِ تحسین نہیں آخر ہم مسلمان ہیں اور ہمیں ''اطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول'' قرآن کا حکم ہے کہ تم اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت فرض ہے اس کے مقابلہ میں کسی کے بھی قول وفعل کی کوئی اہمیت نہیں ہے خواہ وہ کتنا ہی لائقِ احترام بزرگ ہو۔ خواہ وہ بزرگ مجتہد مطلق کے درجہ پر فائز کیوں نہ ہو یا وہ کوئی بڑا روحانی پیشوا ہو، رسول اللہ ﷺ کے قول وعمل کے مقابلہ میں کسی کے بھی قول وعمل کی کوئی حیثیت نہیں ہم کوشش کریں گے کہ بزرگوں کی بات یا فقہاء کے اقوال کے توجیہہ معقول کر کے ان کو حدیث پاک کے تابع ومطابق قرار دیا جائے۔

Marfat.com

لہٰذا جن شارحین کرام نے فقہاء کی عبارت کی توجیہہ فرمائی ہے وہ ان سے بہتر فکر رکھتے ہیں جنہوں نے فقہاء کی عبارات کے مقابلہ میں حدیث شریف کی توجیہ کرنا شروع کردی۔ بلکہ ہمیں یوں کہنا چاہیے کہ جہاں ''امراۃ'' اضافت کے بغیر آیا ہے اس سے مراد ''امراۃ'' میت ہی کی بیوی ہے۔ یعنی اس مطلق کو مقید پر محمول کریں تا کہ کوئی بات بلاجواز نہ کہنی پڑے۔

شارحین حدیث فقہاء کرام

آیئے اس سلسلے میں خود مفتی دارالعلوم ہی نہیں تمام امت دیوبند کے مسلم بزرگ کا حوالہ پیش خدمت ہے۔ اسے ملاحظہ فرمائیں

مشکوٰۃ کے مشہور شارح علامہ نواب محمد قطب الدین خاں کی مظاہر حق شرح مشکوٰۃ جس کی تزئین وترتیب جدید علماء دیوبند کے مولانا عبداللہ جاوید غازی پوری (فاضل دیوبند) نے فرمائی ہے اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں۔

حدیث میں جس کھانے کا ذکر ہے وہ دراصل میت کی بیوی نے ایصالِ ثواب کی نیت سے فقراء اور مساکین کو بطور صدقہ کھلانے کے لیے تیار کیا تھا اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں وہ کھانا بطور ہدیہ پیش کیا گیا، اسی بناء پر آنحضرت ﷺ اپنے ان صحابہ کرام ﷺ کے ساتھ جو ضرورت مند اور مفلس تھے، میت کے گھر اس کھانے پر تشریف لے گئے، علاوہ ازیں بعض فقہاء نے یہ لکھا ہے کہ جو لوگ تجہیز و تکفین اور تدفین میں شریک ہوں ان کے لیے اہلِ میت کی طرف سے پیش کیے جانے والے طعام کو کھانا درست ہے یہی نہیں بلکہ جو فقہاء طعام مصیبت (میت وغیرہ کے موقع پر تیار کیے گئے

Marfat.com

کھانے) کو مکروہ لکھتے ہیں انہوں نے بھی اس صورت کو مستثنیٰ رکھا ہے لہٰذا میت کے گھر کھانے پر آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام کے جانے کو اس صورت پر بھی محمول کیا جا سکتا ہے کہ چونکہ وہ سب تجہیز و تکفین اور تدفین میں شریک تھے اس لیے میت کے اہلِ بیت کی دعوت پر کھانا کھانے چلے گئے............اس بحث کی روشنی میں یہ واضح ہو گیا کہ اس حدیث اور فقہی روایتوں کے درمیان کوئی تضاد نہیں ہے"۔(مظاہر حق شرح: ۵/ ۵۴۹،۵۵۰)

علماء دیوبند کے ممدوح جناب علامہ نواب قطب الدین خاں کی مندرجہ بالا عبارت سے درج ذیل باتیں واضح ہو گئیں۔

۱۔ایک یہ کہ میت والے میت کے ایصالِ ثواب کے لیے کھانا پکا سکتے ہیں اور ایصالِ ثواب برحق ہے

۲۔دوسرا یہ کہ وہ کھانا فقراء و مساکین کو کھلایا جائے گا جو ان کے لیے صدقہ ہوگا۔

۳۔تیسرا یہ کہ وہی کھانا کسی ایسی شخصیت کو بطور ہدیہ پیش کیا جا سکتا ہے جس کے لیے صدقہ مباح جائز نہ ہو۔

۴۔چوتھا یہ کہ صدقہ و ہدیہ کا کھانا الگ الگ پکانے کی حاجت نہیں بلکہ کھلانے والے کی نیت میں ہونا کافی ہے کہ یہ مستحقین کے لیے صدقہ اور غیر مستحقین کے لیے ہدیہ ہے ثواب ہدیہ کا بھی ہے کہ حدیث میں ہے ایک دوسرے کو ہدیے دیا کرو اسلامی اخوت و محبت میں اضافہ ہوگا چنانچہ وہاں اس قسم کا کوئی اعلان نہ کیا گیا تھا کہ صحابہ ؓ مستحقین کے لیے تو یہ کھانا صدقہ ہے اور حضور ﷺ و غیر مستحقین کے لیے ہدیہ۔ کیونکہ شریعت کا فرمان "انما الاعمال بالنیات" (بخاری و مسلم) کہ عملوں کا ثواب نیتوں سے

Marfat.com

ملتا ہے۔

۵۔ پانچواں یہ کہ جو لوگ تجہیز و تکفین اور تدفین میں شریک رہے ان کے لیے بھی میت والوں کی طرف سے پیش کیے جانے والا طعام جائز ہے۔

۶۔ چھٹا یہ کہ جن فقہاء نے اہلِ میت کے ہاں کھانے کو مکروہ لکھا ہے انہوں نے بھی ان لوگوں کو مستثنیٰ کیا ہے۔

۷۔ ساتواں یہ کہ حضور ﷺ اور صحابہ کرام ؓ بھی چونکہ تجہیز و تکفین اور تدفین میں شریک تھے اس لیے ان کو وہ کھانا بلا شبہ روا تھا۔

۸۔ آٹھواں یہ کہ فقہاء کے اقوال و حدیث مذکور میں کوئی تضاد نہیں ہے۔

الحمدللہ نواب صاحب کی اس وضاحت نے دارالعلوم کراچی کے دیوبندی مفتی صاحب کی رائے کا قلع قمع ہی کر دیا۔

فخر الحسن دیوبندی

اب اسی ابوداؤد شریف پر فخر علماء دیوبند جناب فخر الحسن دیوبندی صاحب کا حاشیہ عربی بھی ملاحظہ فرمائیے وہ کیا فرماتے ہیں کہ: "**ھذا الحدیث یدل علی انه یجوز للضیف ان یتناول من بیت المصاب لموت قرینه وفیه رد علی مااشتھر فی زماننا ھذا علی السنة الناس**" (التعلیق المحمود حاشیہ ابوداؤد: ۲/۱۱۷) اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اہلِ میت کے گھر سے کھانا جائز ہے اور اس میں اس بات کا بھی رد ہے جو ہمارے اس زمانہ میں لوگوں کی زبانوں پر مشہور ہے کہ اہلِ میت کے ہاں کھانا مکروہ ہے۔

Marfat.com

لیجئے یہ معترض کے بزرگوں کا ہی حوالہ ہے جو اس حدیث کی رو سے معترض کے خیال کو مردود ٹھہرا رہا ہے یہ جناب فخر دیوبند فخر الحسن صاحب کی بڑی جرأت ہے کہ انہوں نے امت دیوبندیہ کے ذوق کے خلاف حق بات کہہ ڈالی ہے۔ (فللّٰہ الحمد)

غلط تاویلات کا رد

جو لوگ یہاں یہ غلط تاویلیں کرتے ہیں کہ ایک تو یہ کھانا بطور دعوت نہیں پکایا گیا تھا اور دوسرا یہ کہ نہ حضور ﷺ کو دعوت طعام کے لیے بلایا گیا تھا اس کے گھر حضور تشریف لے گئے کھانے کا وقت تھا اس نے کھانا بھی پیش کر دیا۔ انہیں یہ فرماتے ہوئے محسوس نہیں ہوا کہ حضور ﷺ نے یہ نہ پوچھا کہ ہم تو میت کے دفن سے فارغ ہو گئے اب اس کی بیوی کے ہاں جانے کا کیا مقصد ہے نیز وہ کھانے کا وقت تھا دعوت نہ تھی تو عام شرکاء تدفین کے لیے وہ کھانا کیسے تیار ہو گیا۔ اس سلسلے میں امام المحدثین وعمدۃ العارفین سیدنا حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے جو اس حدیث کا ترجمہ و مفہوم پیش کیا ہے اس سے غلط تاویلات کا راستہ خود ہی بند ہو جاتا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے۔

"(فلما رجع استقبله داعی امراته) پس چون برگشت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یعنی از دفن میت پیش آمد آنحضرت را دعوت کننده بطعام جانب زن آں میت (فاجاب) پس اجابت کرد آنحضرت وقبول کرد دعوت او را ورفت بخانه او (ونحن معه) ومابا آنحضرت بودیم یعنی ما نیز رفتیم وطفیلی

Marfat.com

آنحضرت شدیم یا آنحضرت رابا جماعت دعوت کردہ بود الخ" (اشعۃ اللمعات: ۴/۵۹۲) تو جب رسول اللہ ﷺ میت کے دفن سے فارغ ہو کر پھرے تو میت کی بیوی کی طرف سے کھانے کی دعوت دینے قاصد آپ کے حضور حاضر ہوا پس آپ نے اس کے کھانے کی دعوت قبول فرمائی اور اس کے گھر تشریف لے گئے اور ہم (صحابہ) آپ کے ساتھ تھے یعنی ہم بھی آپ کے طفیل شریک دعوت ہو گئے یا اس نے حضور ﷺ کو صحابہ کی جماعت کے ساتھ ہی کھانے کی دعوت عرض کی تھی۔

فوائد

سیدنا شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کے اس ترجمہ ومفہوم حدیث سے درج ذیل فوائد معلوم ہوئے۔

۱۔ ایک یہ کہ میت کی بیوی نے دیدہ دانستہ دعوت کا اہتمام کیا تھا کہ بکری منگوائی گئی اور اسے ذبح کیا گیا لہٰذا یہ کہنا کہ وہ دعوت نہ تھی اتفاقاً کھانے کا وقت تھا، غلط تاویل ہے۔

۲۔ دوسرا یہ میت کی بیوی کے قاصد نے وہاں ہی عرض کر دی تھی کہ حضور کھانے کی دعوت تیار ہے حضور تشریف لے چلیں چنانچہ آپ صحابہ کے ہمراہ تشریف لے گئے۔

۳۔ تیسرا یہ کہ اگر کسی محترم و بزرگ ہستی کو بلایا جائے تو اس کے ساتھ طفیلی لوگوں کو بھی کھانا جائز ہے۔

۴۔ چوتھا یہ کہ اہلِ میت تجہیز و تکفین اور تدفین والوں کے لیے اپنے ہاں کھانا پکانا بلاشبہ جائز ہے۔ (لیکن ان سے فرمائش کر کے کھانا تیار نہ کرایا جائے یہ ممنوع ہے)

Marfat.com

جامعہ اشرفیہ لاہور کے شیخ الحدیث کی رائے

نیز معترض صاحب کے لیے اور دارالعلوم کراچی کے محدث و مفتی صاحب کے لیے ان سب کے استاذ جامعہ اشرفیہ کے بڑے قابلِ فخر شیخ الحدیث جناب علامہ محمد ادریس کاندھلوی صاحب کا حوالہ اور ان کی رائے بھی بڑی اہمیت کی حامل ہوگی جو انہوں نے اس حدیث کی شرح میں ارشاد فرمائی ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں" (فلما رجع) عن المقبرة (استقبلہ داعی امراتہ) ای زوجة المتوفی الخ " (التعلیق الصبیح: ۲۳۲/۷) جب رسول اللہ ﷺ قبرستان سے واپس لوٹے تو جس نے آپ کو کھانے کی دعوت دی وہ میت کی بیوی کا قاصد تھا۔

علامہ کاندھلوی صاحب نے تو اس حدیث پر وہ قیل وقال نہ فرمائی جو دارالعلوم کراچی کے فاضل دیوبندی کی وہم باطل میں سمائی بس خدا تعالیٰ نے ان کو وہ حق بات ہی نہ سوجھائی، سچ ہے کہ تعصب کا علاج نہ دعا نہ دوائی۔

علماء دیوبند کے امام کا فرمان

لیجئے اب ابوداؤد شریف کی اسی حدیث کی شرح میں علماء دیوبند کے امام جناب علامہ خلیل احمد انبیٹھوی صاحب کا حوالہ بھی ملاحظہ فرمائیے۔ وہ لکھتے ہیں۔

کہ اس حدیث کا جو مشکوۃ شریف میں ہے ایک جواب تو یہ ہے کہ اس واقعہ کو نہی سے پہلے پر محمول کیا جائے یعنی پہلے میت والوں کے ہاں کھانے کی اجازت ہوا کرتی تھی بعد میں منسوخ ہوگئی۔ لیکن چونکہ یہ جواب معقول نہ تھا اس لیے پھر صحیح جواب کی طرف پلٹ آئے اور فرمایا کہ: "یحمل علی بیان الجواز فانها من اهل

Marfat.com

المیت لیست بمحرمة بل مکروہ فلعله فعله صلی الله علیه وسلم لبیان الجواز" (بذل المجہود: ۵/۲۳۹) اس واقعہ کو بیان جواز پر محمول کیا جائے کیونکہ اہلِ میت کے ہاں دعوت حرام نہیں بلکہ خلافِ اولیٰ ہے تو حضور ﷺ نے اس لیے تناول فرمایا کہ امت کے لیے اس کی اجازت ہو جائے۔

لیجئے علماء دیوبند کے اس امام کو بھی وہ بات نہ سوجھی جو دارالعلوم کراچی کے فاضل دیوبند کے شگوفہ وہم باطل میں پھوٹی کہ مشکوٰۃ کے تمام نسخوں میں یہ کتابت کی غلطی صدیوں سے چلی آ رہی ہے علماء کرام ومحدثین عظام صدیوں سے اسے درسِ نظامی میں اپنے شاگرد علماء غلط ہی پڑھاتے چلے آ رہے ہیں اور یہ کتابت کی غلطی زمانہ حاضر کے ایک دیوبندی فاضل کو ہی الہام ہو گئی جس سے زیرِ بحث مسئلہ میں ان کی سیف قلم بے نیام ہو گئی۔ یقیناً اس قسم کے الہامات کا سلسلہ رئیس قادیان اور دارالعلوم دیوبند کے اعیان میں ایک قدر مشترک چلا آ رہا ہے۔

سلطان المحدثین علی بن سلطان المکی کا فتویٰ

اس حدیث کی شرح میں سلطان المحدثین وامام المحققین علی بن سلطان المکی علیہ الرحمۃ نے ارشاد فرمایا وہ ملاحظہ فرمایئے۔

"هذا الحدیث بظاهره یرد علی ما قرره اصحاب مذهبنا من انه یکره اتخاذ الطعام فی الیوم الاول او الثالث او بعد الاسبوع کمافی البزازیة وذکر فی الخلاصة انه لا یباح اتخاذ الضیافة عند ثلاثة ایام وقال الزیلعی ولا باس بالجلوس للمصیبة الی ثلاث من غیر ارتکاب

Marfat.com

محظور من فرش البسط والاطعمة من اهل الميت وقال ابن الهمام يكره اتخاذ الضيافة من اهل الميت والكل عللوه بانه شرع فی السرور لافی الشرور قال وهی بدعة مستقبحة روی الامام احمد وابن حبان باسناد صحيح عن جرير بن عبدالله قال كنانعد الاجتماع الی اهل الميت و صنيعهم الطعام من النياحة انتهی فينبغی ان يقيد كلامهم بنوع خاص من اجتماع يوجب استحياء اهل بيت الميت فيطعمونهم كرها اويحمل علی كون بعض الورثة صغيرا اوغائبا اولم يعرف رضاءہ اولم يكن الطعام من عند احد معين من مال نفسه لامن مال الميت قبل قسمته ونحو ذلک وعليه يحمل قول قاضی خان يكره اتخاذ الضيافة فی ايام المصيبة لانها ايام تاسف فلا يليق بها مايكون للسرور و ان اتخذ طعاما للفقراء كان حسنا واماالوصية باتخاذ الطعام بعد موته ليطعم الناس ثلاثه ايام فباطلة علی الاصح وقيل يجوز ذلک من الثلث وهوالاظهر" (المرقاۃ شرح المشکوۃ: ۵/۴۸۳،۴۸۲) میت کے کھانے کے سلسلے میں فقہاء کے جو اقوال ہیں بظاہر یہ حدیث ان کے خلاف ہے مثلاً بزازیہ میں لکھا ہے کہ (میت کے ورثاء کی طرف سے پہلے دن (یعنی موت والے دن) یا تیسرے دن اور ساتویں دن کھانا کھلانا مکروہ ہے، اسی طرح خلاصہ میں مذکور ہے کہ تیسرے دن (تیجا کے نام پر) کھانے کا اہتمام کرنا اور لوگوں کو اس کھانے پر بلانا مباح نہیں ہے۔ زیلعی نے کہا ہے کہ تین دن تک (غم منانے کے لیے) بیٹھنے میں مضائقہ نہیں ہے بشرطیکہ ممنوع چیزوں کا ارتکاب نہ ہو، جیسے بچھونے بچھانا خوبصورت

Marfat.com

گاؤ تکیے لگا کے بیٹھنا اور دعوت و ضیافت کا اہتمام کرنا۔ نیز ابن ہمام نے بھی لکھا ہے کہ اہلِ میت کا ضیافت کرنا مکروہ ہے۔ ان فقہاء نے علت یہ بیان کی ہے کہ ضیافت خوشی میں مشروع ہے نہ کہ غمی میں اور ابن ہمام نے یہ بھی کہا ہے کہ اہلِ میت کی ضیافت (جو غمی میں دی جائے) بدعت سیۂ ہے نیز امام احمد اور ابنِ ماجہ نے صحیح اسناد کے ساتھ حضرت جریر بن عبداللہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ (تدفین کے بعد میت کے گھر میں لوگوں کے جمع ہونے اور اہلِ میت کی طرف سے کھانا دیئے جانے کو ہم نوحہ میں شمار کرتے تھے (جس کی سخت ممانعت منقول ہے)............ پس عاصم ابن کلیب کی روایت کردہ مذکورہ حدیث چونکہ فقہاء کے ان اقوال کے خلاف جاتی ہے اس لیے (اس حدیث اور فقہی روایتوں کے درمیان تطبیق کی خاطر) ضروری ہے کہ فقہاء کے اقوال کو یا تو خاص نوعیت کے ساتھ مقید کیا جائے مثلاً یہ کہا جائے کہ فقہی روایتوں کے مطابق میت کے گھر لوگوں کو اکٹھا ہونے کی جو ممانعت ہے وہ اس صورت میں ہے جب کہ لوگ محض رسمی طور پر یا ظاہرداری کے لئے میت کے گھر اکٹھا ہوں اور اہلِ میت کو شرماشرمی ان کے کھانے کا انتظام کرنے پر مجبور ہونا پڑے یا ان فقہی روایتوں کو اس صورت پر محمول کیا جائے جس میں کھانے کا انتظام میت کے ترکہ میں سے ہو اور ورثاء میں سے کچھ صغیرالسن ہوں یا موجود نہ ہوں اور یا ان کی اجازت و رضا معلوم نہ ہو یا یہ کہ کھانے کا انتظام کسی شخص نے اپنے ذاتی مال سے نہ کیا ہو بلکہ میت کے اس مال سے کیا ہو جو ورثاء کے درمیان تقسیم نہ ہوا ہو۔ ان کے علاوہ کچھ دوسری صورتیں بھی ہیں جن میں میت کا کھانا مختلف اسباب کی بناء پر مکروہ ہے۔ نیز قاضی خاں کا یہ قول بھی انہی صورتوں پر محمول ہے کہ غمی اور مصیبت کے دنوں میں ضیافت کا اہتمام کرنا مکروہ

Marfat.com

ہے کیونکہ وہ دن رنج والم کے اظہار کے لیے ہیں اور یہ چیز خوشی و مسرت کے موقع کی غماز ہوتی ہے ہاں اگر (میت کو ثواب پہنچانے کی نیت سے) فقراء کو کھلانے کے لیے کھانے کا اہتمام کیا جائے تو یہ بے شک اچھا عمل ہوگا، جہاں تک اس صورت کا تعلق ہے اگر کوئی شخص یہ وصیت کر جائے کہ اس کے مرنے کے بعد اس کے مال میں سے کھانے کا اہتمام کر کے لوگوں کو تین دن تک کھلایا جائے تو زیادہ صحیح روایت کے مطابق یہ وصیت سرے سے باطل قرار پائے گی، گو بعض حضرات نے کہا ہے کہ وصیت تہائی مال میں جائز ہوگی اور یہی قول زیادہ موزوں معلوم ہوتا ہے۔

الحمد للہ کہ حضرت سلطان الفقہاء علیہ الرحمۃ نے بھی حدیث کی توجیہہ نہیں فرمائی بلکہ فقہاء کے اقوال کی توجیہہ کر کے ان کو حدیثِ مصطفیٰ ﷺ سے ٹکرانے سے بچالیا کراچی کے فاضل دیوبندی اور معترض کی طرح نہیں کہ آنکھیں بند کر کے فقہاء کے اقوال کو وحی الٰہی یا فرمانِ نبوی ﷺ کے مساوی درجہ دے ڈالا۔

علامہ امام برہان الدین حلبی کا فتویٰ

امام علامہ برہان الدین ابراہیم بن محمد بن ابراہیم حلبی (م ۹۵۶ھ) نے جو حنفی ہیں اور علوم عربیہ وتفسیر وحدیث وقرأت واصول وفروع کے حافظ ومحدث ہیں۔ بہت سی کتابیں تصنیف فرمائیں۔ ملتقی الابحر، تحفۃ الخیار علی الدر المختار، شرح تنویر الابصار اور غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی ان کی عظیم الشان تصانیف ہیں۔ شرح غنیۃ شریف میں فرماتے ہیں۔

Marfat.com

حدیث جریر سے منع طعام اہلِ میت سے استدلال غلط ہے

کہ حضرت جریر بن عبداللہ ﷺ والی حدیث سے ہم میت کے ہاں جمع ہو کر کھانا تیار کرانے کو نوحہ کا حصہ سمجھتے تھے۔ اس حدیث سے اہلِ میت کے ہاں مطلقاً کھانے کو ناجائز ٹھہرانا غلط ہے۔ کیونکہ "**انما یدل علی کراھة ذلک عند الموت فقط علی انه قد عارضه مارواه لا امام احمد بسند صحیح وابوداود عن عاصم بن کلیب عن ابیه عن رجل من الانصار قال خرجنا الخ فھذا یدل علی اباحة صنع اھل المیت الطعام والدعوة الیه**" (غنیۃ المستملی: ۵۱۲) یہ حدیث صرف اس بات کی کراہیت پر دلالت کرتی ہے کہ میت کے گھر میں موجود ہو اور ادھر سے کھانے تیار کرائے جا رہے ہوں علاوہ اس کے مقابلہ میں وہ حدیث جسے امام احمد وابوداؤد نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا جس میں ایک انصاری کہتے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کے ہمراہ ایک جنازہ کے لیے نکلے جس میں اس کی بیوی کی طرف سے کھانے کی دعوت پیش کی گئی اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اہلِ میت کا کھانا پکانا اور اس کی دعوت کرنا جائز ہے۔

علامہ امام ابراہیم حلبی علیہ الرحمۃ نے دونوں حدیثوں میں کس قدر عمدہ تطبیق وتوفیق فرمادی ہے کہ جب میت گھر پر ہو تو کھانا تیار کرانا نہیں چاہیے ایسی صورت میں یہ کھانا نوحہ کا ہی حصہ ہوگا جیسے نوحہ میں تکلف ہے اسی طرح اس کھانے کے تیار کرنے میں بھی تکلف ہے کیونکہ اہلِ میت کی ساری توجہ تو میت کی تجہیز و تکفین کی طرف ہے اس حالت میں ان سے کھانا تیار کرانا ان کی نوحہ کی طرح مصنوعی ظاہرداری

Marfat.com

اور رواداری میں مبتلا کرنا ہے جو مکروہ ہے ہاں میت کے اُٹھائے جانے کے بعد ایصالِ ثواب کے لیے اور ضرورت مندوں کے لیے اہلِ میت دعوت کریں تو کر سکتے ہیں جیسے اس عورت نے کی جس کا حدیث مشکوٰۃ میں بیان ہے۔

یہی علامہ ابراہیم "الدر المنتقی فی شرح الملتقی" میں فرماتے ہیں "**ولو اتخذ ولی المیت طعاما للفقراء کان حسنا لو بالغین**" (الدار المنتقی: ۱/ ۱۸۷) اگر میت کا وارث فقراء و ضرورت مندوں کے لیے کھانا بنائے تو اچھی بات ہے جبکہ وارث سب کے سب بالغ ہوں۔

یعنی میت کا ولی میت کے ایصالِ ثواب کے لیے فقراء و ضرورتمندوں کو کھانا کھلائے تو اچھی بات ہے جبکہ میت کے ولی بالغ ہوں معلوم ہوا کہ اہلِ میت کے ہاں کھانے کو مطلقاً ممنوع ٹھہرانا قطعاً غلط ہے۔

علامہ امام طحطاوی کا ارشادِ گرامی

علامہ شیخ احمد طحطاوی (م ۱۲۳۱ھ) شرح مراقی الفلاح میں بھی یہی فرماتے ہیں کہ حدیث جریر رضی اللہ عنہ صرف اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ میت گھر میں ہو تو کھانا تیار کرنا مکروہ ہے اس کے بعد نہیں چنانچہ اس حدیث سے ثابت ہے جسے امام احمد و ابو داؤد نے روایت کیا جیسا کہ مشکوٰۃ میں ہے: "**فھذا یدل علی اباحۃ صنع اھل المیت الطعام والدعوۃ الیہ**" (الطحطاوی علی المراقی ص ۳۳۹) پس یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ اہلِ میت کا دعوت کرنا اور اس کی طرف لوگوں کو بلانا جائز ہے۔

یہی علامہ طحطاوی علیہ الرحمۃ شرح درِ مختار میں فرماتے ہیں۔

Marfat.com

"وان اتخذ للميت طعاما للفقراء كان حسنا اذا كانوا بالغين وان كان فی الورثة صغير لم يتخذ ذلک من الترکة الخ ويعلم من ذلک حکم السبح والموالد والجمع ومايصنع من نحو خشتنا نک فانه لا يفعل حيث کان فی الورثة صغير ومن فعل کان ضامنا" (ج ا ص ۳۸۲، ۳۸۳) اور اگر میت کے وارث فقراء کے لیے کھانا پکائیں تو اچھی بات ہے جبکہ وارث بالغ ہوں اور اگر وارثوں میں کوئی نابالغ ہو تو پھر کھانا ترکہ سے نہ کریں اور یہاں سے تسبیحات پڑھوانا۔ میلا د کرنا اور اجتماعات اور محافل کا حکم معلوم ہو گیا کہ جہاں نابالغ شریک ترکہ ہوں وہاں سے نہ کیے جائیں اور اگر کوئی کرے گا تو خود ہی ضامن ہو گا۔

ثابت ہوا کہ فقہاء کرام نے جہاں منع کیا ہے وہاں اسباب بتا دیئے ہیں ورنہ مطلقاً ممانعت نہیں ہے جو ممانعت کی صورتیں ہیں ان کا خیال کر کے کہ ان میں سے کوئی صورت نہ ہو اہلِ میت کھانا پکا سکتے ہیں اور کھلا بھی سکتے ہیں۔

مفتی احمد یار خاں علیہ الرحمۃ

مفتی احمد یار خاں علیہ الرحمۃ مرآۃ شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ تمام بالغ وارثوں کی موجودگی و مرضی سے بغیر دکھلاوا و محض ظاہر داری کے اہلِ میت کا کھانا کی دعوت کرنا جائز ہے اور حدیث (جریر ﷺ) کے خلاف نہیں (مرآۃ: ۸/۲۶۳)

امام ابن نجیم کا فرمان

امام زین الدین ابن نجیم مصری علیہ الرحمۃ صاحب البحر الرائق لکھتے ہیں

"وان اتخذ ولی المیت طعاما للفقراء کان حسنا الخ" (البحر الرائق: ۲

Marfat.com

/۱۰۷) ولی میت فقراء کے لیے کھانا تیار کرائے تو اچھی بات ہے۔

یعنی میت کے ایصالِ ثواب کے لیے کھانا پکا سکتے ہیں۔

پہلی رات گزرنے سے پہلے صدقہ وخیرات سنت ہے

علامہ امام یعقوب بن علی المعروف سید علی زادہ (م ۹۳۱ھ) اپنی کتاب شرح شرعۃ الاسلام میں فرماتے ہیں۔

"والسنة ان يتصدق ولى الميت له قبل مضى الليلة الاولى بشئى مما تيسر له و ان لم يجد فليصل ركعتين يقرء فى كل ركعة فاتحة الكتاب وآية الكرسى مرة وسورة التكاثر عشرمرات فاذا فرغ قال اللهم صليت هذه الصلوٰة وانت تعلم ماأردت انا بهااللهم ابعث ثوابها اى ثواب هذه الصلوٰة الى قبرفلان الميت فان الله يعطيه ثوابها جزيلا اى عظيما ودرجة وشفاعة" (شرعۃ الاسلام: ص ۵۶۸، ۵۶۹) اور سنت ہے کہ میت کا ولی وارث پہلی رات گذرنے سے پہلے حسب توفیق صدقہ کرے اور توفیق نہ ہو تو دو رکعت نفل پڑھے ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی ایک بار، دس بار سورۂ تکاثر پڑھے پس جب فارغ ہو تو یوں دعا کرے اے اللہ میں نے یہ نماز ادا کی اور تو جانتا ہے جو میری مراد ہے اے اللہ تو اس کا ثواب فلاں میت کی قبر کی طرف بھیج پس بے شک اللہ تعالیٰ اسے (میت کو) بڑا ثواب، درجہ اور شفاعت عطا فرمائے گا۔

اس میں پہلی رات صدقہ دینے کو سنت بتایا گیا ہے اور یہ عام ہے خواہ کھانا پکا کر فقراء کو کھلائے یا کسی اور صورت میں صدقہ کرے۔

Marfat.com

سات دن تک صدقہ

جو تیجہ اور ساتواں پر اعتراض فرماتے ہیں وہ شرح شرعۃ الاسلام کی درج ذیل عبارت ملاحظہ فرمائیں

"ویستحب ان یتصدق عن المیت بعدای بعد موتہ الی سبعۃ ایام کل یوم بشئی مماتیسر" (ص ۵۶۹) اور مستحب ہے کہ مرنے والے کے مرنے کے بعد اس کی طرف سے سات دن تک جو روزانہ میسر آئے صدقہ دیا جائے۔

تو طعام کی صورت میں بھی ہو سکتا ہے کیونکہ اس میں صدقہ کی نوعیت کا کوئی ذکر نہیں فرمایا گیا۔ لہٰذا اس میں تیجہ، ساتواں بھی آ گیا کہ یہ سب ایصالِ ثواب کے ہی طریقے ہیں۔

چنوں پر کلمہ کا ثواب عظیم

ایصالِ ثواب میں قرآن خوانی اور کلمہ کا ورد، ستر ہزار یا لاکھ تک میت کے لیے مغفرت و بخشش اور خدا تعالیٰ کی عظیم عنایت و مہربانی کا سبب ہے۔ اس تعداد کے پورا کرنے کے لیے چنے پڑھوانا آسان طریقہ ہے۔

بھنے چنے درمیانہ سائز کے ساڑھے بارہ سیر ایک لاکھ تعداد پر مشتمل ہوتے ہیں پس وہی پڑھوائیں اور ان پر فاتحہ دلوا کر ان کو بطور تبرک تقسیم کریں، کھانا پکانا بھی ضروری نہیں ہے اگر کسی کو توفیق ہو تو کرے ورنہ بھنے ہوئے چنوں پر کلمہ شریف پڑھوا کر ان پر فاتحہ دلوا کر تقسیم کر دیا جائے۔

شیخ اکبر کا عجیب مشاہدہ

اس سلسلہ میں شیخ اکبر محی الدین ابنِ عربی علیہ الرحمۃ (م ۶۳۸ھ) فرماتے

Marfat.com

ہیں۔

"انه بلغنی عن النبی صلّی اللّٰه علیه وسلّم ان من قال لااله الااللّٰه سبعین الفا غفرله ومن قیل له غفرله ایضا فکنت ذکرت التهلیلة بالعدد المرویِّ من غیر ان انوی لاحد بالخصوص بل علی الوجه الاجمالی فحضرت طعاما من بعض الا صحاب وفیهم شاب مشهوربالکشف فاذا هو فی اثناء الاکل اظهرالبکاء فسالته عن السبب فقال اری امی فی العذاب فوهبت فی باطنی ثواب التهلیلة المذکورة لها فضحک و قالی انی اراها الأن فی حسن المآب قال الشیخ فعرفت صحة الحدیث بصحة کشفه وصحة کشفه بصحة الحدیث" (المرقاۃ:۲/۱۰۲) مجھے نبی ﷺ سے یہ حدیث پہنچی کہ جس نے لا الہ الا اللہ (پورا کلمہ) ستر ہزار بار پڑھا وہ بھی بخشا گیا اور جس کے لیے پڑھا گیا وہ بھی بخشا گیا تو میں نے اس تعداد میں کلمہ شریف پڑھا ہوا تھا ویسے ہی خاص کر کسی کے لیے نہیں تو میں کچھ دوستوں کے ہاں کھانے کی ایک دعوت میں حاضر تھا ان میں ایک نوجوان کشف میں مشہور تھا میں نے دیکھا کہ وہ کھانے کے درمیان اچانک رونے لگا میں نے اس کی وجہ پوچھی تو کہا کہ میری ماں عذاب میں گرفتار ہے میں نے فوراً دل ہی دل میں ستر ہزار کلمہ کا ثواب اس کی امی کو بخش دیا تو وہ فوراً ہنس پڑا اور کہا کہ میری والدہ کی خلاصی ہوگئی ہے اور اب وہ اچھی حالت میں ہے شیخ اکبر فرماتے ہیں کہ میں نے حدیث کی صحت کو اس کے کشف کی صحت سے اور اس کے کشف کی صحت کو حدیث کی صحت سے پہچان لیا۔

Marfat.com

مطلب یہ ہے کہ کبھی اولیاء اللہ اپنے کشف سے بھی کسی حدیث کے صحیح ہونے کو معلوم کر لیتے ہیں اس واقعہ کو بانی دار العلوم دیوبند نے اپنی کتاب تحذیر الناس میں بھی نقل کیا ہے (ملاحظہ ہو صفحہ ۴۴، ۴۵) مگر اس میں واقعہ کو حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کے ایک مرید کے حوالہ سے نقل کیا گیا ہے اور اس میں لفظ ایک لاکھ یا ستر ہزار ہے لہٰذا احتیاطاً ایک لاکھ بار پڑھنا یا پڑھوانا چاہیے جس کے لیے ساڑھے بارہ سیر چنے پورے ہوتے ہیں۔

چنوں پر پڑھنے کا حدیث سے جواز

رہا یہ کہ چنوں پر پڑھنے کا جواز کہاں سے لایا جائے گا اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی ممانعت کہاں سے لائی جائے گی؟ یہ تو الزامی جواب ہے ورنہ حدیثوں سے ثابت ہے کہ بعض صحابیات کو حضور ﷺ نے کھجور کی گٹھلیوں یا کنکریوں پر تسبیحات پڑھتا دیکھ کر ایسا کرنے سے منع نہ فرمایا (ملاحظہ ہو صحیح ترمذی ابواب الدعوات: ۲/۱۹۴، ۱۹۶) اسی سے فقہاء نے تسبیح دانوں پر درود و تسبیحات کے پڑھنے کا جواز حاصل کیا ہے۔

اب قل خوانی کے موقع پر اس قدر گٹھلیاں جمع کرنا دشوار ہو جاتا ہے تو ان کی آسانی اسی میں ہے کہ وہ چنوں کا انتظام کر لیا کریں جو ہر جگہ ملتے ہیں پھر وہی کھانے کے کام آ جائیں گے۔ گنتی اور تبرک دونوں کام ایک چیز سے ہی میسر ہو گئے۔

قبر پر قرآن خوانی

فقہاء نے قبر پر قرآن پڑھوانے کو بھی جائز قرار دیا ہے وہ اس نیت سے پڑھیں کہ اس کا ثواب صاحب قبر کو ملے ملاحظہ ہو عالمگیری (ج ۱ ص ۱۶۶) و فتح القدیر، خود

Marfat.com

دیوبندیوں کے ممدوح مولوی محمد اسحاق دہلوی نے مائۃ مسائل میں قرآن پڑھنے والوں سے قبر پر قرآن پڑھوانا جائز لکھا ہے اور لکھا ہے واز روایت درمختار معلوما شون کہ نشاندن حفاظ نزد قبر مکروہ نیست (ص ۴۷ مطبع مجتبائی دہلی) اور فقہ کی جن کتابوں میں منع آیا ہے اس سے قرآن پڑھوانے یا پڑھنے کی ممانعت ہرگز مراد نہیں بلکہ اس سے سب کا مل کر اونچی آواز سے پڑھنے کی ممانعت ہے کیونکہ حکم یہ ہے کہ جب ایک اونچی آواز سے پڑھے تو دوسروں کو خاموشی سے اس کی قرأت سننی چاہیے لہٰذا اگر وہ آہستہ سے پڑھیں تو جائز بلکہ صاحبِ قبر کے لیے رحمت یہ توجیہہ فتاویٰ العنیہ میں مذکور ہے اشعۃ اللمعات میں بھی ہے کہ "مکروہ قرأت قرآن" **بجهر ست و اما مخافت لا باس به**(۱/۷۱۶) کہ قبر پر سب کا اونچی اونچی آواز میں قرآن پڑھنا مکروہ ہے آہستہ پڑھنا مکروہ نہیں۔

فاتحہ یا قل خوانی کے لیے تیسرے دن کی حکمت

فاتحہ یا قل خوانی کے لیے تیسرے دن کے مقرر کرنے کی شرعی وجہ ہے وہ یہ کہ شریعت نے چونکہ تعزیت کے لیے تین دن حد مقرر فرمائی ہے تو تیسرا دن تعزیت کا آخری دن ہوتا ہے اس لیے سب کو اہلِ میت سے تعزیت کی شرعی رسم کا اختتام صرف لفظی ہمدردی اور زبانی اظہارِ افسوس پر اکتفاء کرنے کی بجائے میت کے ساتھ بھی ہمدردی کا مظاہرہ کرتے جانا چاہیے کہ جس قدر ہو سکے قرآن خوانی ہو کلمہ طیبہ لاکھ بار اور جو کچھ مالی صدقہ و خیرات ہو فاتحہ پڑھ کر دعا کرتے ہوئے اس کا ثواب میت کو بخشا جائے اس سے میت کے لیے بھی بھلائی ہے اور اہلِ میت کے لیے بھی اجر اور غرباء

Marfat.com

و مستحقین کا بھی فائدہ ہے۔

یہ جو ہم نے کہا کہ تعزیت کے تین دن ہیں حدیثوں سے بھی ثابت ہے چنانچہ صحیح مسلم میں باب حد الزنا میں ہے حضرت سیدنا ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد صحابہ تعزیت کے لیے تین دن تک بیٹھے رہے اس دوران حضور ﷺ تشریف لائے "**فسلم وجلس فقال استغفروا الماعز بن مالک**" (۲/۶۸) اور سلام فرمایا اور بیٹھ گئے پھر فرمایا ماعز بن مالک کے لیے دعا کریں۔ اس سے بھی ثابت ہوا کہ صحابہ کرام فوتگی کے بعد اس کے لیے تعزیت و دعا کرنے کو بیٹھتے تھے اور حضور ﷺ ان میں شامل ہوتے تھے۔ اس لیے فقہاء نے اہلِ میت کو تین روز کے لیے گھروں یا گھر میں جگہ نہ ہو تو مسجدوں میں بیٹھنے کی اجازت دی ہے جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"**ولا باس لاهل المصيبة ان يجلسوا في البيت او في المجسد ثلاثة ايام والناس يأتونهم ويعزونهم**" (فتاویٰ عالمگیری: ۱/۱۶۷ مصری) یعنی اس بات میں کوئی حرج نہیں کہ مصیبت زدہ گھر میں یا مسجد میں تین روز تک بیٹھیں اور لوگ ان کے پاس آئیں اور ان سے تعزیت کریں یعنی ان کو تسلی و تشفی دیں۔

اس میں حکمت بھی ہے کہ تیسرا دن مناسب ہے پہلے دن اہلِ میت مصروف ہوتے ہیں اور دوسرے دن عزیز و اقارب کی آمد و رفت اور تھکاوٹ ہوتی ہے اور تیسرا دن فرصت کا محسوس ہوتا ہے لہٰذا شریعت نے اسی دن کو تعزیت کا آخری دن مقرر کیا ہاں دور دراز والے غیر موجود لوگ بعد میں بھی آکر اظہارِ افسوس کر سکتے ہیں مگر قرب و جوار والوں کے لیے تین دن کی حد ہے۔

Marfat.com

تعزیت میں ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگنا

تعزیت میں اظہارِ افسوس کے ساتھ میت کے لیے ایصالِ ثواب کے لیے فاتحہ ودعا بھی ہوتی ہے اس لیے ہاتھ اُٹھائے جاتے ہیں کیونکہ ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگنا سنتِ مصطفیٰ ﷺ ہے۔

چنانچہ صحیح بخاری میں کتاب المغازی غزوہ اوطاس کے باب میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کو حضرت عبداللہ بن قیس یعنی حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعامر رضی اللہ عنہ کی شہادت کی اطلاع دی اوران کی طرف سے سلام پھر دعا کی التجاء پہنچائی تو حدیث کے الفاظ ہیں: ''**فدعا بماء فتوضاء ثم رفع يديه فقال اللهم اغفر لعبيد ابی عامر ورايت بياض ابطيه ثم قال اللهم اجعله يوم القيامة فوق كثير من خلقك من الناس فقلت ولی فاستغفر فقال اللهم اغفر لعبد الله بن قيس ذنبه وادخله يوم القيامة مدخلا كريما قال ابو بردة احدهما لابی عامر والاخری لابی موسیٰ**'' (صحیح البخاری: ۲/۶۱۹) تو آپ نے پانی منگوایا پھر وضو فرمایا پھر دونوں ہاتھ اٹھا کر یوں دعا کی اے اللہ اپنے بندے ابوعامر کو بخش اور میں نے آپ کے اٹھے ہوئے ہاتھوں کی بغلوں کی سفیدی دیکھی پھر فرمایا اے اللہ! قیامت کے دن اسے اپنی بہت سی مخلوق پر برتری عطا فرما میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ میرے لیے استغفار فرمائیں۔ فرمایا اے اللہ! عبداللہ بن قیس کے گناہ بخش اوراس کو قیامت کے دن اچھی جگہ (جنت) عطا فرما۔ ابوبردہ نے کہا ان دو میں سے ایک دعا ابوعامر کے لیے اور دوسری ابوموسیٰ اشعری کے لیے تھی۔

Marfat.com

امام ابنِ حجر عسقلانی

اس حدیث شریف کی شرح میں امام ابنِ حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ (م۸۵۶ھ) فرماتے ہیں: "**یستفاد منه استحباب التطهیر لارادة الدعاء ورفع الیدین فی الدعاء**" (فتح الباری: ۳۵/۸) اس حدیث سے ایک تو یہ معلوم ہوا کہ دعا مسنون وضو کے ساتھ مستحب ہے اور دوسرا یہ کہ ہاتھ اُٹھا کر دعا کرنا مسنون و مستحب ہے۔

لٰہذا فاتحہ خوانی اور دیگر عام دعاؤں میں اہلسنّت کا ہاتھ اُٹھا کر دعا کرنا رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق ہوا۔

شیخ الحدیث مولانا غلام رسول رضوی صاحب

غزوۂ اوطاس والی حدیث کے تحت شیخ الحدیث مولانا غلام رسول رضوی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں۔

"اس روایت سے اور صحیح بخاری کی حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ صحابہ کرام فوت ہونے والے کے بعد اس کے لیے دعا کرنے بیٹھتے تھے اور ہاتھ اُٹھا کر دعا کرتے تھے"۔ جناب رسول اللہ ﷺ جو کام ایک بار کریں وہ امت کے لیے مسنون ہوتا ہے۔ لٰہذا فاتحہ خوانی کے وقت ہاتھ اُٹھا کر دعا کرنے کو بدعت کہنا بہت بڑی جسارت ہے۔ حالانکہ سرورِ کائنات ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہے۔ ابنِ ماجہ میں "باب من لا یرفع یدیہ فی القنوت" میں ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جب تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرے تو ہاتھ اُٹھا اور ہتھیلیاں اپنے منہ کی طرف کر" علاقہ ازیں ایصالِ ثواب میں تو اختلاف نہیں اگر فاتحہ اور تین بار سورۂ

Marfat.com

اخلاص پڑھ کر دعا کریں اور میت کو ثواب ایصال کریں تو اس میں شرعاً کچھ حرج نہیں۔ ابوداؤد کے ابواب الوصایا میں ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر میت مسلمان ہو اور تم اس کی طرف سے غلام آزاد کرو یا خیرات کرو یا حج کرو اس کا ثواب اس کو پہنچ جاتا ہے۔ ترمذی شریف میں ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! ﷺ میری والدہ فوت ہوگئی ہے اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا اس کو نفع ہوگا فرمایا ہاں نفع ہوگا اس نے کہا میرا ایک باغ ہے میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے وہ باغ اپنی والدہ کی طرف سے صدقہ کیا'' (ترمذی ۸۵/۱) ابوداؤد میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا تم میں سے کون ہے جو مسجد میں عشاء میں میرے لیے دو رکعتیں یا چار رکعتیں پڑھے۔ پھر کہے یہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے لیے ہے۔ اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ نفلی عبادت کا ثواب میت کو پہنچتا ہے۔ صحیح بخاری میں ''باب الجرید علی القبر'' میں ہے کہ بریدہ اسلمی نے وفات سے پہلے وصیت کی کہ اس کی قبر پر دو تر شاخیں رکھ دی جائیں کیونکہ ہر شے اللہ کی تسبیح کرتی ہے اور اللہ کے ذکر سے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے۔ سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا ''لعله یخفف عنهما الی ان ییبسا'' یقیناً خشک ہونے تک ان دونوں انسانوں سے عذاب میں تخفیف ہوگی۔ اس حدیث سے علماء نے استدلال کیا کہ جب درخت کی تر شاخ کے تسبیح کرنے سے عذاب میں تخفیف ہوسکتی ہے تو قرآن کریم کی تلاوت کرنے سے بطریقِ اولیٰ تخفیف ہوگی! واللہ و رسولہ اعلم!'' (تفہیم الباری شرح صحیح البخاری: ۶/ ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹)

Marfat.com

حاجی امداداللہ مہاجر مکی کا فیصلہ

آخر میں مروجہ فاتحہ کے بارہ میں علماء دیوبند کے پیرومرشد حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی علیہ الرحمۃ کا فیصلہ ملاحظہ فرمائیں۔

مسئلہ فاتحہ مروجہ کا

اس میں وہی گفتگو ہے جو مسئلہ مولود میں مذکور ہوئی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ نفس ایصالِ ثواب ارواح اموات میں کسی کو کلام نہیں اس میں بھی تخصیص وتعیین کو موقوف علیہ ثواب کا سمجھے یا واجب وفرض اعتقاد کرے تو ممنوع ہے اور اگر یہ اعتقاد نہیں بلکہ کوئی مصلحت باعث مقید ہیئت کذائیہ ہے تو کچھ حرج نہیں جیسا بمصلحت نماز میں سورۂ خاص معین کرنے کو فقہائے محققین نے جائز رکھا ہے اور تہجد میں اکثر مشائخ کا معمول ہے اور تامل سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ سلف میں تو یہ عادت تھی کہ مثلاً کھانا پکا کر مسکین کو کھلا دیا اور دل سے ایصالِ ثواب کی نیت کر لی متاخرین میں کسی کو خیال ہوا کہ جیسے نماز میں نیت ہر چند دل سے کافی ہے مگر موافقت قلب ولسان کے لیے عوام کو زبان سے کہنا بھی مستحسن ہے اس طرح اگر یہاں زبان سے کہہ لیا جائے کہ یا اللہ اس کھانے کا ثواب فلاں شخص کو پہنچ جائے تو بہت بہتر ہے پھر کسی کو خیال ہوا کہ لفظ اس کا مشارالیہ اگر روبرو موجود ہو تو زیادہ استحضار قلب ہو کھانا روبرو لانے لگے کسی کو یہ خیال ہوا کہ یہ ایک دعا ہے اس کے ساتھ اگر کچھ کلام الٰہی بھی پڑھا جائے تو قبولیت دعا کی بھی امید ہے اور اس کلام کا ثواب بھی پہنچ جائے گا کہ جمع بین العبادتین ہے

؎ چہ خوش بود کہ برآید بیک کرشمہ دوکار

Marfat.com

قرآن شریف کی بعض سورتیں بھی جو لفظوں میں مختصر اور ثواب میں بہت زیادہ ہیں پڑھی جانے لگیں کسی نے خیال کیا دعا کے لیے رفع یدین سنت ہے ہاتھ بھی اُٹھائیں گے کسی نے خیال کیا کھانا جو مسکین کو دیا جائے گا اس کے ساتھ پانی دینا بھی مستحسن ہے پانی پلانا بڑا ثواب ہے اس پانی کو بھی کھانے کے ساتھ رکھ لیا جائے پس یہ ہیئت کذا یہ حاصل ہوگئی رہا تعیین تاریخ یہ بات تجربہ سے معلوم ہوتی ہے کہ جو امر کسی خاص وقت میں معمولی ہو اس وقت وہ یاد آجاتا ہے اور ضرور ہو رہتا ہے اور نہیں تو سالہا سال گزر جاتے ہیں کبھی بھی خیال نہیں ہوتا اسی قسم کی مصلحتیں ہر امر میں ہیں جن کی تفصیل طویل ہے محض بطور نمونہ تھوڑا سا بیان گیا گیا ذہین آدمی غور کر کے سمجھ سکتا ہے اور قطع نظر مصالح مذکورہ کے ان میں سے بعض اسرار بھی ہیں پس اگر یہی مصالح بنائے تخصیص ہوں تو کچھ مضائقہ نہیں۔

حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی علیہ الرحمۃ کا یہ فیصلہ ہفتہ مسئلہ ص ۲۵، ۲۶ طبع الرمضان فاؤنڈیشن جھنگ) میں خود علماء دیوبند چھاپتے ہیں اور بعض مقامات پر انہوں نے اس میں ردّوبدل بھی کیا ہے تاہم فاتحہ مروجہ کے بارے میں جو عبارت موجود ہے اس میں حاجی صاحب نے پوری وضاحت فرمادی ہے کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں یہ جمع بین العبادتین ہے یعنی کلام اللہ فاتحہ وغیرہ اور کھانا و مالی صدقات لہٰذا معترض کا اس مروجہ فاتحہ پر اعتراض کرنا خود اپنے بزرگ کی تعلیم سے بھی انکار و انحراف ہے۔

Marfat.com

تھانوی صاحب کا فتویٰ

خود تھانوی صاحب کا فتویٰ ملاحظہ فرمائیں

سوال: ''کوئی غریب آدمی کہ اپنے مردہ کی فاتحہ کا کھانا اپنے ہی چھوٹے بچہ کو کھلا کر ایصالِ ثواب کر دے تو جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اس بچہ کا نان ونفقہ اس کے ذمہ فرض وواجب نہیں تب تو اس کو کھلا کر کسی کو ثواب بخش دینا جائز ہے اس سے ثابت ہوا کہ کھانے پر فاتحہ پڑھنا اور اس کا ثواب کسی کو ہدیہ کرنا جائز ہے۔ (امداد الفتاویٰ جناب تھانوی صاحب: ۱/۵۱۸)

مسجدوں میں گھڑے یا مٹکے کی اصلیت

جیسا کہ حاجی صاحب نے کہا کہ پانی پلانا بھی بڑا ثواب ہے اس لیے حضرت سعد نے اپنی ماں کے ایصالِ ثواب کے لیے کنواں کھدوایا، لوگ اس مناسبت سے کہ نمازی اور مسافر پانی پئیں گے ایصالِ ثواب کی نیت سے مسجدوں میں اور چوکوں پر مٹکے پانی سے بھر کر رکھ دیتے ہیں۔ آج کل واٹر کولر مساجد ومدارس میں لگواتے ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی کا فرمان

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ (م ۱۰۳۴ھ) جلد دوم کے مکتوب نمبر ۱۴ میں خواجہ محمد صادق اور ان کی ہمشیرہ بی بی اُم کلثوم علیہما الرحمۃ کے انتقال کی خبر سن کر ان کے وارثوں کو ہدایت فرماتے ہیں کہ: ''بیاران و دوستان فرمایند که هفتا دهزار بار کلمه طیبه لااله الا الله (محمد رسول الله) بروحانیت مرحومی خواجه محمد صادق وبروحانیت مرحومه

Marfat.com

همشیرہ او ام کلثوم بخوانند وثواب ھفتاد ھزاربار رابرو حانیت یکے بخشند وھفتادھزار دیگر را بروحانیت دیگرے از دوستان ودعا فاتحہ مسؤل است''(مکتوبات:۲/۴۱ مکتوب ۱۴) یاروں اور دوستوں کو گزارش کریں کہ ستر ہزار بار کلمہ لا الہ الا اللہ محمد صادق کی روح کے لیے اور ان کی ہمشیرہ مرحومہ اُم کلثوم کی روح کے لیے پڑھیں اور ہر ایک کی روح کو الگ الگ ستر ہزار کا ثواب بخشیں اور دوستوں سے کہیں دعا کریں اور فاتحہ پڑھ کر ان کو بخشیں۔

ظاہر ہے کہ یہ دعا اور فاتحہ خوانی اور ستر ہزار کلمہ ہر ایک مرحوم کی روح کو پہنچانے کے لیے اکٹھے ہونا پڑا ہوگا اور اس کے لیئے تعیین یوم بھی ضروری ہوگی۔لہٰذا تعین یوم ووقت کلمہ ستر ہزار پڑھنا وفاتحہ خوانی ودعا کرنا یہ سب مروجہ فاتحہ ہی کی صورت ہے جس کا معترض انکار کرتا ہے لہٰذا اس کا انکار بزرگان دین کے عمل محبوب کا انکار ہے جو گمراہی کے سوا کچھ نہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ (م ۱۱۷۶ھ فرماتے ہیں: ''**از ینجاست حفظ اعراس مشائخ ومواظبت زیارت قبور ایشاں و التزام فاتحہ خواندن وصدقہ دادن برائے ایشاں واعتناء تمام کردن بہ تعظیم آثار و اولاد و منتسبان ایشاں**''(ہمعات ۵۸ مطبع اکادمی شاہ ولی اللہ حیدر آباد سندھ) انہی روحانی برکات کے حصول کے سبب سے بزرگوں کے عرس کرنا اور ہمیشہ ان کے مزارات کی حاضری اور ان کے ایصالِ ثواب کے لیے ہمیشہ فاتحہ پڑھنا اور صدقہ دینا اور ان کے تبرکات، اولاد اور ان سے تعلق رکھنے والوں کی تعظیم وتکریم کی طرف پوری توجہ دینا۔

Marfat.com

حضرت شاہ صاحب کے اس فرمان سے وفات یافتہ حضرات کے ایصالِ ثواب کے لیے ہمیشہ فاتحہ پڑھنا اور صدقہ کرنا ثابت ہوا اور فاتحہ مروجہ میں بھی یہی چیز ہے۔

نیز حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ چاروں سلسلوں کے ختموں کے طریقوں کا بیان کرتے ہوئے موصوف الانتباہ میں ختم خواجگان چشت کے سلسلے میں لکھتے ہیں ''وبرقدرے شیرینی فاتحہ بنام خواجگان چشت کے نام کی فاتحہ دے کر اللہ سے اپنی حاجت مانگا کریں۔ یہاں سے فاتحہ مروجہ کا ثبوت بھی ملا اور بزرگوں سے توسل کرنے کا بھی فائدہ حاصل ہوا۔

علماء دیوبند کی رسم قل

یہ عجیب اتفاق ہوا کہ راقم معترض کے جوابات مرتب کر رہا تھا کہ اس دوران راقم کے مرید، خلیفہ پرخلوص حضرت مولانا ابوالوقار محمد یار قادری رحمۃ اللہ علیہ نے روزنامہ جنگ لاہور مورخہ ۹۵۔۳۔۲۵ کی ایک اہم خبر کٹنگ کا ذکر کیا اور اسے اپنے ایک مرید صادق جناب منور حسین مغل قادری کے ہاتھ بھیجا جو قارئین کی خدمت میں پیش ہے اور جناب معترض صاحب اس سے سبق حاصل کریں اور توفیق خداوندی نصیب ہو تو اپنے خیال باطل سے توبہ کرلیں۔

مولانا عبدالرشید محمود گنگوہی انتقال کر گئے

لاہور (اپ پ) معروف مذہبی مفکر مولانا رشید احمد گنگوہی (دیوبند) کے صاحبزادے مولانا حکیم عبدالرشید محمود بھارت میں انتقال کر گئے۔ مولانا عبدالرشید بھی دارالعلوم دیوبند (بھارت) کی ایگزیکٹو کمیٹی کے ممبر تھے۔ مولانا عبدالرشید کی رسم

Marfat.com

قل آج ان کے بیٹے رشید مسعود کی رہائش گاہ واقع ۷ احید رروڈ اسلام پورہ لاہور میں بعد نمازِ عصر ادا کی جائے گی۔

اس میں قل خوانی کے ساتھ رسمِ قل اور لفظ ''آج'' سے تعیین یوم اور قل کی بطور رسم (ایک طریقہ) کے اختیار کرنا دونوں باتیں معترض کے اکابر کے عمل سے ثابت ہو گئیں۔

یہ عالم دیوبند مولانا گنگوہی وہ شخصیت ہیں جنہیں علماء دیوبند امام ربانی لکھتے ہیں اور اہلسنت جیسے سیدنا غوث اعظم ﷺ کا درجہ مانتے ہیں علماء دیوبند ان کو تقریباً وہی مقام دیتے ہیں جبکہ رسول اللہ ﷺ کی شانِ اقدس میں سب سے زیادہ انہوں نے تنقیصیں (توھینات) کیں اور کرائیں۔ (معاذ اللہ یہ ان کے صاحبزادہ کی رسم قل خوانی تھی جوان گنگوہی صاحب کے پوتے کے گھر لاہور میں ادا کی گئی)۔

مولانا رومی کی نیاز

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات شریفہ جنہیں معترض کے حکیم الامتہ جناب تھانوی صاحب نے ترتیب دیا کا ایک حوالہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

''جب مثنوی شریف ختم ہو گی بعد ختم حکم شربت بنانے کا دیا اور ارشاد ہوا کہ اس پر مولانا روم کی نیاز بھی کی جائے گی۔ گیارہ گیارہ بار سورۂ اخلاص پڑھ کر نیاز کی گئی اور شربت بٹنا شروع ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ نیاز کے دو معنی ہیں ایک عجز و بندگی اور وہ سوائے خدا کے دوسروں کے واسطے نہیں ہے بلکہ ناجائز و شرک ہے دوسرے خدا کی نذر اور ثواب خدا کے بندوں کا پہنچانا جائز ہے لوگ انکار کرتے ہیں اس میں کیا خرابی ہے

Marfat.com

اگر کسی عمل میں عوارض غیر مشروع لاحق ہوں تو ان عوارض کو دور کرنا چاہیے نہ یہ کہ اصل عمل سے انکار کیا جائے ایسے امور سے منع کرنا خیر کثیر سے باز رکھنا ہے جیسے قیام مولد شریف اگر بوجہ آنے نام آنحضرت ﷺ کے کوئی شخص تعظیما قیام کرے تو اس میں کیا خرابی ہے جب کوئی آتا ہے تو لوگ اس کی تعظیم کے واسطے کھڑے ہو جاتے ہیں اگر اس سردار عالم و عالمیان (روحی وجسدی فداہ) کے اسم گرامی کی تعظیم کی گئی تو کیا گناہ ہوا۔ ایک شخص نے اجمیر شریف کہا دوسرے نے کہا۔ اجمیر اجمیر ہے شریف کیونکر ہو گیا اس نے جواب دیا کہ تمہارا امزاج تو شریف کہا جاوے اس پر خوش ہوتے ہو اور منع نہیں کرتے ہو اور اجمیر کی شرافت کہ مقبولانِ الٰہی کی وجہ سے پیدا ہوئی۔ (شرافت) اس کا ایسا انکار جب منکر نکیر قبر میں آتے ہیں مقبولانِ الٰہی سے کہتے ہیں کہ نم کنومة العروس۔ عرس کہ رائج میں ہے اسی سے ماخوذ ہے اگر کوئی اس دن کو خیال رکھے اور اس دن میں عرس کرے تو کونسا گناہ لازم ہوا۔ (شمائم امدادیہ حصہ دوم: ۶۸)

حاجی صاحب علیہ الرحمۃ کے اس ارشادِ گرامی سے کئی ایک مسئلے حل گئے۔

۱۔ ایک یہ کہ بزرگوں کی نیاز برحق ہے۔

۲۔ دوسرا یہ کہ کھانے پینے کی چیزیں سامنے رکھ ان پر کچھ کلامِ الٰہی سورۃ اخلاص وغیرہ پڑھنا اور اسے بطورِ تبرک تقسیم کرنا جائز و مستحسن ہے اور مروجہ فاتحہ میں بھی یہی کچھ ہوتا ہے۔

۳۔ تیسرا یہ کہ نذر و نیاز کے دو معنی ہیں ایک اللہ کے ساتھ خاص ہے اور دوسرا بندوں کے لیے اور عوام مسلمان یہی دوسرا معنی مراد لیتے ہیں جیسے حاجی صاحب نے فرمایا۔

۴۔ چوتھا کہ یہ قیامِ میلاد شریف بھی جائز ہے۔ اور نبی کریم حضرت محمد ﷺ کی

Marfat.com

خدمت اقدس میں کھڑے ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھنا جائز ہے۔

۵۔ پانچواں یہ کہ بزرگوں کی سکونت کی نسبت سے کسی بستی یا گاؤں کے ساتھ لفظ شریف لگانا جائز ہے۔ جیسے بغداد شریف۔ اجمیر شریف۔ لاہور شریف

٦۔ چھٹا یہ کہ بزرگوں کے عرس یا دن مقرر کرنا اور اس دن عرس کرنا جائز ہے اس میں بھی تلاوت قرآن وفاتحہ خوانی اور تقسیم لنگر ہی ہوتا ہے اس سے ہی مروجہ فاتحہ کا جواز ثابت ہوا۔ غیر شرعی امور ہر جگہ اور ہر وقت ممنوع ہیں۔

مولوی رشید احمد گنگوہی کے استاذ کا فرمان

افسوس کہ علماء دیو بند اپنے تعصب میں حدود کو بھی پھلانگ جاتے ہیں اور راہِ اعتدال سے بھی کنارہ کشی فرما جاتے ہیں اس سلسلے میں مفتی رشید احمد صاحب نے اپنے امام دیو بند کے استاذ محدث دہلوی کا فرمان بھی نظر انداز کر دیا۔

ملاحظہ ہو مولانا شاہ عبدالغنی محدث دہلوی علیہ الرحمۃ (۱۲۹۵ھ) استاذ امام دیو بند مولوی رشید احمد گنگوہی انجاح الحاجہ شرح سنن ابنِ ماجہ فرماتے ہیں۔

"واما صفة الطعام من اهل الميت اذا كان للفقراء فلاباس به لان النبى صلى الله عليه وسلم قبل دعوة المراة التى مات زوجها" (انجاح الحاجہ شرح سنن ابنِ ماجہ ۱۱٦) کہ اہلِ میت کا فقراء کے لیے کھانا بنانا جائز ہے کیونکہ جس عورت کا خاوند فوت ہو گیا تھا اس کی دعوت نبی کریم ﷺ نے قبول کی تھی۔

اس کی پوری تشریح ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ فقراء تو صحابہ میں سے تھے اور غیر فقراء جو شریک تدفین ہوں اگرچہ غنی ہوں اگر ان کو بھی مدعو کیا جائے کہ وہ تدفین میں

Marfat.com

شریک تھے تو حرج نہیں اس کے علاوہ تیجہ وغیرہ کے موقع پر فقراء کو اور مستحقین کو ہی بلایا جائے اور اپنے عزیز واقارب یا دوست احباب جو محفل فاتحہ وایصالِ ثواب میں شریک ہوں گے ان کے لیے کھانا بطور ہدیہ وتبرک ہوگا جبکہ فقراء کے لیے بطور صدقہ

کیا ضرورت مند غنی کو کھلانے کا ثواب ہے

اب یہاں یہ مسئلہ بھی بیان کرنا ضروری ہے تا کہ ہر صورت مسئلہ پوری طرح واضح ہو کہ اگر اہلِ میت نے فقراء کے لیے طلباء ودیگر مستحقین کے لیے کھانا پکایا مگر وہاں ان کے اپنے عزیز واقارب اور حاضرین ایسے ہیں کہ وہ بھی غرباء و مستحقین کے زمرے میں آتے ہیں تو وہ بھی فقراء میں شامل ہو گئے لیکن اگر ان میں کوئی مستحق نہیں ہے مگر کھانے میں شامل ہو جائے تو کیا اس کا ثواب ہوگا یا نہ اس کا جواب تو ابوداؤد کے حوالہ سے مذکورہ حدیث مشکوٰۃ شریف کی تشریح میں آچکا ہے کہ میت کی عورت نے کھانے کی دعوت کی اس میں فقراء صحابہ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ بھی شامل تھے جو صدقہ تناول نہیں فرماتے تھے مگر آپ نے کھانا تناول فرمایا۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ غیر مستحق بھی شامل دعوت ہوئے جبکہ وہ دعوت نفلی ہو واجب نہ ہو تو وہ مستحق کے لیے صدقہ ہوگی اور غیر کے لیے ہدیہ اور یا حضور ﷺ کی امت کے اغنیاء کے لیے اسے بھی صدقہ نفلیہ تصور کیا جائے گا کیونکہ صدقہ نفلیہ فقراء کے علاوہ غنی کو بھی دے سکتے ہیں اس پر بھی ثواب ملے گا مگر فقراء کی نسبت کم۔

مولانا احمد علی محدث سہارنپوری کا فیصلہ

اس سلسلے میں مولانا عبدالسمیع صاحب علیہ الرحمۃ نے انوار ساطعہ میں لکھا ہے۔

Marfat.com

یہ مسئلہ ایک بار مولانا احمد علی محدث سہارنپوری مرحوم کے سامنے پیش کیا گیا کہ مولانا اسحٰق مرحوم کے مائۃ مسائل سوال پنجاہ ویکم میں ہے: ''**طعامیکه به نیت تصدق بر فقراء از اموات پزند تاثواب آن بایشاں رسد جز فقیر را نبود چه تصدق بر فقراء می باشد وهدیه مر اغنیاء را**'' طعام جو فقراء پر صدقہ کی نیت سے اور مردوں کے ایصالِ ثواب کی نیت سے تیار کیا جاتا ہے وہ فقراء کے بغیر کسی کو نہیں پہنچتا کیونکہ صدقہ فقراء کے لیے اور ہدیہ امراء کے لیے ہوتا ہے۔

اور اس وقت مولانا موصوف الصدر کیمپ میرٹھ کوٹھی شیخ الٰہی بخش خاں بہادر مرحوم میں کھانا گیارہویں کا تناول فرمارہے تھے موقع وقت بھی یہی تھا کہ جناب مولانا بفضل حق سبحانہ بہت خوشحال ومتمول وصاحب تجارت تھے اور وہ کھانا ایصالِ ثواب روح پر فتوح فتویٰ حضرت غوث الثقلین قدس سرہٗ کے لیے تھا ارشاد فرمایا کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اغنیاء کے کھانے میں اس درجہ کا ثواب نہیں پہنچتا جس طرح فقراء کے کھانے کا پہنچتا ہے اور یہ نہیں کہ اغنیاء کے کھانے کا بالکل ثواب نہیں پہنچتا جس طرح فقراء کے کھانے کا پہنچتا ہے اور یہ نہیں کہ اغنیاء کے کھانے کا بالکل ثواب نہ پہنچے اس لیے کہ طعام الطعام اگرچہ اغنیاء ہی کو ہو منکرات سے نہیں بلکہ معروفات شرعیہ سے ہے اور حدیث شریف میں وارد ہے: ''**کل معروف صدقة**'' (انوار ساطعہ ۲۳۲،۲۳۳) یعنی ہر معروف کام کرنے میں شرعاً صدقہ کا ثواب ملتا ہے۔

یعنی ہر اچھے کام کا ثواب ملتا ہے اور کھانا کھلانا خواہ غریب کو خواہ غنی کو اچھا کام ہے تو اس پر بھی ثواب ملتا ہے مگر غریب کو کھلانے سے زیادہ ملتا ہے کہ وہ محتاج ہے اور محتاج کی حاجت رفع کرنا زیادہ ثواب ہے غیر محتاج کی نسبت۔

Marfat.com

چنانچہ فتاویٰ جامع الرموز المعروف فتاویٰ قہستانیہ مصرف زکوٰۃ کے سلسلے میں لکھتے ہیں:

''وسوق الکلام مشیرالی جواز صرف صدقة التطوع الی الغنی کما فی المضمرات'' (۳۲۸/۲) اور سوق کلام اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ صدقہ (نفلی) غنی کو دینا جائز ہے۔

علامہ امام ملا محمد طاہر پٹنی علیہ الرحمۃ (م ۹۸۶ھ) مجمع بحار الانوار میں لکھتے ہیں:

''الصدقة ماتصدقت به علی الفقراء ای غالب انواعها کذلک فانّها علی الغنی ایضا جائزة عند نا یثاب به بلا خلاف'' (بحث الصدقہ: ۳۲۸/۲) صدقہ وہ ہے جس کے اکثر انواع فقراء پر صرف ہوتے ہیں کیونکہ صدقہ (غیر واجبہ) غنی کو بھی دے سکتے ہیں اس میں بھی ثواب ہوگا

اس میں ہمارے علماء میں کوئی اختلاف نہیں ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ فقراء کے ساتھ اغنیاء بھی کھالیں تب بھی میت کو ثواب ملے گا اگرچہ فقراء کے کھلانے کا ثواب زیادہ ہے۔

معترض کے بزرگوں نے جو درج ذیل نئے عقیدے اختیار کئے کیا وہ ان کی وجہ سے اہل السنۃ والجماعۃ کہلا سکتے ہیں۔ اور کیا اس صورت میں ان کی بات حجت یا دلیل کی حیثیت رکھتی ہے؟ ہر گز نہیں۔

معترض کے بزرگوں کے نئے عقائد

جن نئے عقائد کی وجہ سے معترض کے بزرگ یا اکابر حضرات اہلِ سنت وجماعت (جب سنت اور جماعت کو ''ال'' کے بغیر لکھا جائے تو تائے مطول سے لکھا

Marfat.com

جائے گا) سے نکل گئے ہیں وہ یہ ہیں۔

۱۔اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے (معاذ اللہ) (فتاویٰ رشیدیہ ص:۴۱،۴۰،۸۴،۹۲)

۲۔اللہ تعالیٰ تمام برے کام کرسکتا ہے (معاذ اللہ) (جہد المقل و براھین قاطعہ ص ۲۷۹)

۳۔اگر کوئی یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ سے جھوٹ سرزد ہو گیا۔ ایسے شخص کو برا نہ کہا جائے اور نہ ہی ایسے شخص کو اہلِ سنت سے خارج خیال کیا جائے (بحوالہ امطار الحق ص ۳۰)

قرآن کے بارے میں

۴۔قرآن کریم کا کفار کو عاجز کرنا کوئی فصاحت و بلاغت نہ تھا کیونکہ قرآن خاص واسطے کفار فصحاء و بلغاء کے نہیں آیا تھا اور یہ کمال بھی نہیں ہے (بلغۃ الحیران ص ۱۲۰)

اس میں قرآن کی فصاحت و بلاغت سے اور اس کے کمال ہونے سے انکار کیا گیا ہے حالانکہ پوری امت اس پر متفق چلی آرہی ہے کہ قرآن اللہ کا فصیح کلام ہے اور اس کی فصاحت و بلاغت کمال ہے۔

فرشتوں اور انبیاء کے بارہ میں

۵۔"نبی کا ہر قسم کے جھوٹ سے معصوم ہونا ضروری نہیں" (صفیۃ العقائد ص ۲۵)

۶۔بالعموم جھوٹ کا شانِ نبوت کے خلاف سمجھنا کہ یہ معصیت (گناہ) ہے اور انبیاء علیہم السلام غلطی سے خالی نہیں (صفیۃ العقائد ص ۲۸)

۷۔فرشتوں اور رسولوں کو "طاغوت" کہنا جائز ہے (معاذ اللہ) (بلغۃ الحیران ص ۴۳)۔

حالانکہ طاغوت شیطان کو کہتے ہیں اور بتوں اور ہر اس گمراہ کو جو لوگوں کو اپنی یا غیر اللہ کی عبادت کا حکم دے یا باطل و ناحق راستہ دکھائے۔ (لسان العرب)

Marfat.com

۸۔ ''حضرت عزرائیل علیہ السلام اور شیطان ملعون کا علم، رسول اللہ ﷺ سے زیادہ ہے
(معاذ اللہ) (براہین قاطعہ ص ۵۵،۵۶)

۹۔ مدرسہ (دیو بند) کی عظمت کا یہ عالم ہے کہ اس کے علماء سے حضور ﷺ نے اردو زبان سیکھی (معاذ اللہ) (براہین قاطعہ ص ۳۰)

۱۰۔ حضور ﷺ کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں۔ (معاذ اللہ) (براہین قاطعہ ص ۵۵)

۱۱۔ حضور ﷺ کا میلاد بیان کرنا اگرچہ صحیح حدیثوں سے ہو نا جائز ہے (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۳۶)

۱۲۔ ہر سال محفلِ میلاد کرنا ایسے ہے جیسے ہندو بت پرست کا اپنے اوتار کرشن کھیا کا جنم دن منانا ہے (معاذ اللہ) (براہین قاطعہ ص ۵۶)

۱۳۔ نماز میں حضور ﷺ کا خیال مبارک دل میں لانا بیل اور گدھے کے خیال میں غرق ہونے سے کئی درجہ برا ہے (صراط مستقیم)

۱۴۔ نماز میں ''التحیات'' پڑھتے ''السلام علیک ایھا النبی'' اگر حضور ﷺ کا خیال مبارک دل میں لائیں گے تو نماز ٹوٹ جائے گی (معاذ اللہ) (بلغۃ الحیران ص ۳۲۷)

۱۵۔ قرآن مجید میں جو حضور ﷺ کو خاتم النبین فرمایا گیا کہ حضور ﷺ آخری نبی ہیں اس سے حضور ﷺ کے بارے میں یہ سمجھنا کہ اس کا معنی یہ ہے کہ حضور زمانہ کے لحاظ سے آخری نبی ہیں درست نہیں۔

۱۶۔ اس کے بعد کچھ آگے چل کر لکھتے ہیں کہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی کوئی اور نبی پیدا ہو جائے تو حضور کی ختم نبوت میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔ (معاذ اللہ) (تحذیر الناس ص ۲۵)

۱۷۔ نبی اپنی امت سے ممتاز ہوتے ہیں تو علم میں ہی ممتاز ہوتے ہیں باقی رہا عمل تو اس میں بسا اوقات امتی نبی سے بڑھ جاتے ہیں (معاذ اللہ) (تحذیر الناس ص ۵)

Marfat.com

۱۸۔حضور ﷺ کے علاوہ چھ خاتم النبیین (آخری نبی) اور بھی ہیں (معاذ اللہ) (تحذیر الناس ص ۳۱)

۱۹۔ان کے حکیم الامت نے اپنے اس مرید کو جو بیداری میں "اللھم صلِّ علی نبینا اشرف علی" کے لفظ سے ان کو نبی کہتا اور ان پر درود بھیجتا رہا تجدید ایمان کا حکم دینے کی بجائے تسلی دی کہ میرے بارے میں تمہاری زبان پر درود اس لیے آتا رہا کہ میں (تھانوی) متبع السنۃ ہوں (الامداد تھانوی صاحب ص ۳۵)

۲۰۔اگر اللہ چاہے تو جبریل اور محمد کے برابر کروڑوں پیدا کرڈالے۔ (معاذ اللہ) (تقویۃ الایمان)

۲۱۔جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مالک ومختار نہیں (معاذ اللہ ص ۳۴)

۲۲۔رسول اللہ ﷺ کی تعریف ایک عام بشر کی سی کی جائے بلکہ اس سے بھی کچھ گھٹا کر (معاذ اللہ تقویۃ الایمان ص ۵۳)

۲۳۔انبیاء علیہم السلام اپنی امت کے لیے ایسے ہی سردار ہیں جیسے ایک گاؤں کا چوہدری (معاذ اللہ فتاویٰ رشیدیہ ص ۴۲،۴۳)

۲۴۔تقویۃ الایمان (ایسی گستاخیوں سے پر) کتاب کو ہر مسلمان کے گھر میں ہونا ضروری ہے (معاذ اللہ)

۲۵۔جو شخص یہ عقیدہ کرکے "یارسول اللہ" کہے حضور ﷺ غیب سے اس کی پکار سنتے ہیں وہ مشرک وکافر ہے (معاذ اللہ) (بلغۃ الحیران ص ۲)

جبکہ اہلسنّت کا یہ عقیدہ کہ رسول اللہ ﷺ ہر امتی کی فریاد غیب (دور) سے سنتے ہیں۔امام اہلسنّت فرماتے ہیں:

Marfat.com

فریاد امتی جو کرے حال زار میں
ممکن نہیں کہ خیر بشر کو خبر نہ ہو

معترض کے بزرگوں کے اس نئے عقیدے سے تمام اہلسنت مشرک وکافر ہو گئے اور جو اہلسنت وجماعت کو مشرک وکافر کہتا ہے وہ حسب فرمان مصطفیٰ ''من قال لاخیه یا کافر فقد باء بها احدھما'' وہ خود ہی کافر ہو جاتا ہے۔ لہٰذا معترض اوراس کے بزرگوں کا انجام اس حدیث کی روشنی میں واضح ہوگا۔

۲۶۔ ہر مخلوق بڑا ہو کہ چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار (چوہڑہ) سے زیادہ ذلیل ہیں (معاذ اللہ) (تقویۃ الایمان ص۱۲) اس سے انبیاء واولیاء کی توہین کا واضح پہلو نکلتا ہے۔

کوئی جھگڑا نہیں

معترض کے بزرگوں کے یہ مذکورہ بالا عقائد ہیں ابھی ان کے کئی ایک نئے عقائد ہم نے بخوف طوالت چھوڑ دیے ہیں یہ کوئی دنیاوی جھگڑا نہیں ہے بلکہ یہ خالص دینی وایمانی مسئلہ ہے۔ معترض کے ان بزرگوں سے ہماری دشمنی نہیں اور نہ ہی عداوت ہے مگر انہوں نے مذکورہ بالا نئے عقائد اختیار کر کے اپنا راستہ اہلسنت سے الگ کرلیا۔ اس لیے ہم اہلسنت یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ جن کے یہ عقائد ہیں یا جو ان کے ان عقیدوں سے باخبر ہو کر ان کو اپنا پیشوا اور بزرگ مانتے ہیں وہ اہلسنت نہیں ہیں بلکہ ان کا ایمان بھی ثابت ہونا مشکل ہے ان کے پیچھے اہلسنت کی نماز نہیں ہوتی اور نہ ہی اہلِ سنت انہیں زکوٰۃ یا چندہ دیں کیونکہ غلط عقائد والوں کو زکوٰۃ یا عطیات وصدقات وغیرہ دینا اپنا مال ضائع کرنا ہے اور مال ضائع کرنا گناہ ہے۔ اس سلسلے میں مزید

Marfat.com

وضاحت امام اہلسنت مجدد دین وملت مولانا شاہ احمد رضا علیہ الرحمۃ کی کتابیں خصوصاً تمہید ایمان، حسام الحرمین، مولانا حشمت علی خاں علیہ الرحمۃ کی الصوارم الھندیہ، استاذنا وشیخنا العلامہ المحدث احمد سعید الکاظمی علیہ الرحمۃ کی "الحق المبین" ملاحظہ فرمائیں۔

البتہ جو واقعی علماء اہلسنت ہیں وہ جائز یا نیک کاموں کے لیے ایام کی تعیین سے کبھی منع نہیں کرتے اور نہ کیا ہے بلکہ ایام کی تعیین کی اجازت خود قرآن وحدیث آئمہ دین متین سے ثابت ہے۔

میت کو دفن کرتے وقت درج ذیل دعا پڑھتے ہیں۔

بسم الله وفی سبیل الله وعلی ملة رسول الله اللهم اجره (عورت یا لڑکی ہو تو ہ کی جگہ ہر جگہ "ھا" کہنا ہے) من عذاب القبر و من عذاب النار ومن شر الشیطان الرجیم. اللهم عبدک (عورت ہو تو عبدک کی جگہ اَمَتک کہیں) نزل (عورت کے لیے نزلت) بک وانت خیر منزول به خلف (عورت کے لیے خلفت) الدنیا خلف ظهره (ھا) فاجعل ما قدم (عورت کے لیے قدمت) علیه خیرا مما خلف (عورت کے لیے خلفت) اللهم ثبت عند المسئلة منطقه (عورت کے لیے منطقها) ولا تبتله (عورت کے لیے ولا تبتلها) فی قبره (ها) بمالا طاقة له (لها) به

اللہ کے نام سے اور اللہ کی راہ میں اور رسول اللہ ﷺ کی ملت پر اے اللہ اس کو قبر کے عذاب اور دوزخ کے عذاب اور شیطان مردود کے شر سے پناہ دے۔

Marfat.com

اے اللہ تیرا بندہ (بندی) تیرے پاس حاضر ہو گیا (ہو گئی) اور تو ان سب سے بہتر ہے جن کے پاس حاضر ہوا جاتا ہے۔ اس نے دنیا کو اپنے پیچھے چھوڑ دیا اور جس جہان کی طرف آیا (آئی) اسے اس کے لیے اس سے بہتر بنا جو اس نے اپنے پیچھے چھوڑا۔

اے اللہ اس کے بول کو منکر نکیر کے سوال کے وقت ایمان پر ثابت رکھنا اور اسے قبر میں ایسی آزمائش میں نہ ڈالنا جس کی اسے طاقت نہ ہو۔

دفن کرنے کے بعد

سورۂ فاتحہ پڑھیں اور سورۂ البقرہ تا مفلحون اور سورۂ بقرہ کا آخری رکوع پھر یہ دعا پڑھیں۔

اللهم جاف الارض عن جنبيه(عورت کے لیے جنبيها)وافتح ابواب السماء لروحه (وصعد روحه)(عورت کے لیے روحها)الى اعلى عليين وابدله (عورت کے لیے ابدلها)دارًا خيرا من داره(ها)و اجره (ها) واعذه (ها) من الشيطان الرجيم ومن عذاب القبر وقله (ها) منك رضوانا اللهم افسح له (ها)فى قبره (ها) ونورله(لها) فيه وبارك فى هذاالقبروفى داخله والحقه (ها) بنبيّه (ها) صلى الله عليه وسلم اللهم هذا عبدك(هذه امتك عورت کے لیے) وانت اعلم به (ها) منا ولا نعلم منه (ها) الاخيرا وقد اجلسته (ها) لتساله (ها) اللهم فثبته (ها) بالقول الثابت فى الاخرة كما ثبته (ها) فى الدنيا اللهم ارحمه (ها) والحقه (ها) سيدنا محمد صلى الله عليه وسلم ولا تضلنا بعده (ها)

Marfat.com

ولا تحرمنا اجرہ (ھا)

اے اللہ! اس کے دونوں پہلوؤں سے زمین کو دور رکھنا اور اس کی روح کے لیے آسمان کے دروازے کھول دے اور اس کی روح کو آسمان کے اوپر اعلیٰ علیین کی طرف بلند فرما اور اسے اس دنیا کے گھر کے بدلے آخرت کا بہتر گھر عطا فرما اور اسے شیطان مردود سے اور قبر کے عذاب سے پناہ دے۔ اور اسے اپنی رضا اور خوشنودی عطا کر اے اللہ اس کی قبر کو اس کے لیے وسیع فرما اور اس کے لیے اس میں نور پیدا فرما اور اس قبر میں اور اس کے اندر برکتیں فرما اور اسے اس کے نبی حضرت محمد ﷺ سے ملا دے۔ اے اللہ یہ تیرا بندہ ہے (عورت کے لیے بندی ہے) اور تو اسے ہم سے بہتر جانتا ہے۔ ہمیں اس کے بارے میں بھلائی کے سوا کچھ معلوم نہیں اگر کسی کو اس کی کوئی برائی معلوم ہو تو حسن ظن کر کہ اس بندے یا بندی نے مرنے سے پہلے توبہ کر لی ہوگی اور توبہ انسان کو پاک کر دیتی ہے۔ اور اگر اس کی کوئی بھلائی معلوم نہ ہو تو اسلام تو ہے اور یہ سب سے بڑی بھلائی ہے اور اب تو نے اسے اُٹھا کر بٹھانا ہے تا کہ اس سے سوال کرے اے اللہ تو اسے کلمہ توحید و کلمہ شہادت پر قائم رکھ جیسے تو نے اسے دنیا میں اس پر قائم رکھا اے اللہ اس پر رحم فرما اور اسے اس کے نبی سیدنا حضرت محمد ﷺ سے ملا دے اور ہمیں اس کے بعد گمراہی میں نہ ڈالنا اور نہ ہی ہمیں اس کے اجر و ثواب سے محروم فرمانا۔

ہمارے شیخ الشیخ سیدنا و مرشدنا امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ کے فتاویٰ رضویہ سے

آپ فرماتے ہیں کہ میں گذارش کرتا ہوں کہ ان درج ذیل دعاؤں کو حفظ کر لیں

Marfat.com

اور معنی کا لحاظ کرتے ہوئے اہلسنّت کے جنازوں پر پڑھا کریں جن کلمات کو دو خط ہلالی میں لے کر ان پر خط کھینچ کر بلا سطر (یعنی بریکٹ میں) دوسرے الفاظ لکھائے جاتے ہیں وہ لفظ عورت کے جنازے میں ان کلمات کی جگہ پڑھے جائیں۔

فقیر احمد رضا قادری سید زائر قادری سے عرض کرتا ہے کہ اگر میرا جنازہ پائیں تو نماز خود ہی پڑھائیں اور یہ سب دعائیں اپنے خالص قادری قلب کے خضوع وخشوع سے پڑھیں اور قبر فقیر محتاج پر تلقین بھی کریں۔ وحسبنا الله ونعم الوكيل ولاحول ولا قوة الابالله العلى العظيم

ادعیہ بعد تکبیر سوم

(۱) اللهم اغفر لحينا وميتنا وشاهدنا وغائبنا وصغيرنا وكبيرنا وذكرنا وانثانا اللهم من احييته منا فاحيه على الاسلام ومن توفيته منا فتوفه على الايمان اللهم لاتحرمنا اجره،(ه)ولا تفتنا بعد (ه) (رواه مسلم والترمذى والنسائى وابن ماجته وابوبكر بن شيبته عن اوس بن مالک الاشجعى رضى الله عنه) اللهم اغفر(له) وراحمه وعافه واعف عنه واكرمنه نزله ووسع مدخله واغسله بالماء والثلج والبردو نفقه من الخطايا كما نقيت الثوب الابيض من الدنس وابدله داراخيرا من دار(ه) واهلا اخيرا من اهله) وزوجا اخيرا من زوجه وادخله الجنة و اعذه من عذاب القبر ومن فتنة القبر وعذاب النار (رواپ الحاكم عن ابن عباس رضى الله تعالىٰ عنه یعنی یہ الفاظ عورت کے جنازہ پر نہ پڑھے جائیں۔۱۲) كلهامنه رضى الله تعالىٰ عنه اللهم عبدک وابن امتک يشهد ان لاالاالاانت وحدک لاشريک لک ويشهد ان محمدا

Marfat.com

عبدک روسولک اصبح فقیرا الی رحمتک واصبحت غنیا عن عذابه) تخلی من الدنیا واهلها ان (کان) زاکیا فزکه وان کان مخطئا فاغفرله اللهم لاتحرمنا اجره ولاتضلنا بعد (۴) اللهم هذا عبدک ابن امتک ماض فیه حکمک خلقته ولم (یک) شیئا مذکوران (ل) بک وانت خیرا منزول به اللهم القته حجت والحقه نبیه محمدصلی الله تعالیٰ علیه وسلم وتتبه بالقول الثابت فانه (افتقر) الیک واستغیت عنه کان (یشهد) ان لااله الااللغه فاغفرله وارحمه ولاتحرمنا اجر(۵) ولاتقینا بعد(۵) اللهم ان کا(زاکیا) فزکه وان کان خطاء فاغفرله (۵) اللهم (عبدک) وابن امتک اختاج الی رحمتک وانت غنی عن عذابه ان کان محسنا فزدفی احسانه وان کان مسیئا فتجاوز عنه (٦) اللهم (عبدک) وابن عبدک کان یشهد ان لاالا الا الله وان محمد اعبدک ورسولک صلی الله تعالیٰ علیه وسلم وانت اعلم(به) منان کان محسنا فزد فی احسانه وان کان مسیئا فاغفرله والا تحرمنا اجره ولا تفتنا بعد(۵) (۷) اسبح عبدک هذا قدنخلی عن الدنیا وتن (کها) لاهلها وافتقر الیک واستغنیت عنه وقدکان شهدان لا اله الا الله وان محمدعبدک ورسولک صلی الله تعالیٰ علیه وسلم اللهم اغفرله وتجاوز عنه والحقه بنبیه صلی الله علیه وسلم(۷) اللهم انت ربها وانت خلقتها وانت دهیتها للاسلام وانت قبضت روحها وانت اعلم بسرها وعلنیتها جئنا شفعاء فاغفرلها (۹) اللهم اغفرلا حق اننا واخواننا واصلح ذات بیننا والف بین قلوبنا

Marfat.com

اللهم (هذا عبدک) فلان(ابن) فلان ولانعلم الاخيرا وانت اعلم به منافغفرلنا وله (۱۰) اللهم ان فلان (ابن فلان) فی دمتک وحبل جوارک فقه من فتنة القبر وعذاب الناروانت اهل الوفاء والحمد اللهم فاغفرلله وارحمه انک انت الغفور الرحيم(۱۱)اللهم اجرها من ايشيطن وعذاب القبر اللهم جاز الارض عن جنبيا وصعد روحها ولقها منک رضوانا (۱۲) اللهم انک خلقتنا ونحن عبادک انت ربنا واليک معادنا (۱۳) اللهم اغفر لا ولان واخرنا وحينا وميتنا وذكرنا وانثانا وصغيرنا وكبيرا وشاهدنا و غائبنا اللهم لا حرمنا اجره ولا تقتنا بعده (۱۴) اللهم يا ارحم الراحمين ياارحم الراحمين يا حی يا قيوم يا ديع السموات والارض يا ذاالاجلال والكرام انی اسئلک بانی اشهد انک انت الله الاحد الصمد الذی لم يلدولم يولدولم يكن له كفواً احد اللهم انی اسئلک واتوجه اليک بنبيک محمدنبی الرحمة صلی الله تعالیٰ عليه وسلم اللهم ان الكريم اذا امرا باسؤال لم برده ابدا وقد امرتنا فدعونا واذنت لنا فشفعنا وانت اكرم الاكرمين فشفعنا فيه وارحمه فی وحدت وارحمه فی حشبته وارحمه فی غربته وارحمه فی كربته واعظم له اجره ونورله قبره وبيض له وجهه وبن دله مضجعه وعطرله منزله واكرم له نزله يا خيرالمنزليک وياخير الغافرين وياخير الراحمين امين امين امين صلی وسلم وبارک علی سيد الشافعين محمد واله وصحبه اجمعين والحمد الله رب العالمين

Marfat.com

مذکورہ دعاؤں کا ترجمہ

(۱) الٰہی بخش دے ہمارے زندے اور مردے اور حاضر اور غائب اور چھوٹے اور بڑے اور مرد اور عورت کو الٰہی تو جسے زندہ رکھے ہم میں سے اسے زندہ رکھ اسلام پر اور جسے موت دے ہم میں سے اسے موت دے ایمان پر۔ الٰہی ہمیں اس میت کے ثواب سے محروم نہ کر۔ اور ہمیں اس کے بعد فتنہ میں نہ ڈال۔ (۲) الٰہی اس میت کو بخش دے اور اس پر رحم فرما اور اسے ہر بلا سے بچا اور اسے معاف کر اور اسے عزت کی مہمانی دے اور اس کی قبر وسیع کر اور اسے دھو دے پانی اور برف اور اولوں سے اور اسے پاک کر دے گناہوں سے جیسے تو نے پاک کیا سپید کپڑا میل سے اور اسے بدل دے مکان بہتر اس کے مکان سے اور گھر والے بہتر اس کے گھر والوں سے اور زوجہ بہتر اس کی زوجہ سے اور اسے داخل فرما بہشت میں اور اسے پناہ دے قبر کے عذاب اور قبر کے سوال اور اس کے عذاب سے (۳) الٰہی یہ میت تیرا بندہ اور تیری بندی کا بچہ گواہی دیتا ہے کہ کوئی سچا معبود نہیں مگر ایک اکیلا تو۔ تیرا کوئی شریک نہیں اور گواہی دیتا ہے کہ محمد تیرے بندے اور تیرے رسول ہیں یہ محتاج ہے تیری مہربانی کا اور تو بے نیاز ہے اس کے عذاب سے یہ اکیلا رہا دنیا اور دنیا کے لوگوں سے اگر یہ ستھرا تھا تو اسے ستھرا فرما دے اور اگر خطاوار تھا تو اسے بخش دے الٰہی ہمیں محروم نہ کر اس کے ثواب سے اور گمراہ نہ کر اس کے بعد (۴) الٰہی یہ تیرا بندہ تیری بندی کا بیٹا تیری بندی کا بچہ ہے نافذ ہے اس میں حکم تیرا تو نے اسے پیدا کیا اس حال میں کہ نہ تھا کوئی چیز جس کا نام تک کوئی لیتا ہو یہ تیرے یہاں اُترا ہے اور تو بہتر ہے ان سب سے جن کے یہاں کوئی غریب الوطن اترے الٰہی اسے اس کی حجت سکھا دے اور اسے اس کے لیے محمد ﷺ سے ملا دے اور اسے ٹھیک بات پر ثابت رکھ کہ یہ تیرا محتاج ہے

Marfat.com

اور تو اس سے غنی ہے یہ گواہی دیتا تھا کہ کوئی سچا معبود نہیں سوا اللہ کے پس اسے بخش دے اور اس پر رحم فرما اور ہمیں اس کے ثواب سے محروم نہ کر اور اس کے بعد فتنے میں نہ ڈال۔ الٰہی اگر یہ ستھرا تھا تو اسے ستھرا فرما دے اور اگر خطا کار تھا تو اسے بخش دے۔(۵) الٰہی تیرا بندہ اور تیری بندی کا بچہ تیری رحمت کا محتاج ہے اور تو اسے عذاب کرنے سے غنی ہے اگر نیک تھا تو اس کی نیکیاں زیادہ کر اور اگر بد تھا تو اس سے درگزر فرما(۶) الٰہی تیرا بندہ اور تیری بندی کا بیٹا گواہی دیتا تھا کہ کوئی سچا معبود نہیں مگر اللہ اور یہ کہ محمد تیرے بندے اور تیرے رسول (ﷺ) اور تو اس کے حال کا زیادہ جاننے والا ہے ہم سے۔ اگر یہ ٹھیک تھا تو اس کی نیکی بڑھا اور اگر بد تھا تو اسے بخش دے اور ہمیں اس کے ثواب سے محروم نہ کر اور اس کے بعد فتنے میں نہ ڈال۔(۷) تیرے اس بندے نے صبح کی، کہ الگ ہو آیا دنیا سے اور اسے چھوڑ دیا اس کے لوگوں کے لیے اور تیرا احتاج ہوا اور تو اس سے غنی ہے اور بے شک یہ گواہی دیتا تھا کہ کوئی سچا معبود نہیں سوا اللہ کے اور محمد تیرے بندے اور اللہ کے رسول ہیں (ﷺ) الٰہی اسے بخش دے اور اس سے درگزر فرما اور اسے ملا دے اس کے نبی ﷺ سے (۸) الٰہی تو اس جنازے کا پروردگار ہے اور تو نے اسے پیدا کیا اور تو نے اسے اسلام کی راہ دکھائی اور تو نے اس کی جان قبض کی اور تو خوب جانتا ہے اس کا چھپا اور ظاہر حال۔ ہم حاضر ہوئے ہیں شفاعت کرنے کے لیے تو اسے بخش دے الٰہی بخش دے ہمارے سب بھائیوں بہنوں کو اور ہمارے درمیان اصلاح و صلح فرما اور ہمارے دلوں کو ایک دوسرے سے ملا دے۔ الٰہی یہ تیرا بندہ فلاں بن فلاں ہے اور ہم تو اس کو اچھا ہی جانتے ہیں اور تو اسے ہم سے زیادہ جانتا ہے تو ہمیں اور اسے بخش دے۔(۱۰) الٰہی بے شک فلاں بن فلاں تیری پناہ اور تیری امان کی رسی میں ہے تو اسے بچا سوال نکیرین

Marfat.com

اور عذاب دوزخ سے کہ تو وعدہ پورا کرنے والا سب خوبیوں کا اہل ہے الٰہی تو اسے
بخش دے اور اس پر رحم کر بے شک تو ہی بخشنے والا مہربان۔(۱۱) الٰہی اسے پناہ دے
شیطان سے اور قبر کے عذاب سے الٰہی دور کر زمین کو اس کی دونوں کروٹوں سے
اور آسمان پر لے اس کی روح کو اور اسے اپنی خوشنودی عطا کر۔(۱۲) الٰہی بے شک تو
نے ہمیں پیدا کیا اور ہم تیرے بندے ہیں اور تو ہمارا رب ہے اور تیری ہی طرف ہمیں
پھرنا ہے۔(۱۳) الٰہی بخش دے ہمارے اگلے پچھلے اور زندہ اور مردہ اور مرد و زن اور
خورد و کلاں اور حاضر و غائب کو۔ الٰہی ہمیں محروم نہ کر اور اس کے ثواب سے اور ہمیں
فتنے میں نہ ڈال اس کے بعد (۱۴) اے اللہ اے سب مہربانوں سے زیادہ مہربان
اے زندہ اے پائندہ اے نیا بنانے والے آسمانوں اور زمین کے اے بزرگی و عزت
بخشنے والے۔ میں تجھ سے مانگتا ہوں اس وسیلہ سے کہ میں ہی گواہی دیتا ہوں کہ تو ہی
ہے اللہ یکتا بے نیاز کہ نہ کوئی اس کے اولاد نہ وہ کسی سے پیدا نہ کوئی اس کے جوڑ کا۔
الٰہی میں تجھ سے مانگتا ہوں اور تیری طرف منہ کرتا ہوں وسیلے سے تیرے نبی محمد (ﷺ)
کے رحمت کے نبی ہیں الٰہی بے شک کریم جب خود حکم سوال کا دیتا ہے تو اس سوال کو کبھی
رد نہیں کرتا۔ اور بے شک تو نے ہمیں حکم دیا تو ہم نے دعا کی اور تو نے ہمیں اجازت
دی تو ہم نے شفاعت کی اور تو ہر کریم سے بڑھ کر کرم والا ہے تو ہماری شفاعت اس
میت کے حق میں قبول فرما اور اس پر رحم کر اس کی تنہائی میں اور اس پر رحم کر اس کی
گھبراہٹ میں اور اس پر رحم کر اس کی بے کسی میں اور اس پر رحم کر اس کی تکلیف میں
اور اسے بڑا ثواب دے اور اس کی قبر نورانی کر اور اس کا چہرہ پر نور کر اور اس کی خواب
گاہ ٹھنڈی کر اور اس کی جگہ معطر کر اور اسے عزت والی مہمانی دے اے سب میزبانوں
سے بہتر اے سب بخشنے والوں سے بہتر اے سب مہربانوں سے بہتر قبول فرما قبول فرما

Marfat.com

درود اور سلام و برکات اتار سب شفیعوں کے سردار محمد اور ان کی آل اور اصحاب سب پر۔ اور سب خوبیاں اللہ کو جو سارے جہان کا پروردگار ہے۔

فائدہ

نویں دسویں دعاؤں میں اگر میت کے باپ کا نام معلوم نہ ہو اس کی جگہ آدم علیہ الصلوٰۃ و السلام کہے کہ سب آدمیوں کے باپ ہیں اور اگر خود میت کا نام بھی نہ معلوم ہو تو نویں دعا میں لفظ ھذا عبدک یا ھذہٖ امتک پر قناعت کرے فلاں ابن فلاں یا بنت فلاں کو چھوڑ دے اور دسویں میں اس کی جگہ عبدک ھذا یا عورت ہو تو امتک ھذا کہے۔

فائدہ

میت کا فسق و فجور اگر معاذ اللہ معلوم ہو تو نویں دعا میں لانعلم الاخیرا کی جگہ تیرا یہ بندہ قدعلمنا منہ(ھا) ۔خیرا تیری یہ بندی کہے کہ اسلام ہر خیر سے بڑھ کر ہے واللہ غفور رحیم۔

فائدہ

ان دعاؤں میں بعض مضامین مکرر بھی ہیں اور دعا میں تکرار مفید و مستحسن ہے جسے جلدی ہو یا یاد کرنے میں وقت جانے تو دعائے اول و دوم و سوم اور چہارم بالقول الثابت تک اور ہشتم سے دوازدہم تک پڑھے۔ انشاء اللہ یہی کافی ووافی ہے یہ نصف سے بھی کم رہ گیا اور چاہے تو چہاردہم بھی ملا لے اب بھی نصف سے کچھ زائد رہے گا۔ اور وقت مساعدت کرے تو سب کا پڑھنا اولیٰ ہے امام جتنی دیر میں یہ دعائیں پڑھے۔ مقتدی دعائے مشہور کے بعد اگر ان ادعیہ سے کچھ یاد نہ ہو صرف آمین آمین آہستہ کہتے رہیں۔

Marfat.com

دفن کے بعد قبر پر تلقین کا طریقہ

حدیث میں ہے حضور سید عالم ﷺ فرماتے ہیں جب تمہارا کوئی بھائی مسلمان مرے اور اس کی قبر پر مٹی برابر کر چکو تو تم میں ایک شخص اس کی قبر کے سرہانے کھڑا ہو کر کہے یا فلان بن فلانة کہ وہ سنے گا اور جواب نہ دے گا پھر کہے یا فلان بن یا بنت فلانة وہ سیدھا ہو کر بیٹھ جائے گا پھر کہے فلان بن یا بنت فلانة وہ کہے گا ہمیں ارشاد کر۔ اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم فرمائے مگر تمہیں اس کے کہنے کی خبر نہیں ہوتی پھر کہے (اذکر ماخرجت) علیه من الدنیا شهادة ان لااله الا الله وان محمدعبده ورسوله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم وانک رضیت بالله ربا وبالا سلام دینا وبمحمد صلی الله تعالیٰ علیه وسلم نبیا وبالقرآن امام نکیرین ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر کہیں گے چلو ہم اس کے پاس کیا بیٹھیں جسے لوگ اس کی حجت سکھا چکے۔ اس پر کسی نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اگر اس کی ماں کا نام معلوم نہ ہو فرمایا تو ہوا کی طرف نسبت کرے۔ راشد بن سعد وضمرہ بن حبیب وحکیم بن عمیر کہ تینوں صاحب اجلہ آئمہ تابعین سے ہیں فرماتے ہیں جب قبر پر مٹی برابر کر چکیں اور لوگ واپس جائیں تو مستحب سمجھا جاتا تھا کہ میت سے اس کی قبر کے پاس کھڑے ہو کر کہا جائے یا فلان قل لااله الا الله تین بار پھر کہا جائے قل ربی الله ودینی الاسلام ونبی محمدصلی الله تعالیٰ علیه وسلم فقیر غفر اللہ تعالیٰ اس قدر اور زائد کرتا ہے واعلم ان هذٰ ین اللذین اتیاک اویأتیانک انما هذان عبدان الله لایضران ولا ینفعان الا باذن الله فلاتخف ولا تحزن واشهد ان ربک الله ودینک الاسلام ونبیک محمدصلی الله تعالیٰ علیه وسلم ثبتنا الله وایاک بالقول الثابت فی الحیوة الدنیا

Marfat.com

وفی الاخرۃ انہ ھو الغفور الرحیم ترجمہ کہہ میرا رب اللہ ہے اور میرا دین اسلام اور میرا نبی محمد ﷺ (فقیر غفر اللہ تعالیٰ نے اس قدر اور زائد کیا) اور جان لے کہ یہ دو جو تیرے پاس آئے یا آئیں گے یہ تو یہی دو بندے ہیں اللہ کے نہ نفع دیں نہ نقصان پہنچائیں گے مگر خدا کے حکم سے تو نہ ڈر اور نہ غم کر اور گواہی دے کہ تیرا رب اللہ ہے اور تیرا دین اسلام اور تیرے نبی محمد ﷺ ثابت رکھے ہمیں اللہ اور تجھ کو ٹھیک بات پر دنیا کی زندگی اور آخرت میں بے شک وہی ہے بخشنے والا مہربان۔

تلقین کی تخریج وتقویت فقیر نے کتاب حیاۃ الممات فی بیان سماع الاموات کے مقصد دوم وفصل پنجم اور مسئلہ کی تلقین کی روایت وتنقیح مقصد سوم فصل سیزدہم میں ذکر کی جس سے بحمد اللہ تعالیٰ وہابیہ کے تمام اوہام کی تسکین کافی ہوتی ہے وباللہ التوفیق والحمدللہ رب العلمین وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد وآلہ اجمعین واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

مسئلہ ۶۴

از دلیر گنج پرگنہ جہان آباد ضلع پیلی بھیت مرسلہ خلیفہ الٰہی بخش ۱۸ رجب ۱۳۱۷ھ

اگر عورت مرجائے تو شوہر اس کے جنازے کو ہاتھ لگائے یا نہیں۔

الجواب

جنازے کو محض اجنبی آدمی ہاتھ لگائے۔ کندھوں پر اُٹھاتے، قبر تک لے جاتے ہیں شوہر نے کیا قصور کیا ہے یہ مسئلہ جاہلوں میں محض غلط اور مشہور ہے ہاں شوہر کو اپنی زن مردہ کا بدن چھونا جائز نہیں دیکھنے کی اجازت ہے کمانص علیہ فی التنویر والدر وغیرھا اجنبی کو دیکھنے کی بھی اجازت نہیں۔ محارم کو پیٹ، پیٹھ

Marfat.com

اور ناف سے زانو تک کے سوا چھونے کی بھی اجازت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۵

زوجہ کا جنازہ شوہر کو چھونا کیسا ہے۔ چھونا چاہیے یا نہیں شوہر کو اپنی زوجہ کا منہ قبر میں رکھنے کے بعد دیکھنا کیسا ہے۔ چاہیے یا نہیں۔

الجواب

شوہر کو بعد انتقال زوجہ قبر میں خواہ بیرون قبر اس کا منہ یا بدن دیکھنا جائز ہے۔ قبر میں اتارنا جائز ہے اور جنازہ تو محض اجنبی تک اٹھاتے ہیں ہاں بغیر حائل کے اس کے بدن کو ہاتھ لگانا شوہر کو ناجائز ہوتا ہے زوجہ کو جب تک عدت میں رہے شوہر مردہ کا بدن چھونا بلکہ اسے غسل بھی دینا جائز رہتا ہے یہ مسئلہ درِ مختار وغیرہ میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۶۶

از چھاؤنی اشرف خاں ۳۰ رجب ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جنازہ لے چلیں تو سرہانا آگے کریں یا پائنتی۔ ایک شخص کہتا ہے کہ پائنتی آگے کرنے کا حکم ہے میں نے علمائے دین سے پوچھ لیا ہے اور قبر پر اذان کہنے کو ایک شخص حرام و ناجائز کہتا ہے اس میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

اس شخص نے محض غلط کہا۔ جنازہ لے چلنے میں سرہانے (کی طرف) آگے کرنے کا حکم ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ فی المشی بالجنازۃ یقدم الراس کذافی المضمر قبر پر اذان دینے کو جس نے حرام کہا محض غلط کہا۔ اگر سچا ہے

Marfat.com

تو بتائے کہ کس آیت یا حدیث میں اس کو حرام فرمایا ہے اگر نہ بتائے اور ہرگز نہ بتا سکے گا تو خدا اور رسول پر افتراء کرنے کا اقرار کرے۔ حرام وہ ہے جسے خدا اور رسول نے حرام فرمایا اور واجب وہ ہے جسے خدا اور رسول نے واجب کہا۔ حکم دیا لیکن وہ چیزیں جن کا نہ خدا اور رسول نے حکم دیا نہ منع کیا وہ سب جائز ہیں انہیں حرام کہنے والا خدا اور رسول ﷺ پر افتراء باندھتا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ:۴/۹۹)

مسلمانوں کے لیے ایک انمول دستورالعمل یعنی اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا فاضل بریلی رحمۃ اللہ علیہ کے وصایا شریف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد اللہ الذی وحدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفےٰ وعلیٰ الہ وصحبہ وحزبہ وابنہ یدالدھر ابداً ابدا

بحیثیت اس کے یہ رسالہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے وصایا پر مشتمل ہے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ مکتوب وصایا کے ساتھ بعض ان ملفوظ وصایا کو بھی جمع کروں جو زمانہ علالت میں وقتاً فوقتاً ارشاد ہوئے۔

یوں تو ان کی مجلس میں ہر بیٹھنے والے نے ہمیشہ نصائح کو گوش دل سے سنا اور ان پر عمل کیا، افسوس ہے کہ وہ جواہر زواہر اس درفشانی کے ساتھ ہی سلک تحریر میں نہ آسکے جو دو چار باتیں میرے خیال میں ہیں حوالہ قلم کرتا ہوں اسی اثناء کے بعض ضروری حالات بھی اضافہ کروں گا۔

اعلیٰ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ ۱۴ محرم ۱۳۴۰ھ کو بھوالی سے واپس تشریف لائے مسلمانان بریلی نے بڑا شاندار استقبال کیا حضور والا کے تشریف لاتے ہی بریلی میں چہل پہل ہوگئی۔ بھوالی میں اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو درد پہلو کا دورہ پڑ چکا تھا۔ اس سے ضعف شدید ہوگیا۔ دور دراز سے لوگ عیادت کو حاضر ہوتے رہے۔ باوجود

Marfat.com

نقاہت ان کی ہر مجلس عیادت تذکیر ونصائح کا ذخیرہ ہوتی، ان کی کبھی کوئی مجلس سرکار دوعالم تاجدارِ مدینہ ﷺ کے ذکر شریف سے خالی نہ ہوگئی۔ مگر اس دوران علالت میں بکثرت ذکر شاہ رسالت علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیۃ فرماتے اور خصوصیت کے ساتھ اپنے اور تمام مسلمانوں کے لیے احسن خاتمہ کی دعا فرماتے۔ تضرع وخشیت کی یہ حالت تھی کہ اکثر احادیث رقاق ذکر فرماتے، خود اپنی نیز حاضرین کی روتے روتے ہچکی بندھ جاتی اکثر اوقات فرماتے کہ جس کا خاتمہ ایمان پر ہوگیا اس نے سب کچھ پالیا کبھی فرماتے اگر بخش دے اس کا فضل ہے نہ بخشے تو عدل ہے، عرس شریف میں قل کے وقت لوگوں کو مکان میں طلب فرمایا، یہ وعظ ونصیحت کی آخری صحبت تھی اور رشد وارشاد کا پچھلا دور مولانا امجد علی صاحب نے کچھ وصایا شریف قلم بند کیے تھے جو خود حضور اقدس نے القا فرمائے تھے۔ افسوس ہے کہ وہ کہیں کاغذات میں ایسے مل گئے کہ ان کا اب تک پتہ نہ چلا روز عرس کچھ کلمات طیبات جو بطور وصایا ارشاد ہوئے۔ ان کی برکات سے حصہ لینے کے لیے گوش گزار ناظرین کیے جاتے ہیں۔

ملفوظ وصایا

پیارے بھائیو! لادری مابقائی فیکم مجھے معلوم نہیں کہ میں کتنے دن تمہارے اندر ٹھہروں تین ہی وقت ہوتے ہیں۔ بچپن، جوانی، بڑھاپا، بچپن گیا، جوانی آئی، جوانی گئی، بڑھاپا آیا۔ اب کون سا چوتھا وقت آنے والا ہے جس کا انتظار کیا جائے، ایک موت ہی باقی ہے اللہ قادر ہے کہ ایسی ہزار مجلسیں عطا فرمائے اور آپ سب لوگ ہوں اور میں آپ لوگوں کو سناتا ہوں مگر بظاہر اب اس کی امید نہیں۔ اس وقت میں دو وصیتیں آپ لوگوں کو کرنا چاہتا ہوں ایک تو اللہ ورسول (جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی اور دوسری خود میری، تم مصطفیٰ ﷺ کی بھولی بھیڑیں ہو،

Marfat.com

بھیڑیئے تمہارے چاروں طرف ہیں یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں بہکادیں تمہیں فتنے میں ڈال دیں، تمہیں اپنے ساتھ جہنم میں لے جائیں ان سے بچواور دور بھاگو۔ دیوبندی ہوئے، رافضی ہوئے، نیچری ہوئے، قادیانی ہوئے، چکڑالوی ہوئے، غرض کتنے ہی فرقے ہوئے اوراب سب سے نئے گاندھوی ہوئے، جنہوں نے ان سب کو اپنے اندر لے لیا، یہ سب بھیڑیئے ہیں تمہارے ایمان کی تاک میں ہیں ان کے حملوں سے اپنا ایمان بچاؤ۔

حضور اقدس ﷺ رب العزۃ جل جلالہ، کے نور ہیں حضور سے صحابہ روشن ہوئے، ان سے تابعین روشن ہوئے، تابعین سے تبع تابعین روشن ہوئے، ان سے آئمہ مجتہدین روشن ہوئے، ان سے ہم روشن ہوئے۔ اب ہم تم سے کہتے ہیں، یہ نور ہم سے لو ہمیں اس کی ضرورت ہے کہ تم ہم سے روشن ہو وہ نور یہ ہے کہ اللہ ورسول ﷺ کی سچی محبت ان کی تعظیم اوران کے دوستوں کی خدمت اوران کی تکریم اوران کے دشمنوں سے سچی عداوت جس سے اللہ ورسول کی شان میں ادنیٰ توہین پاؤ پھر وہ تمہارا کیسا پیارا کیوں نہ ہوفوراً اس سے جدا ہو جاؤ، جس کو بارگاہِ رسالت میں ذرا بھی گستاخ دیکھو پھر وہ تمہارا کیسا ہی بزرگ معظم کیوں نہ ہو اپنے اندر سے اسے دودھ سے مکھی کی طرح نکال پھینک دو۔ میں پونے چودہ برس کی عمر سے یہی بتاتا رہا، اوراس وقت میں یہی عرض کرتا ہوں: اللہ تعالیٰ ضرور اپنے دین کی حمایت کے لیے کسی بندے کو کھڑا کردے گا مگر نہیں معلوم میرے بعد جو آئے کیسا ہو اور تمہیں کیا بتائے۔ اس لیے ان باتوں کو خوب سنو حجۃ اللہ قائم ہو چکی، اب میں قبر سے اُٹھ کر تمہارے پاس بتانے نہ آؤں گا جس نے اسے سنا اور مانا قیامت کے دن اس کے لیے نور ونجات ہے اور جس نے نہ مانا اس کے لیے ظلمت وہلاکت یہ تو خدا اور رسول کی وصیت ہے جو

Marfat.com

یہاں موجود ہیں سنیں اور مانیں اور جو یہاں موجود نہیں تو حاضرین پر فرض ہے کہ غائبین کو اس سے آگاہ کریں، اور دوسری میری وصیت ہے آپ حضرات نے کبھی مجھے کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچنے دی میرے کام آپ لوگوں نے خود کیے مجھے نہ کرنے دیئے، اللہ تعالیٰ آپ سب صاحبوں کو جزائے خیر دے مجھے آپ صاحبوں سے امید ہے کہ قبر میں بھی اپنی جانب سے کسی قسم کی تکلیف کے باعث نہ ہوں گے میں نے تمام اہلسنت سے اپنے حقوق بوجہ اللہ معاف کردیئے ہیں آپ لوگوں سے دست بستہ عرض ہے کہ مجھ سے جو کچھ آپ کے حقوق میں فروگزاشت ہوئی ہے وہ سب معاف کردیں، اور حاضرین پر فرض ہے کہ جو حضرات یہاں موجود نہیں ان سے میری معافی کرالیں ختم جلسہ کے وقت فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کے کرم سے اس گھر سے فتوے نکلتے نوے ۹۰ برس سے زائد ہوگئے میرے دادا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مدت العمر یہ کام کیا، جب وہ تشریف لے گئے تو اپنی جگہ میرے والد ماجد قدس سرہٗ العزیز کو چھوڑا۔ میں نے چودہ سال کی عمر میں ان سے یہ کام لے لیا۔ پھر چند روز بعد امامت بھی اپنے ذمے کرلی غرضیکہ میں نے اپنی صغرسنی میں کوئی باران پر نہ رہنے دیا۔ جب انہوں نے رحلت فرمائی تو مجھے چھوڑا اور اب میں تم تین کو چھوڑتا ہوں، تم ہو (یہ خطاب خلف اکبر مخدومنا حضرت مولانا شاہ مولوی حامد رضا خاں صاحب سے ہے)، مصطفیٰ رضا ہیں تمہارا بھائی حسنین ہے سب مل کے کام کروگے تو خدا کے فضل وکرم سے کرسکوگے۔ اللہ تمہاری مدد فرمائے گا۔ اس کے بعد اپنے پس ماندوں کے حق میں دین وترقی علم کی دعا فرمائی (اے اللہ تو ان ناتواں ہاتھوں کی لاج رکھ لے جو ہمیشہ تیرے ہی آگے پھیلے ہیں)

ان مبارک وصایا نے مجمع پر ایسا گہرا اثر ڈالا کہ لوگ دھاڑیں مار مار کر روئے لوگوں کا اس روز کا بلک بلک کر رونا عمر بھر یاد رہے گا، کچھ اس روز ہی اپنی رحلت کی

Marfat.com

تصریح نہ فرمائی بلکہ اس کے بعد یوم الوصال تک متواتر خبریں اپنی وفات شریف کی دیں اور ایسے وثوق سے کہ گویا منٹ منٹ کی خبر ہے میں نے تمام واقعات اپنی ان آنکھوں سے دیکھے ہیں میں یہ کہنے کے لیے بالکل مجبور ہوں کہ اعلیٰ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ جو تفرد اور امتیاز دورِ جدید کے علماء ظاہر میں رکھتے تھے وہی علوم و برتری انہیں طبقۂ اولیاء میں بھی حاصل تھی ان کثیر اخبار میں سے بعض کو حوالہ قلم کرتا ہوں۔

اخبارِ ارتحال

رمضان شریف ۱۳۳۹ھ میں اعلیٰ حضرت قبلہ بھوالی تشریف رکھتے تھے اور آپ کی منجھلی صاحبزادی صاحبہ مرحومہ بغرض علاج نینی تال میں مقیم تھیں یہ کم و بیش تین برس سے علیل تھیں اور ایسی سخت کہ بارہا مایوسی ہو چکی تھی جب نمازِ عید پڑھانے کے لیے نینی تال تشریف لانا ہوا تو صاحبزادی صاحبہ نے اشتداد مرض کی کیفیت عرض کی آپ نے سنا چلتے وقت فرمایا کہ میں انشاء اللہ تمہارا داغ جدائی نہ دیکھوں گا حالانکہ وہ بہت بیمار تھیں اور حضور والا کے بعد صرف ۲۷ ہی روز زندہ رہیں ۲۳ ربیع الاول ۱۳۴۰ھ میں سفرِ آخرت اختیار کیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

وصال شریف سے دو روز قبل چہار شنبہ کو بڑی شدت سے لرزہ ہوا جناب بھائی حکیم حسنین رضا خان صاحب کو نبض دکھائی بھائی صاحب قبلہ کو نبض نہ ملی دریافت فرمایا نبض کی کیا حالت ہے انہوں نے گھبراہٹ اور پریشانی میں عرض کیا ضعف کے سبب سے نہیں ملتی اس پر دریافت فرمایا آج کیا دن ہے لوگوں نے عرض کیا چہار شنبہ ہے ارشاد فرمایا جمعہ (بھوالی تشریف لے جانے کا نکتہ یہ ہے کہ فرائض الٰہیہ کی عظمت اعلیٰ حضرت کا قلب ایسی محسوس کرتا تھا جو اولیاء کاملین کا مخصوص حصہ ہے گونا گوں امراض اور فراواں ضعف سے یہ طاقت نہ رکھتے تھے کہ موسم گرما میں روزہ رکھ سکیں۔ اس لیے آپ نے اپنے حق میں یہ فتویٰ دیا تھا کہ پہاڑ پر سردی ہوتی ہے وہاں روزہ رکھ لینا

Marfat.com

ممکن ہے تو روزہ رکھنے کے لیے وہاں جانا استطاعت کی وجہ سے فرض ہوگیا۔ میں اس وقت حاضر تھا کہنے والے نے میرے دل میں فوراً کہہ دیا کہ امام اہلسنّت جمعہ کے بعد ہم میں رہنے والے نہیں) پرسوں ہے یہ فرما کر دیر تک حسبنا اللہ ونعم الوکیل پڑھتے رہے شب پنج شنبہ میں اہلِ بیت نے چاہا کہ جاگیں شاید کوئی ضرورت ہو، منع فرمایا جب انہوں نے زیادہ اصرار کیا تو ارشاد فرمایا انشاء اللہ یہ رات وہ نہیں ہے جو تمہارا خیال ہے تم سب سو رہو۔

وصال کے روز ارشاد فرمایا کہ پچھلے جمعہ میں کرسی (جب حضر موت والا ضعف لاحق ہوا اور چلنے سے معذوری ہوئی۔ کرسی پر پنج گانہ نماز کو تشریف لاتے رہے اور تمام فرائض با جماعت ہی ادا فرماتے رہے اس مرتبہ بھوالی سے واپسی پر بے انتہا ضعف لاحق ہوا تو صرف جمعہ ہی با جماعت ادا فرمایا حتیٰ کہ جمعۃ الوصال سے پہلے والا جمعہ بھی با جماعت ادا فرمایا) پر جانا ہوا آج چارپائی پر جانا ہوگا پھر فرمایا میری وجہ سے نمازِ جمعہ میں تاخیر نہ کرنا۔

عالی جناب چوہدری عبدالحمید خاں صاحب رئیس سہاور مصنف کنز الآخرۃ (جو اعلیٰ حضرت قبلہ کے عقیدت کیش مخلص ہیں) وصال شریف سے کچھ ملنے کے لیے تشریف لے گئے۔ اعلیٰ حضرت قبلہ سے عرض کیا کہ حکیم عابد علی صاحب کوثر سیتاپور کے ایک پرانے طبیب ہیں۔ صحیح العقیدہ سنی اور فقیر دوست ہیں میرے خیال سے انہیں بلالیا جائے۔ ارشاد فرمایا کہ انسان آخر وقت تک تدبیر نہیں چھوڑتا اور یہ نہیں سمجھتا کہ اب تدبیر کا وقت نہیں رہا۔ جمعہ کے روز کچھ تناول نہیں فرمایا۔ بھائی حکیم حسنین رضا خاں صاحب حاضرِ خدمت تھے۔ اعلیٰ حضرت قبلہ کو خشک ڈکار آئی ارشاد فرمایا۔ خیال رہے (وقت غسل نجاست خارج ہو جاتی ہے حضور والا نے اس کا پہلے

Marfat.com

سے اہتمام فرمالیا تھا۔اس دن کچھ غذا نہ کھائی اور وصال سے کچھ قبل اسی لیے چوکی پر تشریف لے گئے) معدہ خالی ہے ڈکار خشک آئی ہے اس پر بھی احتیاطاً وصال سے کچھ قبل چوکی پر تشریف لے گئے جمعہ کے روز صبح سے سفرِ آخرت کی تیاریاں ہوتی رہیں۔ جائیداد کے متعلق وقف نامہ تکمیل فرمایا۔ جائیداد کی چوتھائی آمدنی مصرف خیر میں رکھی۔ باقی اپنے ورثاء پر بحصص شرعی وقف علی الاولاد فرمادی پھر وصیت نامہ مرتب فرمایا ہے جو درج ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حسبنا الله ونعم الوكيل، نحمدهٗ ونصلى على رسوله الكريم

مکتوباتِ وصایا

جو وصال شریف سے دو گھنٹہ ۱۷ منٹ پیشتر قلمبند کرائے اور آخر میں حمد و درود شریف و دستخط خود دست اقدس سے تحریر فرمائے۔

۱۔شروع نزع کے قریب کارڈ لفافے روپیہ پیسہ کوئی تصویر اس دالان میں نہ رہے جنب یا حائض نہ آنے پائے۔ کتا مکان میں نہ آئے۔

۲۔سورۂ یٰسین وسورۂ رعد باآواز بلند پڑھی جائیں کلمہ طیبہ سینہ پر دم آنے تک متواتر پڑھا جائے کوئی چلا کر بات نہ کرے۔کوئی رونے والا بچہ مکان میں نہ آئے۔

۳۔ بعد قبض فوراً نرم ہاتھوں سے آنکھیں بند کر دی جائیں بسم الله وعلىٰ ملة رسول الله کہہ کر، نزع میں نہایت سرد پانی ممکن ہو تو برف کا پلایا جائے۔وہی کلمات پڑھ کر سیدھے کر دیئے جائیں۔ پھر اصلاً کوئی نہ روئے۔ وقت نزع میرے اور اپنے لیے دعائے خیر مانگتے رہو۔کوئی کلمہ برا زبان سے نہ نکلے کہ فرشتے آمین کہتے ہیں۔ جنازہ اُٹھتے وقت خبر دار کوئی آواز نہ نکلے۔

۴۔غسل وغیرہ سب مطابق سنت ہو۔حامد رضا خاں وہ دعائیں (یہ دعائیں آخر میں

Marfat.com

درج کردی گئی ہیں) کہ فتاویٰ میں لکھی ہیں خوب ازبر کرلیں تو وہ نماز پڑھائیں ورنہ مولوی امجد علی۔

۵۔ جنازہ میں بلاوجہ شرعی تاخیر نہ ہو۔ جنازہ کے آگے اگر پڑھیں تو تم پر کروڑوں درود اور ذریعہ قادریہ۔ (یہ دونوں نظمیں خود حضور پرنور اعلیٰ حضرت قبلہ کی ہیں اور پہلی حدائق بخشش (حصہ دوم) میں طبع ہوئی ہے جس میں حضور پرنور کا تازہ کلام جمع کر کے حال ہی میں شائع کیا گیا ہے۔

۶۔ خبردار کوئی شعر میری مدح کا نہ پڑھا جائے۔ یونہی قبر پر۔

۷۔ قبر میں بہت آہستگی سے اتاریں۔ داہنی کروٹ پر وہی دعا پڑھ کر لٹائیں۔ پیچھے نرم مٹی کا پشتارہ لگادیں۔

۸۔ جب تک قبر تیار ہو سبحن الله والحمدلله ولا اله الاالله والله اکبراللهم ثبت عبیدک هذا بالقول الثابت بجاه نبیک صلی الله علیه وسلم پڑھتے رہیں۔ اناج قبر پر نہ لے جائیں یہیں تقسیم کردیں وہاں بہت غل ہوتا ہے اور قبروں کی بے حرمتی ہوتی ہے۔

۹۔ بعد تیاری قبر سرہانے الم تا مفلحون پائنتی امن الرسول تا آخر سورہ پڑھیں اور سات بار بہ آواز بلند حامد رضا خاں اذان کہیں پھر سب واپس آئیں اور ملقن میرے مواجہہ میں کھڑے ہو کر ۳ بار تلقین کریں۔ پیچھے ہٹ ہٹ کر پھر اعزاء احباء چلے جائیں اور ڈیڑھ گھنٹہ میرے مواجہہ میں درود شریف ایسی آواز میں پڑھتے رہیں کہ میں سنوں پھر مجھے ارحم الرحمین کے سپرد کر کے چلے آئیں اور اگر تکلیف گوارا ہو سکے تو تین شبانہ روز کامل پہرے کے ساتھ دو عزیز یا دوست مواجہہ میں قرآن مجید و درود شریف ایسی آواز سے بلا وقفہ پڑھتے رہیں کہ اللہ چاہے تو اس نئے مکان سے دل لگ جائے۔

جس وقت سے وصال فرمایا اس وقت سے غسل شریف تک گھر میں قرآن عظیم

Marfat.com

با آواز پڑھا گیا۔ پھر تین شبانہ روز مواجہہ شریف میں مسلسل تلاوت قرآن عظیم جاری رہی۔

۱۰۔کفن پر کوئی دوشالہ یا قیمتی چیز یا شامیانہ نہ ہو۔کوئی بات خلافِ سنت نہ ہو

۱۱۔فاتحہ کے کھانے سے اغنیاء کو کچھ نہ دیا جائے (اعلیٰ حضرت قبلہ ان ابرار میں سے تھے جو آیۃ کریمہ وفی اموالھم حق للسائل والمحروم کے مصداق ہیں حضور والا کو مدت العمر غرباء سے محبت رہی ان کی امداد واعانت فرماتے رہے اور وقت وصال بھی انہیں کا خیال ہے کہ اپنے مرغوب کھانے انہیں پہنچتے رہیں) صرف فقراء کو دیں اور وہ بھی اعزاز اور خاطر داری کے ساتھ۔نہ کہ جھڑک کر۔غرض کوئی بات خلافِ سنت نہ ہو۔

۱۲۔اعزاء سے اگر بطیب خاطر ممکن ہو تو فاتحہ میں ہفتہ میں دو تین بار ان اشیاء سے بھی کچھ بھیج دیا کریں۔ دودھ کا برف خانہ ساز اگرچہ بھینس کے دودھ کا ہو۔مرغ کی بریانی مرغ پلاؤ۔خواہ بکری کا شامی کباب، پراٹھے اور بالائی، فیرنی، اردکی پھریری دال مع ادرک و لوازم، گوشت بھری کچوریاں، سیب کا پانی، انار کا پانی، سوڈے کی بوتل، دودھ کا برف (دودھ کا برف دوبارہ پھر بتایا۔چھوٹے مولانا نے عرض کیا اسے تو حضور پہلے لکھا چکے ہیں فرمایا پھر لکھو انشاء اللہ مجھے میرا رب سب سے پہلے برف ہی عطا فرمائے گا اور ایسا ہی ہوا کہ ایک صاحب بوقت دفن بلا اطلاع دودھ کا برف خانہ ساز لے آئے)، اگر روزانہ ایک چیز ہو سکے یوں کرو، یا مناسب جانو مگر بطیب خاطر میرے لکھنے پر مجبور نہ ہو (ان چیزوں کی فرمائش بغرض ایصالِ ثواب اور زیادہ اجر وثواب کے حصول کی بناء پر تھی تاکہ غریبوں کو یہ عمدہ چیزیں کھانے کو ملیں اور وہ خوش ہوں تو ثواب میں اضافہ ہو یہ غریبوں کی کمال خاطر داری کا جذبہ ہے جو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا)

۱۳۔ننھے میاں سلمہ کی نسبت جو خیالات حامد رضا خاں کے ہیں میں نے تحقیق کیا سب غلط ہیں

Marfat.com

اور وہ احکام بے اصل یہ شرعی مسئلہ سے کہتا ہوں نہ رو ورعایت سے ان کی غلط فہمی ہے ان پر ان کی اطاعت ومحبت واجب ہے اور ان پر ان سے محبت وشفقت لازم جو اس کے خلاف کرے گا اس سے میری روح ناراض ہوگی۔

۱۴۔ رضا حسین حسنین اور تم سب محبت واتفاق سے رہو اور حتی الامکان اتباع شریعت نہ چھوڑو اور میرا دین ومذہب (عقیدہ) و میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔ (کیونکہ عقیدہ کا تحفظ اور ایمان کو بچانا سب سے بڑی ضرورت ہے اور سب سے بڑا فرض ہے اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ کا عقیدہ بحمدہ تعالیٰ وہی ہے جو قرآن وسنت سے ثابت ہے اور عقیدہ کا صحیح ہونا ہی ذریعہ نجات ہے۔) اللہ توفیق دے۔ والسلام ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ بروز جمعہ مبارکہ ۱۲ بج کر ۲۱ منٹ پر یہ وقت وصال قلم بند ہوئے۔

دستخط فقیر احمد رضا بقلم خود بحالت صحت حواس واللہ شهیدوله الحمدو صلی الله تعالیٰ و بارک وسلم علیٰ شفیع المذنبین و آله الطیبین وصحبه المکرمین وابنه وحزبه الیٰ ابدالابدین امین و الحمدلله رب العالمین۔

فقط

مفتی غلام سرور قادری

مہتمم جامعہ رضویہ (ٹرسٹ) ماڈل ٹاؤن لاہور

Marfat.com

شیخ القرآن ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری کی دیگر تصانیف

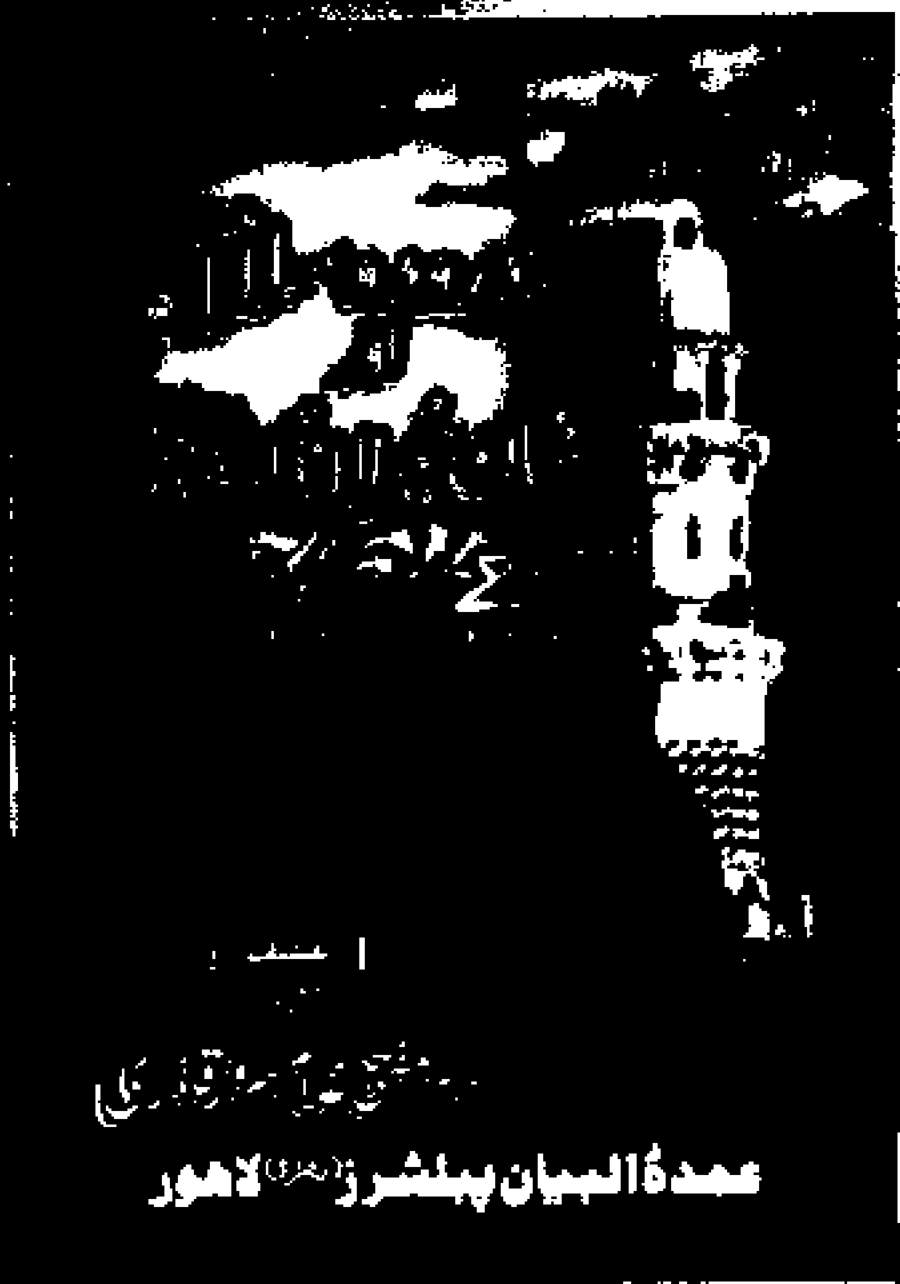

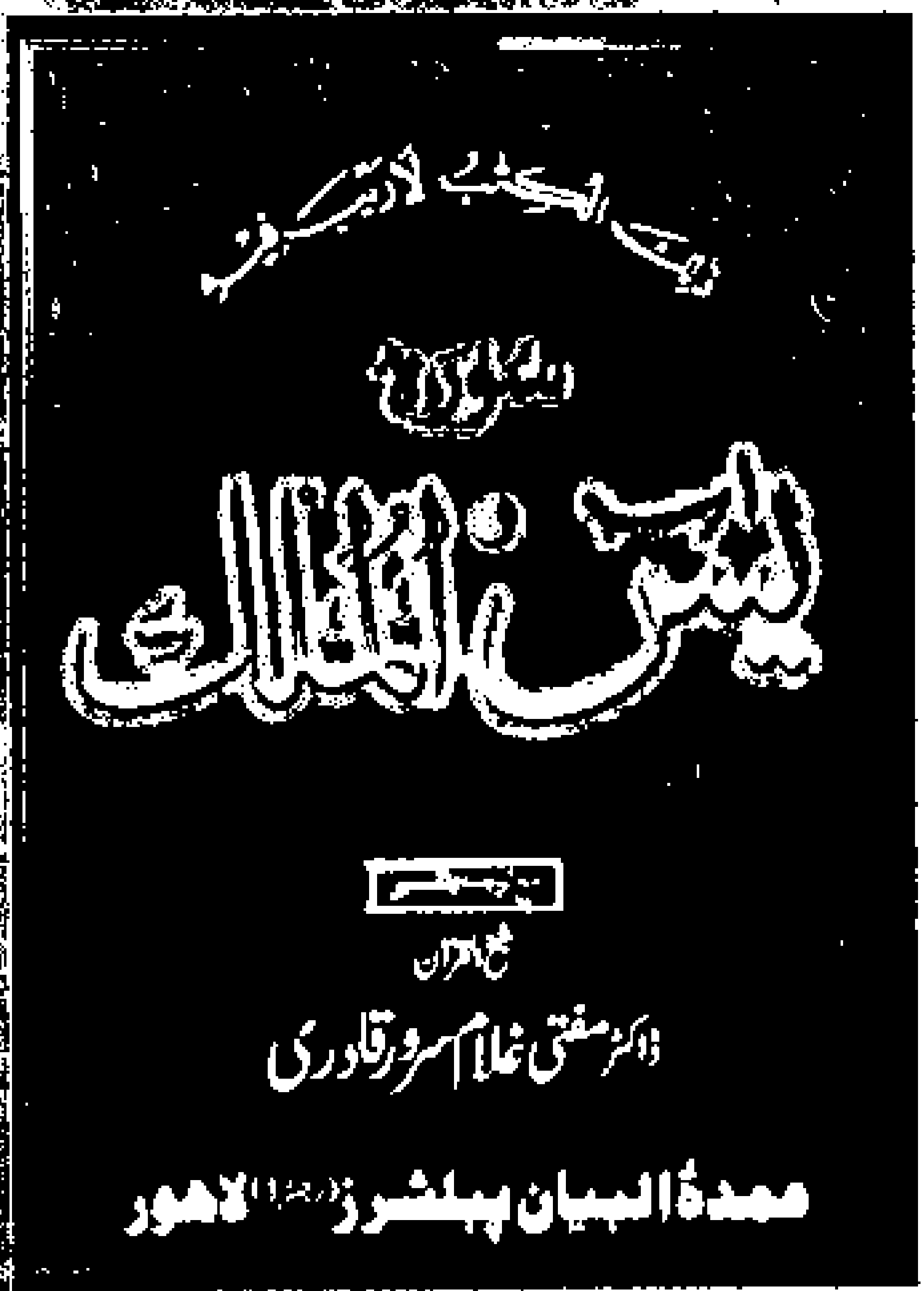

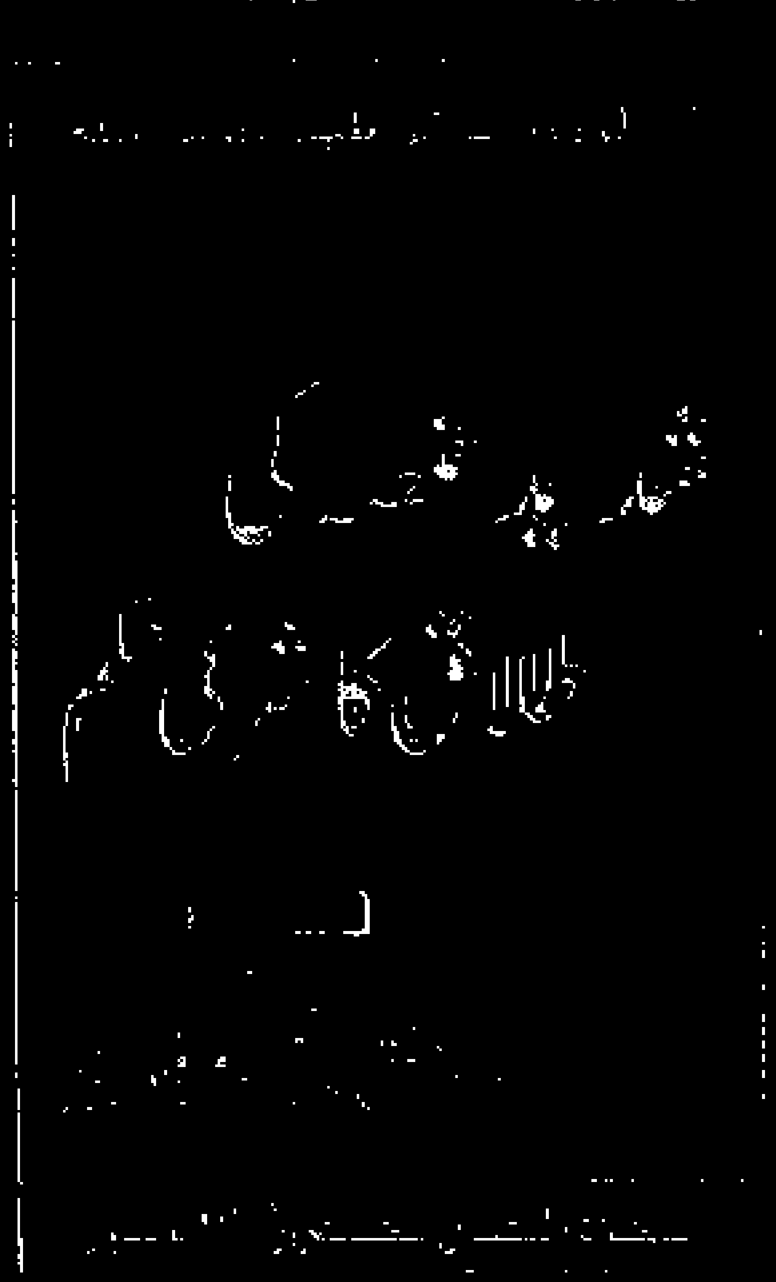

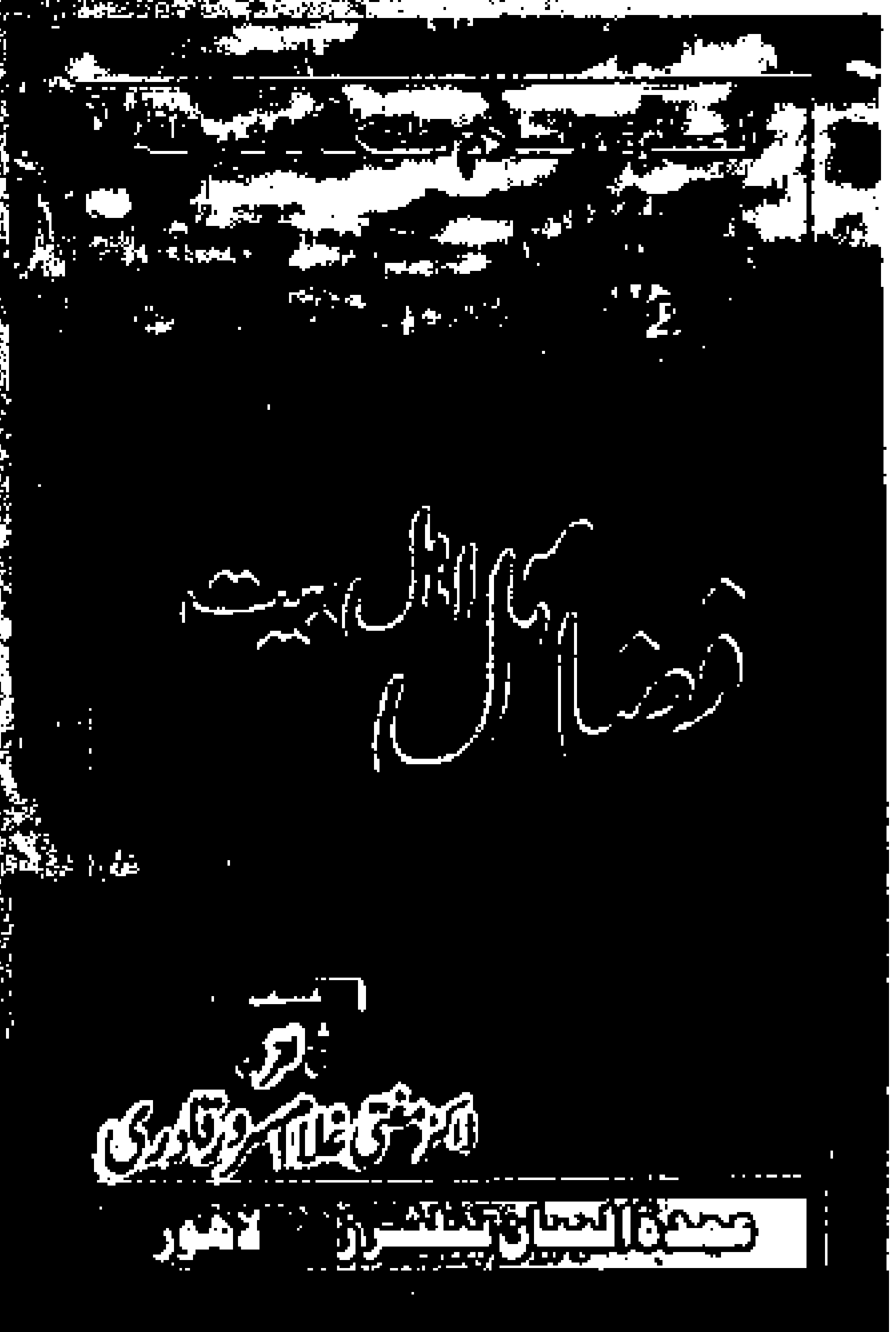

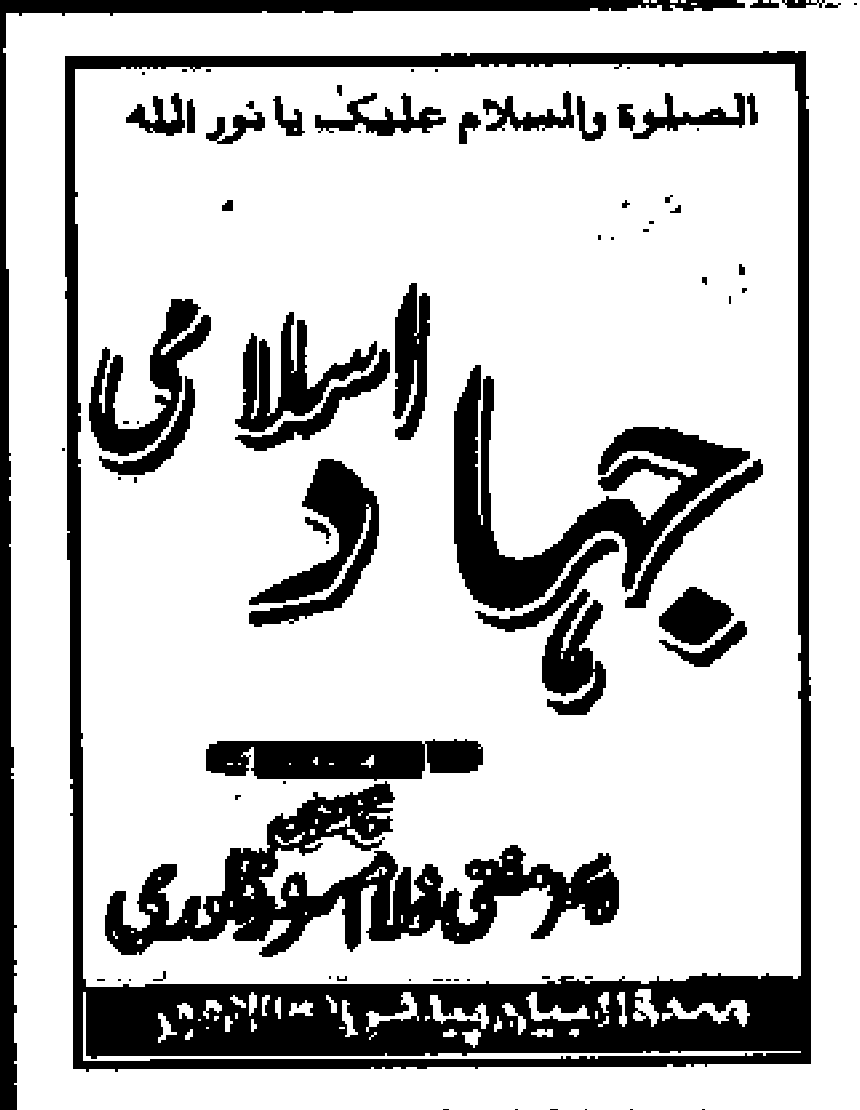

Marfat.com